ہنستے ہنساتے واقعات

منفرد انوکھے یادگار سچے واقعات
کا مجموعہ جس کا ایک ایک واقعہ
آپ کو بے اختیار مسکرانے پر
مجبور کر دیگا اور آپ کے غم زدہ
دل کو نئی زندگی بخشے گا جس کی
ایک سطر مایوس کن اور خشک
مزاج لوگوں کی طبیعت میں تازگی
لاتی ہے اور دماغی تھکان دُور
کرنے میں اپنی مثال آپ ہے

مؤلف
مولانا ارسلان بن اختر

ہنستے ہنساتے واقعات

مؤلف
مولانا ارسلان بن اختر

شعبہ تحقیق و تصنیف:
مکتبہ ارسلان
بنوری ٹاؤن، کراچی۔
فون: 0333-2103655

مکتبہ ارسلان بنوری ٹاؤن، کراچی۔
فون:0333-2103655

خط وکتابت کا پتہ: مکتبہ زکریا، سلام مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی۔ فون:4855305

نام کتاب .... ہنستے ہنساتے واقعات
مولف .... مولانا ارسلان بن اختر
با اہتمام .... مولانا ارسلان بن اختر
اشاعت اوّل .... اکتوبر 2004
قیمت ....

ملنے کا پتہ:

کراچی: مکتبہ بخاری گلستان کالونی، لیاری فون 7520385۔ نفیس اکیڈمی اردو بازار، کراچی۔
بیت القران اردو بازار، کراچی۔ صدیقی ٹرسٹ نزد لسبیلہ چوک۔ اقبال بک ڈپو (اقبال نعمانی صدر)۔
اسلامی کتب خانہ نزد بنوری ٹاؤن۔ دارالاشاعت اردو بازار، کراچی۔ علمی کتاب گھر اردو بازار، کراچی۔

لاھور: مکتبہ رحمانیہ غزنی اسٹریٹ اردو بازار، لاہور۔ ادارہ اسلامیات انارکلی بازار، لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار، لاہور۔

راولپنڈی: مکتبہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح

تبسمک فی وجہ اخیک صدقۃ۔(مشکوۃ)

''کسی مسلمان کو دیکھ کر مسکرانا بھی صدقہ ہے۔'' (الحدیث)

کون کہتا ہے کہ ہنسنا منع ہے۔ خوب ہنسئے مسکرایئے۔ ہاں مگر گناہ کے قریب بھی نہ جایئے۔ اپنے دوستوں سے، ساتھیوں سے، مذاق تو کیجئے لیکن ان کا مذاق نہ اڑایئے۔ اگر ہنسنا منع ہوتا، حرام ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی ہنسنا ثابت نہ ہوتا، حالانکہ احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ بعض مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا کھلکھلا کر ہنستے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ڈاڑھیں تک لوگوں کو نظر آنے لگتیں۔

(ضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی بدث نو اجذہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ہنستے ہی نہ تھے بلکہ ہنساتے بھی تھے۔ واقعہ مشہور ہے کہ ایک بڑھیا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں کوئی بڑھیا داخل نہیں ہوگی''۔ یہ سن کر وہ بے چاری بڑھیا رونے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترس آ گیا۔ فرمایا: ''گھبراؤ مت، پہلے بوڑھوں کو جوان کر دیا جائے گا، اس کے بعد جنت میں داخل کیا جائے گا''۔ یہ سنتے ہی گویا سوکھے دھانوں پر پانی پڑ گیا۔ روتی، منہ بسورتی بڑھیا ہنسنے مسکرانے لگی۔ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

مارایت احدا اکثر تبسما من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مارایت محدا اکثر مزاحا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہنسنے، مسکرانے اور مزاح کرنے والا کوئی اور نہیں دیکھا۔''

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اصحک الناس واطیبھم نفسا.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہنسنے والے اور نفیس ترین صفات کے حامل تھے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ جب گھر میں داخل ہوتے تو مسکراتے ہوئے داخل ہوتے۔ اس حدیث کو نقل کرتے ہوئے حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ”نبی کریم ﷺ کا تو یہ طریقہ تھا کہ اپنی تمام تر اعلیٰ وارفع شان اور عظمتوں کے باوجود جب گھر تشریف لاتے تو مسکراتے ہوئے آتے مگر آپ ﷺ کے امتی جن کی آپ ﷺ کے سامنے نہ کوئی شان ہے اور نہ کوئی حیثیت ہے، جب گھر میں داخل ہوتے ہیں تو اس حالت میں کہ بیوی سہم جاتی ہے اور بچے دبک جاتے ہیں۔ موصوف اگر مولوی صاحب یا صوفی صاحب ہیں تو سرخ آنکھوں، چڑھے ہوئے تیوروں اور گرج دار و غصیلی آواز کے ساتھ گھر میں داخل ہوتے ہیں گویا عرش پر پہنچے ہوئے ہیں۔ گھر سے باہر عقیدت مندوں کا اظہار عقیدت، دست بوسی اور قدم بوسی موصوف کے دماغ کو آسمان پر چڑھا دیتی ہے۔ موصوف چاہتے ہیں کہ گھر میں بیوی بھی ان سے ایسا ہی برتاؤ کرے۔ ہرگز نہیں، بیوی آپ کی مرید نہیں، شریک سفر حیات ہے۔ اس سے ہرگز اس ارادت کی امید نہیں رکھنی چاہئے جو گھر سے باہر آپ کو ملی ہے۔ ویسے بھی بیوی شوہر کی عقیدت مند مشکل ہی سے ہوتی ہے۔ چاہے سارا جہاں آپ کے قدموں میں آجائے لیکن بیوی آپ کو گھاس تک بھی نہ ڈالے گی۔“

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ایک بہت بڑے بزرگ تھے۔ ایک زمانہ ان کا معتقد تھا لیکن ان کی بیوی کے مزاج ہمیشہ عرش پر ہی رہتے تھے۔ وہ ان کو کسی کھاتے میں ہی شمار نہیں کرتی تھی۔ ایک دن انہوں نے دعا کی: ”یا اللہ! مجھے کوئی ایسی زبردست کرامت عطا فرما دیجیے جس کا مظاہرہ کر کے میں اپنی بیوی کو متاثر کر سکوں“۔ دعا قبول ہوئی اور ان کو کرامت عطا ہوئی۔ ہوا میں اڑے، پھر اپنے گھر کے کئی چکر لگائے۔ ان کی بیوی گھر کے صحن میں بیٹھی بڑی حیرت و غور سے ”کسی بزرگ“ کی کرامت کا حال دیکھ رہی تھی۔ یہ بھی بیوی کو دیکھ رہے تھے۔ گھر آ کر انہوں نے بیوی سے پوچھا ”آج کوئی خاص بات دیکھی؟“ اس نے جواب دیا: ”ہاں، ایک بہت بڑے بزرگ ہوا میں اڑ رہے تھے، میں تو کہتی ہوں کہ ایسے ہوتے ہیں بزرگ، ایک تم ہو کہ زمین پر دھرے کے دھرے

ہو۔" وہ بزرگ خوش ہوگئے اور چہک کر بولے "اری خدا کی بندی! جانتی نہیں وہ میں ہی تو تھا۔" بیوی کہاں دبنے والی تھی۔ فوراً بولی "اچھا جبھی تو میں کہوں کہ ٹیڑھے ٹیڑھے کیوں اڑ رہے تھے"۔

اگر کسی مصلح سے نفس کی اصلاح نہ کرائی جائے تو لوگوں کی واہ واہ ایسے لوگوں کا دماغ عرش پر پہنچا دیتی ہے۔ اسی کو مولانا رومیؒ نے فرمایا ہے ؎

جانور فربہ شود از ناؤ نوش
آدمی فربہ شود از راہ گوش

جانور کا نفس چارہ بھوسا کھا کر موٹا تازہ اور مسٹنڈا ہو جاتا ہے اور آدمی کان کے راستے جو تعریف سنتا ہے، وہ اس کو پھلانے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ دوسری طرف مسٹر حضرت بھی کچھ کم نہیں ہوتے، نہایت غیظ وغضب کی حالت میں منہ بنائے گھر میں داخل ہوتے ہیں۔ ایسے میں اگر بیوی سامنے آ گئی یا اس نے کچھ ایسا کہہ دیا یا کر دیا جو صاحب کے مزاج نازک پر گراں گزرا تو بس پھر کچھ نہ پوچھئے۔ "بیگم دفتر میں سارا دن آفیسر دماغ خراب کئے رکھتا ہے، گھر میں تم کو دیکھ کر بلڈ پریشر ہائی ہو جاتا ہے۔ جاؤ، دفع ہو جاؤ یہاں سے، اس وقت میرے منہ نہ لگو، میرا دماغ ویسے ہی خراب ہو رہا ہے۔ (ویسے دماغ صحیح ہی کب تھا)

بس بہترین راستہ وہی ہے جس پر افضل البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کر کے دکھا دیا۔ صرف عورتوں اور مردوں ہی سے نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش مزاجیوں سے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کے دل کی کلیاں بھی کھل اٹھتی تھیں۔ ایک بچہ تھا عمیر، اس کی چڑیا مر گئی جس کو "نغیر" کہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ بچہ اپنی چڑیا کے مر جانے سے بہت اداس ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا دل بہلانے کے لئے بطورِ مزاح فرمایا "یا ابا عمیر، مافعل النغیر"۔ اے عمیر! تمہاری نغیر کا کیا ہوا؟ بچہ اپنے نام کے ہم قافیہ الفاظ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے انتہا شفقت سے خوش ہو گیا، مسکرا اٹھا اور اس کے سارے غم دھواں ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رویہ اپنے امتیوں سے اور ساتھیوں یعنی صحابہ کے ساتھ بھی نہایت مشفقانہ تھا۔ آپ

ظالم، جابر، نک چڑھے سرداروں کی طرح تیوریوں پر بل چڑھائے نہیں رہتے تھے بلکہ اپنے صحابہ کے ساتھ خوب خوش دلی کے ساتھ ہنستے مسکراتے رہتے۔

ایک مرتبہ حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھجوریں کھا رہے تھے اور ان کی ایک آنکھ میں تکلیف تھی۔ یہ دیکھ کر ایک صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! اس صہیب کو دیکھئے، اس کی آنکھ دکھ رہی ہے، پھر بھی یہ کھجوریں کھا رہا ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صہیب! یہ ٹھیک ہی تو کہہ رہے ہیں۔'' یہ سن کر حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''اے اللہ! کے رسول فکر نہ کریں، میں بھی اس آنکھ کی طرف سے کھا رہا ہوں جو صحت مند ہے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی یہ بات سن کر ہنس دیئے۔ (احیاء العلوم الدین، ج ۳)

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ بھی بلا تخصیص عمر اپنے احباب سے اسی طرح مزاح فرماتے رہتے ہیں۔ ایک صاحب تھے سلمان، ان کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ حضرت والا نے ان کے لئے مزاحاً ایک شعر پڑھا جو مزاح کے ساتھ ساتھ نصیحت بھی لئے ہوئے ہے۔

ایک سلمٰی چاہئے سلمان کو
دل نہ دینا چاہئے انجان کو

ان سب باتوں کے باوجود ہنسی مذاق کرنے میں کچھ رعایتوں کا لحاظ رکھنا شرعاً ضروری ہے۔ مثلاً یہ کہ دیکھ لیں کہ آپ کا مذاق کسی کی دل آزاری، غیبت یا بہتان کا ذریعہ تو نہیں بن رہا، اگر ایسا ہے تو آپ نے ایک اچھے خاصے مباح کام کو حرام اور گناہ کبیرہ سے تبدیل کر دیا۔ ایسے مذاق سے دور رہئے جو آپ کو خدا سے دور کر دے۔ اس بات کا بھی خیال رکھئے کہ آپ کا مزاح شائستگی لئے ہوئے ہو۔ پھکڑ پن اور چھچھورپن سے ہوسکتا ہے کہ آپ تو خوش ہو رہے ہوں لیکن یقین جانیے، ایسا مذاق دوسروں کی طبیعت پر سخت ناگوار گزرتا ہے۔ یہ آپ کی شخصیت کو دوسروں کی نظروں سے گرا دیتا ہے اور ان کے دلوں سے آپ کی قدر کھو دیتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مزاح کی حدود یہ ہیں کہ بہت زیادہ نہ ہو، جھوٹ نہ ہواور باعث دل آزاری نہ ہو۔

ہروقت کا ہنسی مذاق بھی اپنی افادیت کھودیتا ہے۔ اس سے اپنے اور دوسروں کے دلوں کوخوش کرنا اوران کی طبیعتوں کوتروتازہ رکھنے کا جومقصد حاصل کرنا ہوتا ہے، وہ نہ صرف یہ کہ فوت ہوجاتا ہے بلکہ دوسروں کی بیزاری کا سبب بھی بن جاتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے ''ان کثرت الضحک تمیت القلب'' '' کثرت سے ہنسی مذاق کرنا دلوں کومردہ کردیتا ہے۔'' لیکن اس حدیث سے مزاح کی کلی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ملاعلی قاریؒ نے مرقاۃ، شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ ہنسی وہ ممنوع ہے جوغفلت قلب کے ساتھ ہو۔

اس کی مثال دیتے ہوئے حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''اولاد جب والدین کوستانے اوران کی نافرمانی کرنے کے ساتھ ساتھ ہنسی مذاق کرے اورخوشیاں منائے تو ماں باپ کا غیظ وغضب ان پراور زیادہ ہوجاتا ہے کہ نالائق ایک تو بدمعاشی کرتا ہے اور معافی مانگنے، اپنا رویہ درست کرنے اوراپنی نالائقی پرشرمندہ ہونے کے بجائے ان بدمستیوں اور رنگ رلیوں میں مصروف ہے۔ اس کے برعکس جواولاد ماں باپ کی اطاعت اورفرمانبرداری کرتی ہے اوران کوخوش رکھنے کی کوشش کرتی رہتی ہے تواپنی اولاد کی خوشیوں میں نہ صرف یہ کہ والدین خودبھی شریک ہوتے ہیں بلکہ اپنی اولادکوخوش دیکھ کران کا سیروں خون بڑھ جاتا ہے۔ یہی حال اللہ والوں کا ہے کہ جب وہ ہنستے اورخوش ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی خوشی سے خوش ہوتا ہے اور جب نافرمان خوشیاں مناتے ہیں توخدا کا غضب ان پرمزید بڑھ جاتا ہے۔''

کثرت ضحک ہرانسان کے لئے مختلف ہے۔ مثلاً بہت سے سنجیدہ مزاج لوگ ایسے ہوتے ہیں جودن بھر میں بمشکل پانچ یا سات مرتبہ مجبوراً ہنستے ہوں گے۔ وہ اگر چار دفعہ بھی ہنسیں تو کثرت ضحک کے دائرے سے نکل آئیں گے۔ دوسری طرف کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ سوائے نیند کے کوئی اور چیز ان کی بتیسی منہ کے اندر بندنہیں کرسکتی۔ ایسے لوگوں کو چاہئے کہ کبھی کبھار طبیعت کواعتدال میں رکھنے کے لئے گاہ بگاہ بتکلف خاموش رہنے کی کوشش کریں۔

ہر انسان کی مختلف طبیعتوں کے باعث سب کو ایک ہی لاٹھی سے نہیں ہانکا جا سکتا۔ ایک بزرگ نے اپنے مریدوں سے کہا کہ ''اپنے نفس کی اصلاح کے لئے کھانا کچھ کم کھایا کرو۔'' چنانچہ اپنی اپنی ہمت اور قوت کے مطابق کسی نے آدھی روٹی کم کی اور کسی نے چند لقمے لیکن پھر بھی ایک صاحب تھے کہ بارہ روٹیاں کھاتے۔ مریدوں نے پیر صاحب سے ان کی شکایت کر دی۔ پیر صاحب نے انہیں طلب فرمالیا، ان سے کہا کہ ''سب لوگ تو دو چار اور زیادہ سے زیادہ پانچ روٹیاں کھاتے ہیں جبکہ آپ قلت طعام کے حکم کے باوجود بارہ روٹیاں کھاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟'' انہوں نے دست بستہ عرض کیا: ''جناب! پہلے میں اٹھارہ روٹیاں کھاتا تھا لیکن اب آپ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے چھ روٹیاں کم کھاتا ہوں۔''

۔ آپ کو کتنا ہنسنا چاہیے، کتنا کھانا چاہیئے بلکہ ساری زندگی شریعت کے مطابق اعتدال سے کیسے گزارنی چاہیئے، اس بارے میں سب سے بہتر رائے یہی ہے کہ کسی اللہ والے کو اپنا مصلح بنالیں، اپنے ہر عمل کے بارے میں ان سے مشورہ کرتے رہیں اور اپنے ہر عمل کی اطلاع انہیں دیتے رہیں کیونکہ یہی راہ اعتدال ہے، یہی شاہراہ اولیاء ہے اور یہی طریق سنت ہے۔ (بشکریہ محمد عمران)

بچوں سے مزاح نہ کرے

منکدر سے روایت ہے کہ ان کی والدہ کہا کرتی تھیں ''بچوں سے مزاح مت کرو کہ تمہارا مرتبہ گر جائے۔''

فائدہ: بچوں اور چھوٹوں سے زیادہ مزاح نہیں کرے کہ اس سے بچے بے ادب ہو جاتے ہیں اور وقار اور مرتبہ جاتا رہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی دلجوئی اور انس کے لئے کرلیا کرتے تھے۔

فہرست مضامین کتاب

مزاحاً کسی کا سامان نہ لے

عبداللہ بن السائب نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ ''کوئی آدمی کسی کا سامان نہ مزاحاً لے نہ حقیقۃً لے، اگر اپنے بھائی سے مزاحاً لے لے تو فوراً واپس کردے۔''

(ابوداؤد: ص ۶۸۳)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اپنے بھائی سے جدال مت کرو، اس سے مذاق مت کرو۔ (جس سے وہ پریشان ہو) اوراس سے وعدہ خلافی مت کرو۔

(ترمذی، مشکوٰۃ: ص ۴۱۳)

فائدہ: بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ ایسا مذاق کرتے ہیں جس سے لوگ پریشان ہو جاتے ہیں۔ بسا اوقات تو مذاق کی وجہ سے لڑائی کی نوبت آ جاتی ہے۔ سو یہ ہرگز درست نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نہ ایسا مذاق فرماتے، نہ کسی مسلم کے لئے جائز قرار دیتے۔

غیر شرعی ہنسی مذاق کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کی رائے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''یا ویلتنا مالھذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ اذا احصاھا''

کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں لفظ ''صغیرہ'' سے مراد کسی مسلمان پر استہزاء سے تبسم کرنا اور ''کبیرہ'' سے اس پر قہقہہ لگانا مراد ہے مثلاً کسی کا عیب بتا کر حقارت سے اس پر قہقہہ لگانا مراد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

'' ویل لکل ھمزۃ اللمزۃO''

یعنی خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے عیب چننے کی۔ (گناہ بےلذت: ص ۱۰)

حضرت عائشہؓ کی دل داری

حضور ﷺ حضرت عائشہؓ سے فرمارہے ہیں کہ ''باہر مسجد نبوی کے صحن میں حبشی لوگ نیزہ بازی کا مظاہر کررہے ہیں، تم دیکھنا چاہتی ہو؟'' حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ''ہاں میں دیکھنا چاہتی ہوں۔'' آپ ﷺ وہیں کھڑے ہوگئے اور حضرت عائشہؓ کو کندھے کے پیچھے کھڑا کرلیا کہ یہاں سے دیکھ لوتا کہ پردہ بھی برقرا رہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کو مظاہرے سے دلچسپی نہیں تھی لیکن حضرت عائشہؓ کی دلداری کی خاطر کھڑے رہے پھر حضور ﷺ نے تھوڑی دیر کے بعد پوچھا ''عائشہ چلیں۔'' حضرت عائشہؓ نے فرمایا ''نہیں یا رسول اللہ ﷺ! ابھی اور دیکھوں گی۔'' آپ ﷺ کھڑے رہے اور فرمایا:

﴿خیارکم خیارکم لنسائھم و انا خیارکم لنسائی﴾

(رواہ الترمذی: حدیث نمبر: ۱۱۷۲)

''تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور میں اپنی عورتوں کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرنے والا ہوں''۔

مزاح کی کثرت وقار کو کھو دیتی ہے

حضرت عمر بن خطابؓ فرمایا کرتے تھے کہ جو زیادہ مزاح کریگا اسکی اہمیت اور اسکا وقار جاتا رہیگا۔ (اتحاف: ۷/ ۴۹۹، بیہقی: ج ۶)

حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ الراشد نے عدی بن ارطاہ کو لکھا تھا کہ مزاح سے دور رہو، اس سے آدمی کا وقار اور مروت کم ہوجاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جو مذاق کرتا ہے، اس کا وقار جاتا رہتا ہے۔

(اتحاف: ۷/ ۴۹۶)

ہنسی مذاق کے شرعی مسائل

مسئلہ(۱):

ایسا ہنسی مذاق جس میں مخاطب کی دل آزاری یقینی ہے، وہ باجماع حرام ہے، اس کو مزاح جائز میں داخل سمجھنا گناہ بھی ہے اور جہالت بھی۔

مسئلہ(۲):

ہنسی مذاق میں کسی کے عیب کا اظہار اس طرح کیا جائے جس سے لوگ ہنسیں، اس میں بہت سی صورتیں داخل ہیں مثلاً:

(۱) کسی کے چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، ہنسنے بولنے وغیرہ کی نقل اتارنا یا قد وقامت اور شکل وصورت کی نقل اتارنا۔

(۲) اس کے کسی قول وفعل پر ہنسنا۔

(۳) آنکھ یا ہاتھ کے اشارہ سے اس کے عیب کا اظہار کرنا۔

یہ وہ گناہ بے لذت ہیں، جو آجکل مسلمانوں میں وبا کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ (گناہ بے لذت:۸)

مسئلہ (۳):

جب انسان غلطی سے کوئی کفر کی بات کہدے تو اس کا حکم یہ ہے کہ جب کفر کا کلمہ زبان سے نکالا تو ایمان جاتا رہا۔ اگر ہنسی، دل لگی میں کفر کی بات کہے اور دل میں نہ ہو تب بھی یہی حکم ہے کہ ایمان جاتا رہتا ہے جس سے نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے اور گزشتہ عمر کے تمام نیک اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔ اب اگر نئے سرے سے ایمان قبول کرلیا تو نکاح دوبارہ کرنا پڑے گا بشرطیکہ بیوی بھی راضی ہو۔ اگر حج کر چکا ہے تو وہ بھی دوبارہ کرنا پڑیگا۔ غرض

اب سب نیک اعمال نئے سرے سے شمار ہوں
گے۔پچھلے کئے ہوئے نیک کاموں کا کوئی ثواب نہیں ملے گا۔

مسئلہ (٤):

اسلام کے طور طریقوں (شعائر) اور احکامِ اسلام کا مذاق اڑانا، جیسے ڈاڑھی کا مذاق اڑانا، عورتوں کے پردے کا مذاق اڑانا، نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کا مذاق اڑانا، فرشتوں کا مذاق اڑانا، ان سب باتوں سے ایمان جاتا رہتا ہے۔

مسئلہ (٥):

بعض لوگ ناواقفیت یا غفلت سے ہنسی مذاق کو خوش طبعی میں داخل سمجھ کر اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں حالانکہ دونوں میں بڑا فرق ہے۔مزاح جائز جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اس کی شرط یہ ہے کہ اس میں کوئی بات خلافِ واقعہ زبان سے نہ نکلے اور کسی کی دل آزاری نہ ہو اور یہ بھی مشغلہ اور عادت نہ بنے، کبھی کبھی اتفاقاً ہو جائے۔

مسئلہ (٦):

ایسا مزاح جس میں کسی مسلمان کو رنج اور تکلیف نہ پہنچے اور انبساطِ قلب کے لئے کیا، جائز ہے۔جس مزاح میں کسی مسلمان کی تذلیل ہو یا اسے تکلیف پہنچے یا ایسی بیہودہ باتیں جن سے لوگ قہقہے لگائیں یا گالی اور فحش ہو، ایسا مزاح جائز نہیں، ایسے مزاح سے انسان خدا کی رحمت سے آسمان وزمین کے فاصلے سے بھی زیادہ دور ہو جاتا ہے۔(احیاء العلوم)

مسئلہ (٧):

محض لوگوں کو ہنسانے کیلئے جھوٹی

باتیں بنانے کی عادت مت ڈالو، زیادہ مت
ہنسو، اس سے دل مردہ ہوجاتا ہے یعنی اس میں قساوت وغفلت
آجاتی ہے اور چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے۔ (تعلیم الدین: ص ۳۰)
دل مردہ ہوجانے کا مطلب یہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ نہ رہے اور نرمی ورحم اور
رافت دل میں نہ رہے۔ دل کے زندہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ دل خدا کے نور سے بھرا ہوا ہو،
دین کی باتیں سن کر بہت رونا آئے اور دین کی باتوں سے دل کو سکون حاصل ہو، لیکن یہ عجیب اور الٹی
بات ہے کہ محاورہ میں زندہ دل اس کو کہتے ہیں جو بہت ہنسنے ہنسانے والا ہو؟

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد

مسئلہ (۸):

ہنسی مذاق کی عادت افراط کے ساتھ اور اس پر مداومت ممنوع ہے۔ مداومت سے تو دل ہمیشہ کھیل اور
ہزلیات میں مصروف ہوجاتا ہے اور کھیل اگرچہ مباح ہی ہو مگر ہمیشہ اس میں لگنا ممنوع ہے۔ کثرت کے
ساتھ ہنسی مذاق کی عادت ہونے کی وجہ سے طبیعت کو قہقہہ لگانے کی سوجھتی ہے جس سے دل مرجاتا ہے اور
دل میں بغض پیدا ہوتا ہے اور ہنسنے والے کی ہیبت اور وقار اٹھ جاتا ہے اور اگر ہنسی ان عیوب سے پاک
ہو یعنی اس بات پر قادر ہو کہ ہنسی و دل لگی میں امر حق کو بھول نہ جائے تو جائز ہے۔ (احیاء
العلوم: ۳/ ۱۸۰)

مسئلہ (۹):

ہنسی مذاق کے رنگ میں اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے
دی تو طلاق پڑ جائے گی، اسی طرح اگر کسی

نے مذاق کے رنگ میں قسم کھائی کہ فلاں کام

نہیں کروں گا، دل میں بھی پختہ ارادہ نہ کرنے کا تھا لیکن پھر کرلیا

توقسم کا کفارہ پڑ جائے گا۔

مسئلہ (۱۰):

کسی کی کوئی چیز چھپا کر اس کو پریشان کرنا، بعد میں اس کو دے دینا اور کہنا کہ بھائی میں نے تو ویسے ہی آپ سے مذاق کیا تھا، چوری کرنے کا ارادہ نہیں تھا، ایسا مذاق شرعاً ممنوع ہے۔

مسئلہ (۱۱):

اپریل فول کی رسم جو عیسائیوں کی رسم ہے کہ یکم اپریل کو وہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ مذاق کے رنگ میں جھوٹ بولتے ہیں۔ مثلاً: آپ کا باپ مر گیا یا فلاں چیز کو آگ لگ گئی وغیرہ۔ بعض مسلمان بھی اس رسم کی نقالی کرتے ہیں۔ یاد رکھیے! ایسا مذاق کرنا شرعاً حرام ہے۔

ہر کام میں اتباعِ سنت کی نیت کرلیں

لہٰذا ہنسی مذاق جب بھی کریں تو دل میں یہ نیت کرلیں کہ حضور ﷺ بھی گھر والوں سے خوش طبعی فرمایا کرتے تھے، میں اتباع سنت کی خاطر یہ کام کر رہا ہوں۔ آپ بھی بچوں کے ساتھ کھیلتے ہیں اور جب گھر جاتے ہیں تو بچہ اچھا لگتا ہے اور آپ گود میں اٹھا لیتے ہیں مگر یہ سب غفلت کے عالم میں کرتے ہیں۔ اب گھر جائیں تو یہ تصور کرلیں کہ حضور نبی کریم ﷺ بچوں کے ساتھ شفقت فرمایا کرتے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ خطبہ دے رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ حضرت حسنؓ اور حسینؓ دوڑتے ہوئے مسجد کی اندر آ رہے ہیں تو آنحضرت ﷺ نے منبر سے نیچے اتر کر ان کو گود میں اٹھا لیا کیونکہ آپ کو بچوں کے ساتھ بہت محبت تھی۔ آج یہ سوچیں کہ میں یہ کام نبی کریم ﷺ کی سنت کی اتباع میں کر رہا ہوں تو یہ عمل اتباع سنت کے سانچے میں ڈھل جائے گا۔

تفریح طبع کی باتیں کرنا جائز ہے

لیکن ایک بات عرض کردوں کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آدمی بس خشک اور کھردرا ہو کر رہ جائے اور کسی سے کوئی خوش طبعی اور شگفتگی کی بات نہ کرے۔ یہ مقصد ہرگز نہیں کیونکہ حضور نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے پاس بیٹھتے تو کبھی آپ سے تفریح طبع کی باتیں بھی کیا کرتے تھے بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

روحوا القلوب ساعة فساعة (کنز العمال، حدیث نمبر: ۵۳۵۴)

''کبھی کبھی اپنے دلوں کو آرام اور راحت دیا کرو'' اس لئے کبھی کبھی خوش طبعی اور شگفتگی کی باتیں کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ بعض اوقات حضور کی مجلس میں بیٹھے ہوتے تو زمانہ جاہلیت کے واقعات بھی کبھی کبھی بیان کرتے کہ ہم زمانہ جاہلیت میں ایسی ایسی حرکتیں کیا کرتے تھے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سنتے رہتے اور بعض اوقات تبسم بھی فرماتے۔ لیکن ان مجلسوں میں اس بات کا اہتمام تھا کہ کوئی گناہ کا کام نہ ہو، غیبت اور دل آزاری نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ ان مجلسوں کے باوجود دل کی لو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف لگی ہوئی ہے۔ ذکر اللہ سے وہ مجلس خالی نہیں تھی، مثلاً اس مجلس میں زمانہ جاہلیت کا ذکر کیا اور پھر اس پر اللہ کا شکر ادا کیا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس ضلالت اور گمراہی اور تاریکی سے نکال دیا، لہٰذا یہ طریقہ تھا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور صحابہ کرام کا۔ اس کا مصداق تھے کہ

دست بکار دل بیار

کہ ہاتھ اپنے کام میں مشغول ہے، زبان سے دوسری باتیں نکل رہی ہیں اور دل کی لو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف لگی ہوئی ہے۔

جھوٹے مزاح کے متعلق وعید

حضرت علیؓ یا ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ''بندہ ایمان کی حقیقت تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک جھگڑا نہ چھوڑ دے اگرچہ وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو اور مزاح میں بھی چھوڑ دے۔

(بیہقی فی الشعب: ص ۳۱۷)

ہنسی مذاق صحابہ کرامؓ کی نظر میں

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ" دلوں کو آرام پہنچاؤ، اچھے تذکروں سے۔" حضرت حسن نے فرمایا کہ" یہ دل زندہ رہتا ہے اور مر بھی جاتا ہے تو جب یہ زندہ ہو، اسے لفظوں میں لگاؤ اور جب مر جائے تو فریضوں پر لگاؤ۔"

امام زہریؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کیا کرتا تھا، جب دیر ہو جاتی تو اسے بات کرنا مشکل ہو جاتا تو وہ کہتا،" باچھیں ڈھیلی ہو گئی ہیں اور دل سننے کو ناپسند کر رہا ہے تو اب اپنے اشعار اور احادیث لاؤ۔"

ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا:" میں اپنے دل کو بعض باطل باتوں سے ناپسند کرتے ہوئے بھی بہلاتا ہوں تاکہ میں اس پر گراں گزرنے والی حق بات کو سوار کروں۔"

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ گفتگو فرماتے، کچھ دیر بعد فرماتے کہ" ہمارا دل اکتا گیا ہے" پھر وہ عرب کے قصے شروع کر دیتے۔ اسکے بعد پھر جب جی بھر جاتا اسی طرح کرتے۔

افضل ترین صدقہ

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ افضل ترین صدقہ یہ ہے کہ اپنے ہر ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں ڈال دو اور یہ کہ مسکراتے چہرے سے لوگوں سے ملاقات کرو۔

(ادب المفرد: ۳۰۴، ترمذی: ص ۱۸، مسند احمد: ۳/ ۳۶۰۸)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:" اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں ڈال دینا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے، نیک بات کا بتانا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے، اپنے بھائی کے ساتھ مسکرانا صدقہ ہے، گمشدہ راہ کو راستہ بتانا صدقہ ہے۔

(ترغیب: ص ۴۲۱، مکارم طبرانی: ص ۳۱۹)

اگر ہنستے تو کیا کیفیت ہوتی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو کھلکھلا کر ہنستا ہوا کبھی نہیں دیکھا کہ جبڑے نظر آ جائیں۔ (دلائل النبوۃ: ۸/ ۳۲۲، ادب المفرد: ص ۸۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کھلکھلا کر با آواز ہنستا ہوا آپ کو کبھی نہیں دیکھا گیا۔

بہت سے بہت ایسا تو ہوا کہ کسی عجیب وغریب واقعہ سے متاثر ہو کر ہنسے کہ کچھ دندان مبارک نظر آ گئے جیسا کہ ابن مسعود اور ابوذرؓ کی روایت میں ہے۔

علامہ مناوی نے شرح شمائل میں لکھا ہے کہ ''حضرات انبیاء کرام کی عادت مسکرانے کی ہی تھی، کھلکھلا کر ہنستے نہیں تھے۔''

(حاشیہ جمع الوسائل: ص ۱۵)

لوگوں کی عادت ہنسنے کی زیادہ ہوتی ہے اور مسکرانے کی کم اور آپ ﷺ کی عادت مسکرانے کی تھی اور ہنسنے کی کم۔

(جمع الوسائل: ص ۵٦)

کھلکھلا کر نہ ہنستے

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کھلکھلا کر نہ ہنستے تھے۔ (طبرانی، کنز جدید: ص ۱۴۰)

عبداللہ بن حارثؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا ہنسنا، مسکرانا ہوتا تھا۔

فائدہ: یعنی آپ ﷺ ہنستے نہیں تھے البتہ مسکرادیا کرتے تھے۔

ہنسنا اسے کہتے ہیں کہ جس میں منہ کھل کر دانت نظر آ جائیں اور کچھ آواز ہو۔ آپ کی عادت طیبہ ایسی نہ تھی۔ ہاں اگر کبھی غیر معمولی واقعہ پیش آ جاتا تو ہنس بھی دیتے۔ مگر ایسا بہت کم ہوا ہے۔ چنانچہ اس شمائل میں حضرت ابوذرؓ کی حدیث میں ایک واقعہ پر آپ سے ہنسنا ثابت ہے جس سے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔

کبھی جب مسکرادیتے تو بجلی کوند جاتی تھی۔ در و دیوار پر ایک روشنی سی جگمگاتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش مزاجی اور خندہ دہنی

مسکراتا چہرہ:

- حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ میرے اسلام لانے کے بعد ہمیشہ آپ ﷺ نے مسکراتے چہرے سے ملاقات فرمائی۔
- ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس دروازے سے ایک متبرک آدمی جس کے چہرے پر فرشتوں کے مانند نورانیت برستی ہے آ رہا ہے۔ چنانچہ حضرت جریرؓ داخل ہوئے۔ (بیہقی فی الشعب: ۶/ ۲۵۰، ادب المفرد ۲۵۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمیشہ آپ ﷺ مسکراتے چہرے کے ساتھ رہتے۔ (ادب المفرد: ص ۲۵۱)

ام درداء کہتی ہیں کہ حضرت ابو درداء کوئی گفتگو کرتے تو مسکرا کر کرتے۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا میں نے کبھی آپ ﷺ کو ایسا نہیں دیکھا کہ مسکرائے ہوئے گفتگو نہ فرماتے ہوں۔ (اسی سنت کی اتباع میں، میں بھی ایسا کرتا ہوں)

(مکارم طبرانی: ص ۳۱۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ مسکرانے والے اور اخلاق حمیدہ کے حامل تھے۔ (مکارم طبرانی: ص ۳۱۹)

فائدہ: باوجودیکہ آپ ﷺ آخرت اور اسلام کی فکر میں مغموم رہا کرتے تھے مگر چہرہ پر اس کا اثر نمایاں نہیں رہتا تھا۔ گفتگو اور ملتے وقت مسکراتے ہوئے ملتے، جس سے ملنے والا شیدا ہو جاتا۔

حصین بن یزید کلبیؒ کہتے ہیں کہ میں نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنستا نہیں دیکھا، ہاں مسکراتے دیکھا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس مکھ اور مسکراتے چہرے کے ساتھ رہتے تھے۔"

(ابن سعد: ۱/ ۳۶۵)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "آپ ﷺ کے پاس جب کوئی آتا تو آپ ﷺ کے چہرے پر ایسی مسکراہٹ پاتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑ لیتا، چوم لیتا۔" (ابن سعد: ۱/ ۳۷۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ "میں بعض اوقات خوش طبعی، ہنسی مذاق کی بھی باتیں کرتا ہوں، ہاں مگر وہ حق اور سچی بھی ہوتی ہیں۔" (اخلاق النبی: ص ۱۷۵)

فائدہ: عموماً آدمی ہنسی مذاق، خوش طبعی خلاف واقعہ جھوٹ سے کرتا ہے۔ آپ یہ نہ کرتے تھے۔

ہنسی کے وقت منہ مبارک پر ہاتھ رکھ لیتے

مرّہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ہنسی آتی تھی تو دست مبارک کو منہ مبارک پر رکھ لیتے تھے۔

(جامع صغیر: ص ۶۳۵، کنز العمال: ۷/ ۱۴۰)

فائدہ: آپ لحاظاً وحیاءً ایسا کرتے تھے۔ اولاً تو آپ ہنستے نہیں تھے، اگر ہنسی آجاتی تو منہ مبارک پر دست مبارک رکھ لیتے تھے۔

ملا علی قاری نے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ جب ہنستے تھے تو اس سے ایک خاص روشنی نکلتی تھی جس کا اثر دیواروں پر ظاہر ہوتا، وہ چمک جاتیں۔

(سبل: ۷/ ۱۲۱ جمع الوسائل: ۲/ ۱۵)

خوش مزاج ہونا ایک نعمت ہے

عبداللہ ابن خبیب جہنی اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''خوش مزاج اور ہشاش بشاش ہونا ایک نعمت ہے۔'' (ادب المفرد: ص ۹۸)

فائدہ: خوش مزاجی اور ہشاش بشاش لوگوں سے ملنا اہل جنت کی علامت ہے اور صفائی قلب اور مودّت اور کینہ سے خالی ہونے کی پہچان ہے۔ یہ تکبر اور رعونت کی علامت ہے کہ لوگوں سے ملے اور چہرہ پر رعب و دبدبہ ظاہر کرے۔ چنانچہ اکثر جاہ اور منصب والوں کو دیکھیں گے کہ ملیں گے تو چہرہ پر رعب اور پھیکا پن ظاہر کرینگے۔ سو یہ حسن اخلاق کے خلاف ہے۔

خوشی و مسرت کے موقعہ پر

حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ خوشی اور شادمانی کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور چاند کی مانند ہوجاتا۔

(بخاری: ص ۵۰۲)

حضرت ابوبکرؓ ذکر کرتے ہیں کہ ''جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خوشی یا مسرت ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے۔'' (کنز العمال جدید: ص ۱۳۹)

فائدہ: خوشی اور ناراضگی کا اثر آپ کے چہرۂ مبارک پر ظاہر ہوتا۔ کسی خوشی کے موقعہ پر سجدہ ریز ہوجاتے۔ مفہوم یہ بھی ہے کہ آپ دو رکعت نماز شکر کے طور پر ادا فرماتے۔ اسے سجدۂ شکر سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی اتفاقاً فرط مسرت سے سجدہ میں چلا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

حضرت سودہؓ کے فعل پر حضورﷺ کا مسکرانا

حضرت سودہؓ کہتی ہیں کہ ''ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے میرے چہرہ کو حریرہ سے لیپ دیا تھا۔ اس پر حضور ﷺ نے مجھ سے کہا تو بھی عائشہؓ کے چہرہ کو حریرہ سے مل دے۔ چنانچہ میں نے حریرہ میں ہاتھ ڈالا اور ان کے چہرہ پر ملا تو حضور ﷺ ہنسے جیسا کہ عائشہؓ کے فعل پر ہنسے تھے اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا، حضور ﷺ نے فرمایا ''اے عبداللہ! اے عبداللہ!'' آپ کا گمان یہ تھا کہ وہ اندر آ جائیں گے تو ہم سے فرمایا ''جا کر اپنا منہ دھولو۔'' حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ''میں ہمیشہ حضرت عمرؓ سے ہیبت محسوس کرتی رہی کیونکہ حضور ﷺ بھی حضرت عمرؓ کی ہیبت کا لحاظ رکھتے تھے۔''

حضرت عبداللہ کے فعل پر حضورﷺ کا مسکرانا

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک صاحب جن کا نام عبداللہ تھا اور لوگ ان کو حمار (گدھا) کہتے تھے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتے تھے۔ آپؐ نے انہیں شراب نوشی کی وجہ سے کوڑے بھی لگوائے تھے۔

ایک دن انہیں لایا گیا۔ حضور ﷺ نے ان کے متعلق حکم دیا انہیں کوڑے لگائے گئے۔ قوم میں سے ایک شخص نے کہا ''یا اللہ! اس پر لعنت کر، کس قدر کثرت سے اس کو لایا جاتا ہے۔ کوڑے کھاتا ہے لیکن شراب نہیں چھوڑتا۔'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اس پر لعنت نہ کرو، اللہ کی قسم تو نہیں جانتا کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔''

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص جس کا لقب حمار تھا جو حضور ﷺ کے لئے گھی اور شہد کا کپا بطور ہدیہ لایا کرتا تھا، جب اس کا ساتھی یعنی جس سے وہ گھی اور شہد خرید کر لاتا تھا، اس سے پیسے مانگتا تو وہ اس کو حضور ﷺ کے پاس لاتا اور آپؐ سے کہتا ''یا رسول اللہؐ اس کے مال کی قیمت دیجئے۔'' اس کی اس بات سے حضور ﷺ مسکراتے اور قیمت دینے کا حکم کرتے، اسے قیمت دیجاتی، ایک دن وہ لایا گیا، اس نے شراب نوشی کی تھی۔ ایک شخص نے کہا ''اللہ اس پر لعنت کرے'' آپؐ نے فرمایا ''ایسا نہ کہو، یہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔''

مزاح کے متعلق پاکیزہ واقعات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پرمزاح تھے:

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ پرمزاح تھے۔(بیہقی فی الدلائل)

حبشی بن جنادہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ خوش مزاج،خوش مزاج تھے۔

(کنز العمال:ص۱۷۸۹)

عبداللہ بن حارثؓ فرماتے ہیں کہ ''میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو مزاح کرنے والانہیں پایا۔

(سبل الہدیٰ:۷/ ۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم پرمزاح تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے،جوشخص اپنے مزاح میں سچا ہو،خدائے پاک اس کا مواخذہ نہیں کرتا۔''(کہ جھوٹے مزاح میں مواخذہ ہے اور گناہ ہے)

(سبل الہدیٰ:ص،۱۱۱)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے (مزاح کرنے پر) پوچھا کہ کیا آپ بھی مزاح فرماتے ہیں؟(چونکہ مزاح وقار کے خلاف ہے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''ہاں مگر میں حق سچ کہتا ہوں۔''

فائدہ: لوگوں کو خوش وخرم رکھنے کے لئے اور انس ومحبت کے لئے آپ مزاح بھی کبھی کبھی فرمادیا کرتے تھے۔جھوٹی مزاح جو ہمارے درمیان رائج ہے یا کسی کو پریشان کرنے کے لئے جو مزاح کیا جاتا ہے،یہ شرعاً ممنوع ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز ایسا مزاح نہ فرماتے۔حتیٰ کہ اپنے احباب ورفقاء سے ایسا مزاح کرنا جو بے ادبی،اذیت وپریشانی کا باعث ہو،حرام ممنوع ہے۔حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ''نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی اور مزاح کی عادت تھی۔''

(اخلاق النبی:ص،۱۸۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''میں ہنسی مزاح بھی کرتا ہوں مگر ہنسی مزاح میں حق اور سچی بات بولتا ہوں۔''(اخلاق النبی:ص،۱۷۵)

حضرت ابن عباسؓ سے ایک شخص نے پوچھا،''کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسی مذاق بھی فرمایا کرتے تھے؟''انہوں نے کہا،''ہاں! آپ ہنسی مزاح بھی فرمایا کرتے تھے۔''(اخلاق النبی:ص،۱۷۶)

مذاق میں جھوٹ بولنا

آپؐ نے فرمایا ”آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولے اور دوسرے یہ کہ حق پر ہونے کے باوجود بحث ومباحثہ میں نہ پڑے۔“

پہلی چیز جس کا اس حدیث میں حکم دیا، وہ ہے جھوٹ چھوڑنا اور اس میں بھی خاص طور پر مذاق میں جھوٹ بولنے کا ذکر فرمایا، اس لئے کہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جھوٹ اسی وقت ناجائز اور حرام ہے جب وہ سنجیدگی سے بولا جائے اور مذاق میں جھوٹ بولنا جائز ہے۔ چنانچہ اگر کسی سے کہا جائے کہ تم نے فلاں موقع پر یہ بات کہی تھی، وہ تو ایسی نہیں تھی تو جواب میں وہ کہتا ہے کہ میں تو مذاق میں یہ بات کہہ رہا تھا۔ گویا کہ مذاق میں جھوٹ بولنا کوئی بری بات ہی نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”مومن ایسا ہونا چاہئے کہ اس کی زبان سے خلاف واقعہ بات نکلے ہی نہیں، حتیٰ کہ مذاق میں بھی نہ نکلے۔“ اگر مذاق اور خوش طبعی حد کے اندر ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ شریعت نے خوش طبعی اور مذاق کو جائز قرار دیا ہے بلکہ اس کی تھوڑی سی ترغیب بھی دی ہے۔ ہر وقت آدمی خشک اور سنجیدہ ہو کر بیٹھا رہے کہ اس کے منہ پر کبھی تبسم اور مسکراہٹ ہی نہ آئے، یہ بات پسندیدہ نہیں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق کرنا ثابت ہے لیکن ایسا لطیف مذاق اور ایسی خوش طبعی کی باتیں آپ سے منقول ہیں جو لطیف بھی ہیں اور ان میں کوئی بات خلاف واقعہ بھی نہیں۔

شوخی مزاج روح کے زندہ ہونے کی دلیل ہے

حضرت حکیم الامتؒ کے ماموں امداد علی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ”شوخی مزاج دلیل ہے روح کے زندہ ہونے اور نفس کے مردہ ہونے کی اور متانت دلیل ہے روح کے مردہ ہونے اور نفس کے زندہ ہونے کی، اس لئے اکثر اہل اللہ شوخ مزاج یعنی زندہ دل ہوتے ہیں۔“

(اشرف اللطائف فی الظرائف: ص ۲، ۵، ۷، ۹)

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے قصے سے حضورؐ کا مسکرانا

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''حضرت عبداللہ بن رواحہ اپنی بیوی کے ساتھ لیٹے ہوئے تھے وہاں سے اٹھ کر اپنی باندی کے پاس جو حجرہ کے گوشہ میں تھی تشریف لے گئے اور اس کے ساتھ مشغول ہو گئے۔ انکی بیوی گھبرائی، جب ان کو ان کے بستر پر نہ پایا اور وہ اپنی جگہ سے نکلیں اور انہیں جاریہ (باندی) کے ساتھ مشغول پایا تو اپنے کمرہ کی طرف لوٹیں اور چھری لے کر آئیں، اتنے میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ فارغ ہو چکے تھے، ان کو ملے پوچھا کیا بات ہے؟ ان کی بیوی نے کہا، اب پوچھتے ہو کیا بات ہے؟ اگر میں آپ کو اس جگہ پاتی جہاں میں نے آپ کو دیکھا تھا تو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان چھری گھونپ دیتی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے فرمایا تو نے مجھے کہاں دیکھا؟

ان کی بیوی نے کہا میں نے تم کو جاریہ کے ساتھ مبتلا دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے فرمایا کہ تو نے کیا کرتے دیکھا؟ حالانکہ حضور ﷺ نے ہم میں سے ہر آدمی کو حالت جنابت میں قرآن پڑھنے سے منع کیا ہے یہ سن کر ان کی بیوی نے کہا تو

اتـــا نـــا رسـول الله يتلـو كتــابــه

كـمــا لاح مشهـور مـن الـفـجـر سـا طع

انـی بــالهـدی بـعـد الـعـمـی فقلو بنـا

بــه مـوقـنــات ان مــا قــال واقـع

يبيـت يـجـا فـی جنبـه عن فـرا شـه

اذا استـثـقـلـت بــا الـمشـر كـيـن

ترجمہ اشعار:

۱: ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اللہ کی کتاب پڑھتے تھے جس طرح ہر پھیلی ہوئی مشہور صبح روشن ظاہر ہوتی ہے۔

۲: آپ ﷺ لوگوں کے اندھے پن کے بعد ہدایت لے کر آئے پس ہمارے دل آپ ﷺ کا یقین کرنے والے ہیں کہ جو کچھ آپؐ نے فرمایا ہے واقع ہونے والا ہے۔

۳: آپؐ اس طرح ساری رات (عبادت) میں گزار دیتے کہ آپ ﷺ کا پہلو آپ ﷺ کی خواب گاہ سے نہ

لگتا جبکہ مشرکین بستر پر لیٹے لیٹے ہار جاتے۔

یہ سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی بیوی نے کہا، میں اللہ پر ایمان لائی اور میں نے اپنی آنکھوں کی تکذیب (یعنی ان کی بیوی نے ان اشعار کو قرآن سمجھا اس سے یہ معلوم کرلیا کہ انہوں نے جاریہ کے ساتھ کچھ نہیں کیا)

حضرت عبداللہ بن رواحہ صبح صبح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع دی۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھیں نمودار ہوگئیں۔ (رواہ الدار قطنی کذا فی حیاۃ الصحابہ: ۳/ ۱۲)

ہنسی و مزاح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل

ہنسی و مذاق جس میں آپس میں محبت کے جذبات کو مستحکم کرنا ہو تو یہ مستحب ہے۔

ہنسی اور مذاق جس میں کسی کی دل شکنی اور ایذا رسانی کا پہلو نہ ہو بلکہ مخاطب کی دلبستگی و خوش وقتی اور آپس میں محبت و موانست کے جذبات کو مستحکم کرنا ہو تو یہ چیز سنت مستحبہ ہے۔ بعض لوگ سنجیدہ اور متین بنتے ہیں تو اتنے کہ خوش طبعی اور ظرافت ان سے کوسوں دور رہتی ہے اور بعض خوش طبع بنتے ہیں تو اس قدر کہ تہذیب و اخلاق ان سے کوسوں دور رہتی ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات و عمل سے ایک خاص معیار ہمیں اپنے سامنے رکھنا ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی (کبھی کبھی) مزاح و ظرافت کو اختیار فرماتے تھے۔ جس سے آپ کا مقصد مخاطب کی دل بستگی و خوش وقتی اور محبت و موانست کے جذبات کو مستحکم کرنا ہوتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن حارث ابن جزء فرماتے ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی اور شخص کو مسکراتے نہیں دیکھا۔'' (ترمذی)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''جب سے میں مسلمان ہوا ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مجھ کو منع نہیں فرمایا اور جب بھی آپ مجھ کو دیکھتے مسکرا دیتے۔'' (بخاری و مسلم)

جائز مزاح

جہاں تک خوش طبعی وخوشدلی کا تعلق ہے تو شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے ہنسی مذاق کرنا جائز ہے کیونکہ اس کے ذریعہ دلوں میں محبت بڑھتی ہے۔ جس طرح ایک دوسرے کو ہدیہ دینے، ایک دوسرے کے یہاں آنے جانے، دعوت کرنے یا دعوت کھانے سے محبت بڑھتی ہے، اسی طرح آپس کے تعلقات کو استوار کرنے اور محبت بڑھانے کا ایک ذریعہ خوش طبعی کے طور پر ایک دوسرے کے ساتھ مذاق کرنا بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہمارے لئے موجود ہے۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات سے عموماً اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے خصوصاً گھر میں ہنسی مذاق کیا کرتے تھے۔ اسی طرح صحیح حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ نے اصحاب میں سے بعض صحابہ کے ساتھ بھی مذاق کیا ہے۔

لیکن یہ بات اچھی طرح ذہن میں رکھنی چاہئے کہ ہنسی مزاح کی کچھ شرطیں، حدود وقیود اور آداب ہیں جن کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ اگر ان کا خیال نہ رکھا جائے تو پھر یہ ہنسی مذاق خوش دلی یا خوش طبعی سے نکل کر استہزاء اور مسخرہ پن میں شامل ہو جاتا ہے جو کہ کبیرہ گناہ ہے اور اس سے دوسروں کو تکلیف اور اذیت بھی ہوتی ہے اور دوسرے مسلمان کی تذلیل بھی۔

یہ ایک حقیقت ہے اور انسانی نفسیات کے ماہرین اور علماء نے بھی اسکو تسلیم کیا ہے اور اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ انسان کی طبیعت خوشی اور غم دونوں سے متاثر ہوتی ہے اور ان دونوں کے آثار اس کے چہرے سے نمایاں ہوتے ہیں۔ شریعت نے ان دونوں مواقع پر کچھ ایسی پابندیاں لگائی ہین کہ اگر ان کا خیال رکھا جائے تو خوشی اور غم دونوں مو قعوں پر انسان جو کچھ کرے، وہ اس کے لئے باعثِ اجر وثواب ہو جاتا ہے۔

اور اگر ان اسلامی حدود وآداب کا خیال نہ رکھا جائے تو غم بھی باعث الم اور باعث عذاب بن جاتا ہے اور خوشی بھی اللہ کی ناراضگی کا سبب بن جاتی ہے۔

. اسلام دین فطرت ہے۔ جس اس میں انسان کی تمام ضروریات کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ اس نے انسان کو ہنسی خوشی زندگی گزارنے کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ اس کی ترغیب اور تلقین بھی کی ہے لیکن ہم میں اور دوسروں میں فرق یہ ہے کہ مسلمان اپنی ہر حرکت کو قرآن وحدیث اور دین کی عینک اور زاویہ سے دیکھتے ہیں اور دوسرے لوگ اس چیز کا کوئی

خیال نہیں کرتے۔ انہیں قطعاً اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ ان کا مذہب اس بارے میں ان سے کیا مطالبہ کرتا ہے۔ ذہنی امراض کے ہسپتال کے معائنے کے لئے ہیلتھ سیکرٹری آیا ہوا تھا۔ ہسپتال کے تمام عملے سے ملاقات کے بعد اس نے ذہنی مریضوں سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ ایک وارڈ میں داخل ہونے کے بعد اس نے دیکھا کہ ایک نوجوان ڈاکٹر کو نشانہ بنا کر دھائیں کی آواز نکالتا۔ ڈاکٹر آنکھیں بند کر کے بستر پر گر جاتا۔ ہر دو چار منٹ کے بعد یہ منظر دوبارہ دیکھنے میں آتا۔ ہیلتھ سیکرٹری کچھ دیر تک تو یہ سلسلہ دیکھتا رہا، پھر میڈیکل سپرنٹنڈنٹ کے آفس جا کر اس نوجوان ڈاکٹر کو طلب کر لیا۔

''ہاں بھئی!'' سیکریٹری نے ڈاکٹر سے کہا ''کیا تم بھی ان مریضوں کے درمیان رہتے رہتے کسی نفسیاتی عارضے میں مبتلا ہو گئے ہو، جو ابھی وارڈ میں اس مریض کے علامتی پستول کی گولی کھا کر مرنے کی ایکٹنگ کر رہے تھے۔''

''نہیں جناب! ایسی کوئی بات نہیں''۔ ڈاکٹر نے مجبوری ولاچاری کے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ''مسئلہ یہ ہے کہ اگر میں اس کے پستول کے نشانے پر مرنے کی اداکاری نہ کروں تو وہ مریض اپنا پستول چھوڑ کر جوڈو کراٹے کے داؤ پیچ آزمانے لگتا ہے اور وہ ہمارے لئے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔''

ہمیں گمان ہے کہ یہ لطیفہ پڑھ کر آپ کے لبوں پر مسکراہٹ ضرور آئی ہوگی کہ لطائف کا بنیادی مقصد ہنسانا ہوتا ہے۔

طنز و مزاح اور ہنسی مذاق زندگی میں ایک خاص اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ ان کو اگر زندگی کی کتاب سے خارج کر دیا جائے تو صرف خشکی اور بوریت کا احساس باقی رہ جائے گا۔ آپ نے اکثر یہ نوٹ کیا ہوگا کہ ہنستے بولتے لوگوں کے درمیان آپ کا وقت زیادہ تیزی سے گزرتا ہوگا اور بات یہ ہے کہ کچھ لوگوں کی عادت اور فطرت میں ہی یہ چیز شامل ہو کہ وہ ہنسی مذاق پسند نہ کرتے ہوں۔ یہاں ایک بات کہ وضاحت ضروری ہے کہ ہنسی مذاق سے ہماری مراد شائستہ اور سلجھا ہوا طنز و مزاح ہے۔ غیر اخلاقی، بے معنی اور تکلیف دہ مزاح روح سے خالی ہوتا ہے اور سماج کے سطحی پن کو ظاہر کرتا ہے۔ اس وضاحت کے بعد طنز و مزاح اور ہنسی مذاق کی اہمیت دیکھی جائے تو وہ دو چند ہو جاتی ہے۔ اسی وضاحت اور اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے کئی ماہرین نفسیات کا خیال ہے کہ ''ہنسی بہترین طریقۂ علاج ہے''۔

ہنسنا اور مسکرانا چند اہم انسانی جذبات میں سے ایک ہے۔ اس کی مناسب موجودگی نہ صرف جسمانی بلکہ ذہنی صحت کے لئے بھی ضروری ہوتی ہے۔ ماہرین طب کی تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مسکراتے اور ہنستے چہرے کے عضلات کا کھنچاؤ کم ہوتا ہے۔ عضلات کشادہ اور آرام دہ صورت اختیار کرتے ہیں۔ چہرے کو دلکشی، رعنائی اور خوبصورتی

بخشتے ہیں۔ نیز عضلات کے فراخدلانہ استعمال سے خون کی روانی میں اضافہ ہوتا ہے، چہرے کی چمک اور شادابی بڑھتی ہے۔ ہنسنے سے گردن اور کندھوں کے پٹھے بھی مضبوط ہوتے ہیں۔

بے ساختہ ہنسی اعصابی تناؤ کو بھی کم کرتی ہے۔ ذہنی دباؤ، تفکرات و خدشات ہنسنے اور مسکرانے سے کم ہوتے ہیں۔ ہنسنے اور مسکرانے کا سب سے اہم نفسیاتی جز، اداسی اور مایوسی کے رُجحان میں کمی اور طبعیت میں بہتری لانا ہے۔ طبی اور نفسیاتی نقطۂ نظر سے کی جانے والی تحقیقات کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے کہ یاسیت (ذہنی تناؤ) یا ڈپریشن (Depression) کے باعث دماغ کے اندر پائے جانے والے مخصوص قسم کے نیورو ٹرانسمیٹر ز (Neuro Transmitters) کی تعداد میں کمی ہو جاتی ہے۔ اگر ہنسنے اور مسکرانے کے مواقع تواتر کے ساتھ ملتے رہیں تو یہ صورتحال کچھ وقت کے بعد دماغ کے اندر کم ہو جانے والے نیوروٹرانسمیٹر ز کی تعداد میں اضافے کا سبب بن جاتی ہے اور یہ اضافہ ڈپریشن کی علامتوں کو کم کرنے لگتا ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ ہنسنے اور مسکرانے کا فعل فطری اور قدرتی ہو، اگر کوئی بات بھی بے ساختہ طور پر ہنسانے کا باعث بنے تب بھی دماغ کے کیمیائی اجزاء میں تبدیلی ممکن ہے۔

اس بات کا انحصار آپ پر ہے کہ آپ کس حد تک اپنے آپ کو ہشاش بشاش اور ہنستا مسکراتا رکھ کر اپنے اعصابی تناؤ اور اداسی کے حملوں سے بچا سکتے ہیں۔ اداسی اور مایوسی کی ایک شکل ایسی ہوتی ہے جس کا تعلق براہ راست آپ کے ساتھ پیش آنے والے واقعات اور ارد گرد کے حالات سے ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر عزیز رشتہ دار کا انتقال، کوئی مالی نقصان، کسی امتحان میں ناکامی، کوئی جذباتی صدمہ، کوئی ناگہانی آفت یا بیماری کی وجہ سے پریشانی۔ اس نوعیت کی یاسیت اور اداسی جسے (Depression Reactive) بھی کہا جاتا ہے، نہ صرف فطری ہوتی ہے بلکہ ایک خاص وقت کے بعد خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔ البتہ ایسی حساس (Sensitive) شخصیات میں جو غم، دکھ اور درد کو ضرورت سے زیادہ (Percieve) کرتی ہوں، کسی موقع پر فطری یاسیت باقاعدہ بیماری کی شکل بھی اختیار کر لیتی ہے۔

مسکراہٹ خود کار انداز میں اس شخص کی یاسیت اور اداسی کی علامتوں کو کم کرنے لگے گی اور وہ شخص نہ چاہتے ہوئے بھی مایوسی کے اندھیروں سے باہر نکلنے لگے گا۔ ہنسنا اور مسکرانا آپ کا فطری حق ہے۔ دنیا کوئی طاقت آپ سے یہ حق نہیں چھین سکتی۔ ماسوائے ایک طاقت کے اور وہ طاقت آپ کے اپنے ذہن اور سوچ کی ہے۔ یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ اس طاقت کو اپنے فائدے کے لئے استعمال کرتے ہیں یا اسے استعمال نہ کر کے اپنی ذہنی صلاحیتوں کو نقصان

پہنچاتے ہیں۔

آپ کی مسکرہٹ دوسروں کے لئے قیمتی تحفہ ہے لیکن آپ کا اس پر کچھ خرچ نہیں آتا۔ آپ کی مسکراہٹ دوسروں کو بہت کچھ عطا کرتی، جس پر آپ کا خرچ نہیں آتا لیکن آپ کو اس تحفے کی کوئی قیمت ادا نہیں کرنا پڑتی۔ چہرے پر سجی، لبوں پر کھیلتی تبسم کی ہلکی سے چاندنی مایوسی کے اندھیروں میں امیدوں کے چراغ روشن کر دیتی ہے۔ آزمائش کی سخت ترین بھٹیوں سے گزرنے والے مردان کارزار کے لبوں پر کھلنے والی مسکراہٹ ان کے بلند ہمت وحوصلے کی آئینہ دار ہے۔ اٹھکیلیاں کرتی سچی مسکرہٹ اپنے مالک سے سچی محبت پیدا کرتی ہے۔ لوگ آپ کی مسکراہٹ کو دیکھ کر آپ کے بلند اخلاق اور اعلیٰ کردار کے ایسے معترف ہوتے ہیں کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ حوادث کا دھارا ایک مسکراہٹ کے ذریعے موڑا جا سکتا ہے۔ امنڈتے طوفانوں کو روکا جا سکتا ہے۔ اگر کسی کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں ہے تو اس پر افسوس ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ناشکرا ہے۔ اپنی تقدیر سے شکوہ کرنے والے رب کے فیصلوں پر کس طرح مطمئن رہ سکتے ہیں؟

اشعار سناؤ

امام زہریؒ سے منقول ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو فرماتے کہ ''اپنے اشعار سناؤ اپنے قصے سناؤ۔ اس لئے کہ کان تھک گئے ہیں اور دل بیزار ہو چکا ہے۔''

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ زہریؒ حدیث بیان کرتے پھر کہتے ''اپنے برتن (حافظے) لے آؤ، اپنے اشعار سناؤ، کوئی ایسی چیز سناؤ جو طبیعت ہلکی کر دے اور تمہاری طبیعت میں نشاط آ جائے۔ اس لئے کہ کان تھک جاتے ہیں اور دل الٹنے پلٹنے والا ہے۔''

مالک بن دینار سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا ''تم سے پہلے ایک شخص تھا، جب اس پر حدیث سننا بھاری ہونے لگتا تو وہ کہتا کہ باچھیں ڈھیلی ہو گئی ہیں اور دل اکتا گیا ہے کوئی قصہ سناؤ۔''

ابن زید سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھے میرے والد نے ارشاد فرمایا کہ عطاء بن یسار جب ہمیں کچھ بیان کرتے مجھے اور ابو حازم کو رلا دیتے تھے پھر ہمیں اور سناتے تو خوب ہنساتے، پھر کہتے کہ ایک مرتبہ ایسے اور ایک مرتبہ ویسے۔

ہنسنے کے آداب

جی ہاں! ہنسنے کے بھی کچھ آداب ہیں۔

ہنسنا انسانی فطرت ہے اور خوشی کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے۔ جب دل میں خوشی پیدا ہوتی ہے تو چہرے پر مسکراہٹ خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسرے مسلمان بھی اسے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ ہنسنے کے مندرجہ ذیل آداب ہیں۔

۱۔ جب کوئی خوشی کی بات پیدا ہو تو ہنسنا جائز ہے مگر منہ پھاڑ کر نہ ہنسا جائے بلکہ مسکرایا جائے۔

۲۔ زیادہ ہنسی سے غفلت آتی ہے، اس لئے بقدر ضرورت ہنسا جائے۔

۳۔ حدیث میں آیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کا منہ کھل جاتا ہو اور آپ کا تالو نظر آجاتا ہو بلکہ آپ تبسم فرمایا کرتے تھے۔ (شمائل ترمذی)

اس لئے اگر منہ ہنسی میں کھل بھی جائے تو اتنا نہ کھلے کہ تالو نظر آئے۔

۴۔ ہر ملنے والے سے خندہ پیشانی سے پیش آئیں۔ اگر بے ساختہ نہ مسکرا سکیں تو کم از کم تکلفاً ضرور مسکرائیں تاکہ آنے والا بھی خوش ہو۔

۵۔ بلاوجہ نہ ہنسیں اور نہ کسی کا مذاق اڑائیں۔ کسی کی تحقیر کی نیت سے نہ ہنسیں بلکہ کسی کی خوبی یا اچھے کام کو دیکھ کر ہنسنا چاہئے تاکہ دوسرا مسلمان خوش ہو۔

٦۔ بات بات پر ہنسنا بہتر نہیں کیونکہ زیادہ ہنسنے سے دل مر جاتا ہے اور غفلت چھا جاتی ہے۔

لوگوں میں سب سے زیادہ ہنس مکھ

حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ ہنس مکھ اور پاکیزہ نفس والے تھے۔ (فیض القدیر: ص ۱۷۹، کنز جدید: ۷/ ۱۴۰)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ پر مزاح تھے۔ (فیض القدیر: ص ۱۸۰)

فائدہ: آپ باطناً تو فکرِ آخرت میں رنجیدہ رہا کرتے تھے اور بظاہر مسکراتے نظر آتے تھے۔

(جمع الوسائل: ۲/ ۱۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی اور ظرافت کے چند واقعات

(۱) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ (ایک دن) ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کا ایک جانور مانگا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ''میں تمہیں اونٹنی کا بچہ دوں گا۔'' اس شخص نے عرض کیا ''حضورؐ میں اونٹنی کے بچہ کا کیا کروں گا؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اونٹ کو اونٹنی ہی تو جنتی ہے۔'' (ترمذی، ابوداؤد)

(۲) تفسیر مظہری نے بحوالہ بیہقی حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے۔ میرے پاس ایک بڑھیا بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے دریافت فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا میری رشتہ کی ایک خالہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مزاح کے فرمایا۔

لاتدخل الجنة عجوزاً

یعنی جنت میں کوئی بڑھیا نہ جائے گی۔ یہ بیچاری سخت غمگین ہوئی۔ بعض روایات میں ہے کہ رونے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تسلی دی اور اپنی بات کی حقیقت یہ بیان فرمائی کہ جس وقت یہ جنت میں جائے گی تو بوڑھی نہ ہوگی بلکہ جوان ہو کر داخل ہوگی اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

انا انشانا هن انشاء فجعلنهن ابكارا

یعنی وہ عورتیں جو دنیا میں بوڑھی یا بدشکل تھیں ان کے متعلق فرمایا کہ: ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا (یعنی) ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں۔ (ترجمہ تھانوی)

مراد یہ ہے کہ جنت کی عورتوں کی تخلیق اس شان کی ہوگی کہ وہ ہر صحبت و مباشرت کے بعد پھر کنواری جیسی ہو جائیں گی۔

(معارف القرآن: ج ۸)

(۳) حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپؐ چمڑے کے ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے میں نے آپ کو سلام کیا آپؐ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا اندر آجاؤ میں نے (مزاح کے طور پر) عرض کیا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سب کا سب اندر آجاؤں؟ آپؐ نے فرمایا: ''ہاں، سارے جسم کو اندر لے آؤ۔'' حدیث کے راوی عثمان بن عاتکہ کہتے ہیں کہ عوف بن مالکؓ نے یہ فقرہ اس لئے کہا تھا کہ خیمہ چھوٹا تھا۔ (ابوداؤد)

اللہ رب العزت ہم سب کو ان ہدایات و سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت عائشہؓ کی بات پر حضورﷺ کا مسکرانا

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضورﷺ بقیع سے لوٹے تو میرے سر میں درد تھا۔ میں کہہ رہی تھی، ''ہائے میرا سر، ہائے میرا سر'' آپؐ نے فرمایا، ''اے عائشہ! ہائے میرا سر'' (یعنی بطور مزاح فرمایا) پھر آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے کہا'' کوئی بات نہیں، اگر تو اس درد سر میں مرگئی تو میں تجھ کو کفن دوں گا اور تیری نماز جنازہ پڑھ کر تجھے دفن کردوں گا۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں'' میں نے کہا آپؐ یہ چاہتے ہیں کہ میرے بعد آپ میرے گھر میں اور بیوی لائیں گے؟ یہ سن کر حضورﷺ مسکرا دئے۔

(رواہ ابن ہشام فی سیرۃ النبی: ۴/ ۳۲۱)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریمؐ سفر میں چل رہے تھے ایک حدی خواں (حدی ان اشعار کو کہا جاتا ہے جنہیں پڑھنے سے اونٹ اور تیز چلتے ہیں)

حضورﷺ کی ازواج مطہرات کے اونٹوں کو حدی پڑھ کر آگے چلا رہا تھا اور یہ ازواج مطہرات آپؐ سے آگے آگے جا رہی تھیں۔ حضورﷺ نے حدی خواں کو فرمایا، ''اے انجشہ! تیرا بھلا ہو، ان کانچ کی شیشیوں کے ساتھ نرمی کرو، اونٹ کو زیادہ تیز نہ چلاؤ۔''

ایک آدمی نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ ''کیا حضورﷺ بھی مذاق کیا کرتے تھے؟'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''ہاں'' اس آدمی نے کہا کہ ''آپﷺ کا مذاق کیسا ہوتا تھا؟'' تو حضرت ابن عباسؓ نے حضورﷺ کا مذاق کا یہ قصہ سنایا کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک زوجہ محترمہ کو کھلا کپڑا پہننے کو دیا اور فرمایا پہن لو اور اللہ تعالی شکر ادا کرو اور نئی دلہن کی طرح اس کا دامن گھسیٹ کر چلو۔''

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ''بعض دفعہ حضورﷺ سجدے میں ہوتے، حضرت حسن یا حسین رضی اللہ عنہم میں سے کوئی ایک آکر حضورﷺ کی پشت مبارک پر سوار ہو جاتے، آپﷺ ان کی وجہ سے سجدہ لمبا فرما دیتے۔ بعد میں لوگ کہا کرتے یا نبیﷺ آپ نے بڑا لمبا سجدہ کیا؟ آپﷺ فرماتے، ''میرے بیٹے نے مجھے سواری بنالیا تھا، اس لیے مجھے جلدی اٹھنا اچھا نہ لگا۔''

(حیاۃ الصحابہ: ۲/ ۴۸۲)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضورﷺ سجدے میں ہیں، اتنے میں حضرت حسن بن علیؓ آکر آپﷺ کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے، آپﷺ نے ان کو نیچے نہ اتارا (بلکہ یوں ہی آپﷺ سجدے میں رہے) یہاں تک کہ وہ خود نیچے اترے اور کبھی آپﷺ ان کیلئے دونوں ٹانگیں کھول دیا کرتے اور وہ ایک طرف سے آکر

حضور ﷺ کے نیچے سے گزر کر دوسری طرف نکل جاتے۔

مزاح۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ''کیا اصحاب رسول اللہ ﷺ بھی مذاق کیا کرتے تھے؟'' انہوں نے فرمایا'' ہاں، وہ بھی ہنسی مذاق کرتے تھے لیکن ایمان ان کے دلوں میں پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط تھا۔''

حضرت بلال بن سعدؒ فرماتے ہیں کہ ''میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ وہ مقررہ نشانوں کے درمیان دوڑا کرتے تھے (جس طرح بچے اور نوجوان کھیل اور مشق کیلئے دوڑ میں مقابلہ کرتے ہیں) اور باہم ہنستے ہنساتے تھے لیکن جب رات ہو جاتی تو سب سے یک سو ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جاتے۔'' (مشکوٰۃ)

حضرت عائشہؓ نے فرمایا'' آپ ﷺ کا عمل تمہارے مردوں کی طرح ہوتا تھا لیکن آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ نفیس اور نرم خو، بہت ہنسانے اور مسکرانے والے تھے۔'' (کنز العمال: ۲۲۲/۷)

امام عامر بھی شراحیل شعبیؒ تابعی تھے اور تمام علوم میں یگانہ روزگار تھے لیکن اس علم و فضل کے باوجود بڑے خوش مزاج اور بذلہ سنج واقع ہوئے تھے۔

(۔ان سے ایک آدمی نے سوال کیا، ''ابلیس کی بیوی کا کیا نام ہے؟''

فرمانے لگے ''میں اس کی شادی میں شریک نہیں ہوا تھا، اس لئے اس کی بیوی کے نام کا علم نہیں۔''

صحابہؓ خوش مزاج تھے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ''اگر حضرت علیؓ میں مزاح نہ ہوتا تو میں اپنی حیات ہی میں ان کو خلیفہ بنا دیتا۔ مزاح سے جاہل لوگوں کے سامنے وقار جاتا رہتا ہے''

حضرت علیؓ خوش مزاج بہت تھے۔ اکثر ہنستے بولتے رہتے تھے اور یوں سب ہی حضرات صحابہؓ خوش مزاج تھے۔ میں نے حضرت عمرؓ کے دو شعر بھی دیکھے ہیں۔

ابوبکر حبا فی اللہ ما لا — واعتق من ذخائر بلا لا

وقد واصی السبتی بکل فضل — واسرع فی اجابة بلا لا

ایک مرتبہ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ و حضرت ابوبکرؓ کے درمیان چل رہے تھے۔ حضرت علیؓ چھوٹے قد کے تھے اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما وہ دونوں حضرات دراز قد تھے۔ حضرت علیؓ شاعر بھی تھے اور بڑے خوش مزاج بھی تھے اور عموماً شاعر خوش مزاج ہوتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا علی بیننا کالنونِ فی لنا حضرت علیؓ نے فی البدیہ جواب دیا: لو لا کنت بینکما الکنتما لا (انفاس عیسیٰ: ص ۹۳)

غیر شرعی ہنسی مذاق کی مذمت

آیت قرآنی:

(۱) اور یہ کافر لوگ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ سے ہنسی کرنے لگتے ہیں۔ (سورہ انبیاء: آیت ۳)

(۲) کوئی جماعت کسی کے ساتھ تمسخر و ٹھٹھا نہ کرے شاید وہ اللہ کے نزدیک ان سے بہتر ہوں۔

احادیث مبارکہ:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص دوسرے لوگوں کا مذاق اڑاتا ہے، آخرت میں اس کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا اور اس کی طرف بلایا جائے گا۔ جب وہ سرکتا سسکتا ہوا وہاں تک پہنچے گا تو دروازہ بند کر دیا جائے گا اسی طرح برابر جنت کے دروازے کھولے اور بند کئے جائیں گے یہاں تک کہ وہ مایوس ہو جائے گا اور بلانے پر دروازہ جنت کی طرف نہ جائے گا۔ بیہقی

(۲) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے کسی انسان کی نقل اتاری تو نبی کریمؐ نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ''مجھے تو کوئی بڑی دولت بھی کسی کی نقل اتارنے پر ملے تو میں کبھی نہ اتاروں۔'' (احیاء العلوم)

فائدہ: اس میں اشارہ اس کی طرف بھی ہوسکتا ہے کہ یہ گناہ ایسا بے لذت ہے کہ اس میں کوئی بھی فائدہ نہیں اور بالفرض کوئی فائدہ ہوتا بھی جب بھی اس کے پاس نہ جانا چاہیے۔

(۳) حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص کسی کو اس کے گناہوں پر عار دلائے، وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک اس گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔''

احمد بن آمین فرماتے ہیں کہ اس جگہ گناہ سے وہ گناہ مراد ہیں جن سے توبہ کر لی گئی ہو۔

(٤) ایک شخص کی ریح آواز کے ساتھ خارج ہوگئی، لوگ ہنسنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر خطبہ میں زجر و تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا ''جو کام تم سب خود بھی کرتے ہو، اس پر کیوں ہنستے ہو۔'' (احیاء العلوم)

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''آدمی وہ بات کرتا ہے جس سے اس کے پاس والے ہنسیں اور اس کے باعث دوزخ میں ثریا سے دور جا پڑتا ہے۔

(٦) حضرت قاسمؒ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی ایک سرخ اونٹ پر سوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوا اور سلام کیا، پھر جب اونٹ کو آگے بڑھانے کا ارادہ کیا کہ کچھ پوچھے تو اونٹ نے بھڑکنا شروع کیا، کئی بار ایسا ہوا، صحابہ یہ دیکھ کر ہنسنے لگے۔ آخر کار یہاں تک بھڑکا کہ وہ سوار اونٹ سے گرا اور مر گیا۔ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اونٹ نے اس اعرابی کو پٹخ دیا اور وہ مر گیا۔ آپ نے فرمایا "وہ مر گیا، مگر اس کا خون تمہارے منہ میں بھرا ہوا ہے۔" (احیاء العلوم: ص ۱۸۰)

(۷) حضرت انسؓ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب کوئی شخص اپنے مسخرے پن سے لوگوں کو ہنساتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر غصہ ہوتا ہے اور جب تک اس کو جہنم میں داخل نہ کر دے، راضی نہیں ہوتا۔" (بخاری و مسلم)

(۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اپنے بھائی سے نہ تو جھگڑا کرو، نہ اس سے ٹھٹھا کرو، نہ اس سے ایسا وعدہ کرو جس کی تم خلاف ورزی کرو۔ (ترمذی)

(۹) حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سب جگہوں سے زیادہ گناہ ابن آدم کے، اس کی زبان میں ہیں۔" (طبرانی)

(۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس شخص نے باوجود حق پر ہونے کے جھگڑے اور لڑائی کو ترک کر دینے کہ وجہ سے اپنے مطالبہ سے دست برداری کر لی تو میں اس کے لئے اس امر کا ذمہ دار ہوں کہ اس کا گھر جنت کے ابتدائی حصہ میں بنا دیا جائے اور جس شخص نے جھوٹ بولنا ترک کر دیا ہنسی مذاق، دل لگی میں بھی جھوٹ نہیں بولا، اس کے لئے میں ضمانت دیتا ہوں کہ اس کا گھر جنت کے بیچوں بیچ بنایا جائیگا اور جس شخص نے اپنے اخلاق کو درست کیا، اس کے لئے میں ضمانت دیتا ہوں کہ اسکا مکان جنت میں سب سے اونچی جگہ ہوگا۔ (ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذاق کا ایک واقعہ

حدیث شریف میں ہے کہ ایک صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت آئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ایک اونٹ دے دیجئے۔" اس زمانے میں اونٹ سب سے بڑی دولت ہوتی تھی اور مالداری کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ جس کے پاس جتنے زیادہ اونٹ ہوتے تھے، وہ اتنا ہی بڑا مالدار ہوتا تھا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں تمہیں اونٹنی کا بچہ دونگا۔ ان صاحب نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا، مجھے تو اونٹ چاہئے جو مجھے سواری کے کام آسکے۔" آپ نے فرمایا کہ "ارے جو بھی اونٹ ہوگا، وہ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوگا۔" (مشکوٰۃ: صفحہ ۴۱۶)

دیکھئے! آپ نے مزاح فرمایا اور خوش طبعی کی بات فرمائی لیکن حق بات کہی کوئی جھوٹ اور خلاف واقعہ بات نہیں کہی۔

حدیث میں خوش طبعی کی ترغیب

بہر حال یہ مذاق اپنی ذات میں برا نہیں بشر طیکہ حدود کے اندر ہو۔ آدمی ہر وقت ہی مذاق نہ کرتا رہے بلکہ کبھی کبھی مذاق اور دل لگی کرنی چاہئے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

﴿روحوا القلوب ساعة فساعة﴾

یعنی ''اپنے دلوں کو تھوڑے تھوڑے وقفے سے آرام دیا کرو۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی سنجیدہ کاموں میں لگا ہوا ہے تو تھوڑا وقت وہ ایسا بھی نکالے جس میں آزادی سے خوش طبعی کی باتیں بھی کرلے، گویا کہ یہ بھی مطلوب ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، لیکن اس کا خیال رہے کہ کسی بھی وقت منہ سے غلط بات نہ نکلے۔ بہر حال، جب مذاق میں جھوٹ بولنے کو منع کیا گیا ہے تو سنجیدگی میں جھوٹ بولنا کتنی بری بات ہوگی۔ مومن کی بنیادی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ اس کے منہ سے غلط بات نہیں نکلتی، حتی کہ جان پر مصیبت آجاتی ہے، اس وقت بھی مومن جھوٹ سے بچتا ہے حالانکہ شریعت نے اس کی اجازت دی ہے کہ جان بچانے کی خاطر اگر کوئی شخص جھوٹ بولے تو اس کی اجازت ہے لیکن جو اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں، اس وقت بھی .... ؟؟؟

خوشی ناخوشی کا اظہار چہرۂ مبارک سے ہوجانا

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی و ناخوشی کو چہرہ سے پہچان لیا جاتا۔ آپ خوش ہوتے تو چہرہ مبارک چمکنے لگتا۔ گویا کہ آپ کے چہرے پر در دیوار کا مثل آئینہ عکس نمودار ہوجاتا اور ناراض ہوتے تو غصہ کی وجہ سے چہرے کا رنگ متغیر ہوجاتا۔

(اخلاق: ص ۱۳۷)

فائدہ: حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب ناراض ہوتے تو چہرہ سرخ ہوجاتا۔ (اخلاق: ص ۱۴۱)

حضرت حافظ ضامن شہیدؒ اور دل لگی

تھانہ بھون کے اقطاب ثلاثہ مشہور ہوئے ہیں، ان میں سے ایک حضرت حافظ ضامن شہیدؒ تھے۔ بڑے درجہ کے اولیاء اللہ میں سے تھے۔ ان کے بارے میں بعض بزرگوں کا یہ مکاشفہ ہے کہ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف جو جہاد ہوا تھا، وہ اسی دولہا کی برات سجانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا تھا، لیکن ان کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی ان کی مجلس میں جا کر بیٹھتا تو دیکھتا کہ وہاں تو ہنسی مذاق اور دل لگی ہو رہی ہے۔ جب کوئی شخص ان کے پاس جاتا تو فرماتے کہ ''بھائی اگر فتویٰ لینا ہو تو دیکھو سامنے مولانا شیخ محمد تھانوی صاحب بیٹھے ہیں، ان کے پاس چلے جاؤ۔ اگر ذکر و اذکار سیکھنا ہو اور بیعت ہونا ہو تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ تشریف فرما ہیں، ان سے جا کر تعلق قائم کرلو اور حقہ پینا ہو تو یاروں کے پاس آ جاؤ۔'' اس طرح کی دل لگی کی باتیں کیا کرتے تھے، لیکن اس دل لگی کے پردے میں اپنے باطن کے مقام بلند کو چھپایا ہوا تھا۔

خدا کو پسند

مورق العجلی کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' اللہ تعالیٰ کو نرمی اور مسکراتا چہرہ، خندہ پیشانی بہت پسند ہے۔''

(بیہقی:۶/ ۲۵۴)

فائدہ: خدارسیدہ بندوں کی علامت ہے۔ جس کا دل اللہ کی معرفت سے پر اور بندوں کے کینہ سے پاک، جو اہل جنت کی خاص علامت ہے۔

حضرت محمد بن سیرینؒ اور قہقہے

حضرت محمد بن سیرینؒ جو بڑے درجے کے تابعین میں سے ہیں۔ ان کے حالات میں ان کے بارے میں کسی نے لکھا ہے کہ ''کنا نسمع ضحک فی النهار و بکاء باللیل'' یعنی دن کے وقت ہم ا[illegible] کے ہنسنے کی آوازیں سنا کرتے تھے اور ان کی مجلس [illegible] قہقہے گونجتے تھے اور رات کے وقت ان کے رونے [illegible] آوازیں آیا کرتی تھیں، اللہ تعالیٰ کے حضور جب سجدہ ریز ہوتے تو روتے رہتے تھے۔

ہنسی مزاح اوردل لگی کی شرعی حدود

قرآنی آیات:

(۱)" فتبسم ضاحکا من قولہا "

جب ایک چیونٹی نے (دوسری) چیونٹیوں سے کہا کہ اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں جا گھسو۔ کہیں تم کو سلیمانؑ اور ان کا لشکر بے خبری میں کچل نہ ڈالیں۔ سو سلیمانؑ اس کی بات سے مسکراتے ہوئے ہنس پڑے۔

(۲)" وامراتہ قائمۃ فضحکت "

یعنی ابراہیمؑ کی بیوی کھڑی تھیں، پس ہنسیں، سو ہم نے بشارت دی ان کو اسحاق کی اور اسحاق سے پیچھے یعقوب کی۔

احادیث مبارکہ:

(۱) حضرت اسید بن حضیرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص انصار میں خوش مزاج تھے۔ وہ ایک بار لوگوں سے باتیں کر رہے تھے ان کو ہنسا رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کوکھ میں ایک لکڑی جو آپ کے ہاتھ میں تھی (ہلکے سے) چبھودی۔ وہ شخص کہنے لگے "یا رسول اللہ ﷺ! مجھ کو بدلہ دیجئے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "بدلہ لے لو۔" انہوں نے عرض کیا کہ آپ کے بدن پر تو کرتہ ہے اور میرے بدن پر کرتہ نہ تھا۔" آپؐ نے اپنا کرتہ مبارک بدن سے اٹھادیا وہ شخص آپ سے لپٹ گئے اور آپ کی کوکھ کو بوسہ دینے لگے اور عرض کیا کہ "یا رسول اللہ ﷺ! بس میرا تو یہ مطلب تھا۔"

(ف) بعض نافہم ولایت وکمال کے لئے یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ بالکل مردہ ہو جائیں اور ان میں کوئی عادت بشریہ نہ رہے۔ حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خوش طبعی اگر اعتدال کے ساتھ ہو قولاً یا فعلاً اس طرح سے کہ نہ دوسرے کی تحقیر ہو، نہ اس کو ایذاء دینا مقصود ہو تو یہ کمال اور بزرگی کے منافی نہیں، خاص کر جب یہ مقصود ہو کہ اس سے دوسرے کی تطییب خاطر ہوگی یا اس سے بڑھ کر یہ کہ دوسرا بے تکلف ہو کر دل کھول کر دین کی بات پوچھ سکے گا،" تو اس صورت میں تو ایک گونہ عبادت ہو جائے گی۔" (التکشف: ص ۶۳۴)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ صحابہؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ ہم سے مذاق بھی فرما لیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ہاں ہاں مگر میں کبھی غلط بات نہیں کہتا۔"

(ف) صحابہؓ کے سوال کا منشاء یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاق سے منع بھی فرما رکھا تھا اور ویسے بھی بڑائی کی شان کے خلاف ہے کہ یہ وقار کو گراتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "میری خوش طبعی اس میں داخل نہیں۔"

یاد رکھو! کثرت مزاح جو باعث قساوت قلب بن جائے یا اللہ جل شانہ کے ذکر وفکر سے روک دے یا ایذاء مسلم کا سبب بن جائے یا وقار وہیبت گرادے، اس سب ممانعت ہے اور جو ان سب سے خالی ہو، محض دوسرے کی دلداری اور اس کے انبساط کا سبب ہو، وہ مستحب ہے۔ (شمائل ترمذی: ص ۲۲۴)

قہقہہ کی تحقیق اور اسکا حکم

اندازہ لگائیے کہ قہقہہ جوزور سے منہ کھول کر ہنسنے کو کہتے ہیں، اس کو اردو میں بھی قہقہہ ہی کہتے ہیں اور غالباً ہنسنے کے تین درجے ہیں۔ ایک درجہ وہ ہے کہ جس میں ہنسنے اور خوش ہونے کا اظہار صرف آپ کے چہرہ سے ہوتا ہے۔ جس کو عربی میں تبسم اور اردو میں مسکراہٹ کہتے ہیں۔ دوسرا درجہ وہ ہے کہ جس کو ہنسنا کہتے ہیں۔ اس میں یہ ہوتا ہے کہ انسان کے دانت نظر آتے ہیں، منہ کھل جاتا ہے مگر اس میں ہنسنے کی آواز نہیں ہوتی، اس کو اردو میں ہنسنا اور عربی میں ضحک کہتے ہیں۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ انسان اس طریقہ پر ہنسے کہ اس کا منہ بھی کھل جائے، دانت بھی نظر آجائیں اور ساتھ ساتھ ہنسنے کی آواز بھی پیدا ہو۔ اس کو عربی میں اور اردو دونوں زبانوں میں قہقہہ کہتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر قہقہہ نہیں لگایا۔ معلوم ہوا کہ قہقہہ اسلام میں کوئی پسندیدہ فعل نہیں ہے لیکن پھر بھی اگر کسی نے قہقہہ لگایا تو اسلام کی نظر میں کوئی بڑا جرم اور عیب نہیں ہے مگر اللہ کے رسول نے فرمایا کہ ''اگر یہی قہقہہ کسی نے قبرستان کے اندر لگایا تو اللہ کی نظروں میں وہ سب سے زیادہ برا ہے۔'' اس کی وجہ یہ ہے کہ قبرستان کی فضا یہ ہے کہ وہاں کے قبروں کے نشانات کو دیکھ کر آنکھوں سے آنسو بہنے چاہئیں۔ پھر بھی اگر کسی کو وہاں ہنسی آتی ہے تو تعجب کی بات ہے اور اسکا مطلب یہ ہے کہ اس کا دل انتہائی سخت ہو گیا ہے۔ اسی لئے میں نے عرض کیا کہ بعض اوقات کسی سرزمین اور کسی مقام اور جگہ کا تقاضا ایسا ہوتا ہے کہ بعض باتیں دوسری جگہوں کی بہ نسبت وہاں زیادہ بری ہوتی ہیں۔ مثلاً اگر آپ اپنے گھر میں جھوٹ بولیں تو یہ بھی برا ہے لیکن وہی جھوٹ اگر خدا کے گھر میں بولیں تو اور زیادہ برا ہے۔ اسی طریقہ سے کسی کی غیبت کرنا، کسی سے لڑنا اور گالی گلوچ کرنا یہ باتیں ایسی ہیں کہ بازاروں کے اندر بھی اسلام نے ان کو پسند نہیں کیا، لیکن اگر یہی باتیں کسی نے مسجد کے اندر کیں تو اس نے زیادہ بڑا گناہ کیا۔ ایک تو یہ کہ اس نے خود فعل گناہ کا ارتکاب کیا اور دوسرا گناہ کہ اس نے مسجد کے احترام کو پامال کیا۔

تعارف کرایا گیا تو لوگوں نے کہا کہ (اس کا تعارف وحلیہ) سب یہ ہے تو ابن عائشہ نے کہا کہ اس کے محکوم نفس پر یہ بات تنگ ہوگئی اور ہنسی کا زیادہ ہونا کم ہوگیا، اگر اس کو تم علیحدہ کروگے، ایک جال سے دوسرے جال پر لے جاؤ گے تو وہ اسی کی تنگی سے لمبے لمبے سانس لے گا اور یہ سب پریشانی صرف ایک خوشی سے دور ہو جائے گی۔

اصمعی کہتے ہیں میں نے رشید کو کہتے سنا، نادر باتیں ذہن کو تیز کرتی ہیں اور کانوں کو کھول دیتی ہیں۔

حماد بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے تھے ''ظرافت کو مردوں میں سے صرف واقعی مرد پسند کرتے ہیں اور مردوں میں سے عورتیں ہی اسے ناپسند کرتی ہیں۔''

فصل ...... جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء خود بھی لہو مباح میں حصہ لیتے تھے، جس سے طبیعت کو نشاط حاصل ہوتا ہے گویا کہ وہ طبیعت ہی کا حصہ ہے۔ ابو فراس کہتے ہیں۔

مزاح کی حکمتیں

اروح القلب بعض الھزل

''بعض مذاق کی باتوں سے میں اپنے دل کو راحت پہنچاتا ہے۔''

تجاھلا منی بغیر الجھل

''بغیر جاہل بنے، تجاہل عارفانہ کے ساتھ''

امزح فیہ مزح اھل الفضل

فصل ...... اگر کوئی شخص یہ کہے کہ احمقوں اور مغفلین کی شکایات کا تذکرہ ہنسی کا موجب ہے اور وہ آپ کو نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد بھی روایت کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''بیشک کوئی شخص جو ایسی بات کرے تا کہ اپنے ہم نشینوں کو ہنسائے تو اس کی بات اسے ثریا سے بھی دور پھینک دیتی ہے۔''

اسکا جواب یہ ہیکہ یہ جھوٹے قصوں پر محمول ہے۔ یہی تشریح ایک حدیث سے معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:

''ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو لوگوں کو جھوٹی بات سناتا ہے تا کہ انہیں ہنسائے'' اور انسان کے لئے کبھی کبھی یہ بھی جائز ہے کہ وہ بعض اوقات ایسی بات کہے جس سے کسی کو ہنسانا مقصود ہو۔

مسلم شریف کی ایک حدیث میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

''میں نبی کریم ﷺ کو ہنسانے کے لئے باتیں کرتا تھا۔ میں نے کہا اگر میں دیکھوں کہ زید کی بیٹی (عمرؓ کی بیوی) مجھ سے نفقہ کا مطالبہ کر رہی ہے تو میں اس کا گلا گھونٹ دوں۔ تو آپ ﷺ یہ سن کر ہنس پڑے۔''

ہنسی مذاق اس شخص کے لئے مکروہ ہے جو لوگوں کو ہنسانا اپنی عادت بنالے اس لئے کہ تھوڑا بہت ہنسنا مذموم نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ بھی کبھی کبھی ہنستے تھے حتیٰ کہ آپ کے نوکیلے دانت (انیاب) نظر آنے لگتے۔ آپ ﷺ خود زیادہ ہنسنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ اس بارے میں آپ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔

''زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔''

اور بعض اوقات ان جیسی چیزوں سے خوشی حاصل کرنا کھانے میں نمک کی طرح پر لطف ہوتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسی مزاح فرمانے کی حکمتیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مزاح فرماتے تھے اس میں بھی حکمت تھی۔

(۱) ایک حکمت تو تطییب قلب اصحاب تھی اور دوستوں کا دل خوش کرنا بھی عبادت ہے۔ حضرت مولانا فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں دیر تک بیٹھے رہے اور باتیں کرتے رہے۔ آخر میں حضرت سے عرض کیا کہ ''آج میں نے حضرت کا وقت ضائع کیا، حضرت کی عبادت میں خلل ڈالا۔'' حاجی صاحب نے فرمایا کہ ''کیا نفلیں ہی پڑھنا عبادت ہے۔ دوستوں سے باتیں کرنا عبادت نہیں؟ یہ تم نے کیا کہا کہ وقت ضائع کیا۔ نہیں بلکہ یہ سارا وقت عبادت میں گزارا۔'' اسی طرح حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ صبح کی نماز کے بعد بعض دفعہ مصلے پر بیٹھے رہتے تھے اور اشراق کے وقت تک دوستوں سے باتیں کرتے تھے۔ عام آدمی تو یہ سمجھتا ہوگا کہ یہ وقت عبادت سے خالی گزرا مگر مولانا اس کو بھی عبادت میں مشغول سمجھتے تھے کیونکہ تطییب قلب مومن بھی عبادت ہے۔ پس ایک حکمت تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح میں صحابہ کی دلداری کی تھی۔

(۲) دوسری حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رعب و جلال اس درجہ کا عطا فرمایا تھا کہ ہرقل و کسریٰ اپنے تخت پر بیٹھے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے تھرتھراتے تھے۔ حدیث میں ہے **''نصرت بالرعب مسیرۃ شھر''** اللہ نے میری مدد رعب سے بھی کی ہے جو ایک مہینہ کی مسافت تک پہنچا ہوا ہے یعنی اس مخلوق پر بھی رعب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طاری تھا جو بقدر ایک مہینہ کی مسافت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور تھی، پاس والوں کا تو کیا ذکر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو بڑی چیز ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامان کے نام سے بھی سلاطین کانپتے تھے۔

(۳) مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف سلطان نہ تھے بلکہ رسول بھی تھے اور رسول کا کام ہے کہ امت کی ظاہری و باطنی اصلاح کرنا جس کے لئے افادہ و استفادہ کی ضرورت ہے اس طرح کہ مستفیدین کا دل مربی سے کھلا ہوا ہوتا کہ وہ بے تکلف اپنی حالت کو ظاہر کر کے اصلاح کر سکیں اور جس قدر رعب و جلال خدا تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا، وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو استفادہ سے مانع ہوتا تھا۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گاہ گاہ اس مصلحت سے مزاح فرماتے تھے کہ صحابہ کے دل کھل جائیں اور وہ ہر وقت مرعوب رہ کر اپنے دل کی باتوں کے بیان کرنے سے نہ رکیں اور یہ مسلّم نہیں کہ ہر مزاح خلاف وقار ہے۔ خلاف وقار صرف وہ مزاح ہے جس میں کوئی مصلحت و حکمت نہ ہو

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح سے آپ کے وقار وعظمت میں کمی نہ آتی تھی بلکہ صرف اس کا اثر یہ تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلوب میں انشراح پیدا ہوتا اور وہ انقباض جاتا رہتا تھا۔ جو غایت رعب کی وجہ سے قلوب میں عادتاً پیدا ہوتا ہے جس کا ثمرہ یہ تھا کہ قلوب میں آپ کی محبت جاگزیں ہوتی تھیں۔ اگر آپ مزاح نہ فرماتے تو صحابہ کے اوپر آپ کے وقار وعظمت میں کچھ بھی کمی نہ ہوتی بلکہ پہلے سے بھی زیادتی ہوتی کیونکہ پہلے تو وقار وعظمت کا منشاء صرف خوف تھا۔ اب محبت وخوف دونوں مل کر کام کرنے لگے۔ اگر کوئی یوں کہے کہ مزاح سے تو خوف زائل ہوجاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وہاں ہوتا ہے جہاں مزاح کرنے والے میں شان رعب کم ہو اور وہ مزاح کثرت سے کرے اور اگر شان رعب بہت زیادہ ہو جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت حدیث میں وارد ہے اور مزاح بھی کثرت سے نہ ہو تو اس صورت میں مخاطب بے خوف نہیں ہوسکتا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کس درجہ تھی اور جب کبھی کسی بات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آجاتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیا حالت ہوتی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے قوی القلب اور شجاع بھی تھرا جاتے تھے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عاجزانہ التجا کرنے لگتے تھے۔

مالداروں پر فضیلت

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تم مالداروں پر سبقت حاصل نہ کرسکو گے لیکن تم چہرے کی بشاشت اور حسن اخلاق سے آگے بڑھ جاؤ گے۔

(بیہقی فی الشعب: ۶/۲۵۴، حاکم: ۱/۱۲۴)

خندہ پیشانی کو معمولی نہ سمجھو

حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''نیکی کو معمولی یا حقیر مت سمجھو اگرچہ اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ چلنا ہی کیوں نہ ہو۔ (ترغیب: ص ۴۲۱، مسلم)

اصحاب کی مزاحیہ گفتگو

حضرت صہیبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی پاک ﷺ کے پاس آیا، آپ کے سامنے روٹی اور کھجور رکھی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''قریب ہو جاؤ اور کھاؤ'' میں نے کہا۔ دوسری طرف آنکھ سے کھا رہا ہوں۔ یعنی جدھر آشوب چشم نہیں۔ اس پر آپ ﷺ مسکرا دیئے۔ (ابن ماجہ: ص ۲۴۶، اتحاف: ۷/ ۵۰۴)

مزاح کے متعلق کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

صحابہ میں کبھی جب رعب دہشت کا اثر پاتے
تو خوش طبعی بھی کرتے مگر حق بات فرماتے
نہ کوئی لفظ لایعنی زبان پر لاتے
ثواب و اجر کی جو بات ہوتی تھی، وہ فرماتے

حضرت خوات بن جبیرؓ روایت کرتے ہیں کہ ''ایک دفعہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ الظہران میں مقیم تھا۔ ایک دن میں خیمہ سے باہر نکلا اور کچھ عورتوں کو آپس میں باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر میں ان کے قریب چلا گیا، وہ باتیں مجھے پوری طرح سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ میں پھر خیمہ میں واپس آیا اور ایک چادر لے کر اس کی اوڑھنی بنائی اور ان عورتوں کے پاس جا بیٹھا اور ان کی باتیں دلچسپی سے سننے لگ گیا۔ اسی دوران آنحضرت ﷺ ادھر سے گزرے، انہیں دیکھ کر میں نے ایک طرف کھسکنے کی کوشش کی لیکن آپؐ نے مجھے دیکھ لیا اور فرمانے لگے، ''اے ابو عبداللہ! تو ادھر کیا کر رہا ہے۔''

میں نے خوفزدہ ہو کر بہانہ بنایا کہ ''میرا اونٹ سرکش ہو رہا ہے، اس کے لئے رسی ڈھونڈ رہا ہوں۔'' اس وقت تو آپؐ نے مجھے کچھ نہ کہا لیکن کچھ دیر کے بعد میں پھر ان کے سامنے گیا تو انہوں نے فرمایا، ''اے ابو عبداللہ! تیرے اونٹ کی سرکشی اور وحشت کا کیا ہوا؟'' میں شرمندہ ہو کر چپ ہو گیا اور اسی ندامت کے تحت مدینہ میں پہنچ کر میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کو ترک کر دیا۔ ایک دن میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ آپ ﷺ تشریف لے آئے اور نماز پڑھنے لگ گئے آپؐ نے صرف دو رکعت ادا کیں لیکن میں نے دیدہ و دانستہ اپنی نماز کو لمبی کر دی تا کہ حضورؐ چلے جائیں لیکن آپؐ نے میرا ارادہ بھانپ لیا اور فرمانے لگے۔

''اے ابو عبداللہ! نماز جتنی لمبی کرنی ہے کر لے، اٹھ کر جانے والا میں بھی نہیں، جب تک تو نماز نہ ختم کر لے اور سلام نہ پھیر لے۔''

میں نے نماز ختم کر لی اور سلام پھیرا تو آپ ؐ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔

''وعلیکم السلام اے ابو عبداللہ! تیرے اونٹ کی سرکشی کا کیا ہوا؟''

میں نے عرض کیا ''قسم ہے مجھے اس ذات اقدس کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا، میرے اونٹ کی سرکشی ختم ہوگئی ہے۔'' یہ سن کر آپ ﷺ مسکرادئے اور فرمایا! ''اللہ تم پر رحم کرے۔''

(۳)۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گیارہ عورتوں کا قصہ سنایا۔ یہ حقیقت میں حضور ﷺ نے ان سے دل لگی کی جس کا مقصد غالباً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو خوش کرنا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کہتی ہیں کہ ''ایک مرتبہ گیارہ عورتیں یہ معاہدہ کر کے بیٹھیں کہ ہر ایک اپنے اپنے خاوند کا پورا پورا حال سچا سچا بیان کر دیں، کچھ چھپائیں نہیں۔ ان کے خاوند دوسری جگہوں پر اپنی اپنی ضروریات کیلئے گئے ہوئے تھے۔ دل بہلانے کے لئے باتیں شروع ہوگئیں اور یہ معاہدہ قرار پایا کہ ہر عورت اپنے خاوند کا صحیح حال بیان کرے۔

پہلی عورت نے کہا کہ میرا خاوند ناکارہ دبلے اونٹ کے گوشت کی طرح ہے، گویا گوشت کا ایک ٹکڑا صرف وہ بھی اونٹ کا جو زیادہ مرغوب بھی نہیں ہوتا اور گوشت بھی سخت دشوار گزار پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہو کہ نہ پہاڑ کا راستہ سہل ہے جس کی وجہ سے دقت اٹھا کر اس کے اتارنے کی کوشش کی جائے اور اس کو اختیار کیا جائے۔

دوسری عورت نے کہا کہ میں اپنے خاوند کی بات کہوں تو کیا کہوں، اس کے متعلق کچھ کہہ نہیں سکتی۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر اس کے عیوب شروع کروں تو پھر خاتمہ کا ذکر نہیں۔ اگر کہوں تو ظاہری اور باطنی سب ہی کہوں، مطلب بہت خراب ہے اور سراپا عیب ہے۔

تیسری نے کہا کہ میرا شوہر بہت زیادہ لمبے قد کا آدمی ہے۔ اگر چپ رہوں تو ادھر میں لٹکی رہوں۔ یعنی وہ مرد بے وقوف بدخلف اور بدصورت تھا۔

چوتھی عورت نے کہا کہ میرا خاوند تہامہ کی رات کی طرح معتدل مزاج ہے نہ گرم ہے، نہ ٹھنڈا۔ نہ اس سے کسی قسم کا خوف ہے نہ ملال۔ یعنی نہ زیادہ چاپلوسی کرتا ہے نہ ہی بیزار رہتا ہے۔

پانچویں عورت نے کہا کہ میرا خاوند جب گھر آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے اور جب باہر جاتا ہے تو شیر بن جاتا ہے اور جو کچھ گھر میں ہوتا ہے، اس کی تحقیق نہیں کرتا۔ (اس کی بات میں شوہر کی تعریف اور مذمت دونوں مطلب ہو سکتے ہیں)

چھٹی بولی کہ میرا خاوند اگر کھاتا ہے تو سب نمٹا دیتا ہے اور جب پیتا ہے تو سب چڑھا جاتا ہے۔ جب لیٹتا ہے تو اکیلا ہی کپڑے میں لپٹ جاتا ہے۔ میری طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھاتا جس سے میری پراگندگی معلوم ہو سکے۔ (اس کے کلام

میں بھی مذمت وتعریف دونوں موجود ہیں لیکن پانچویں کے مقابلہ میں اس میں مذمت زیادہ ظاہر ہے۔)

ساتویں کہنے لگی کہ میرا شوہر نامرداور اتنا بے وقوف کہ بات بھی نہیں کرتا۔ دنیا میں جو کوئی بھی بیماری کسی میں ہوگی، وہ اس میں موجود ہے۔ اخلاق ایسے کہ میرا سر پھاڑ دے یا بدن زخمی کر دے یا دونوں ہی کر گزرے۔

آٹھویں عورت نے کہا کہ میرا خاوند چھونے میں خرگوش کی طرح نرم ہے، مزاج ہے سخت اور بدخو نہیں ہے۔

نویں عورت نے کہا کہ میرے خاوند کا نام مالک ہے۔ مالک کا کیا حال بیان کروں، وہ ان سب سے جواب تک کسی نے تعریف کی ہے یا ان تعریفوں میں سے جو میں بیان کروں گی، بہت زیادہ قابل تعریف ہے۔ اس کے اونٹ بکثرت ہیں جو اکثر مکان کے قریب بٹھائے جاتے ہیں۔ چراگاہ چرنے کے لئے کم جاتی ہے، وہ اونٹ جب باجہ کی آواز سنتے ہیں تو سمجھ لیتے ہیں کہ اب ہلاکت کا وقت آ گیا۔

گیارہویں عورت ام زرعہ نے کہا کہ میرا شوہر ابوزرعہ تھا۔ ابوزرعہ کی کیا تعریف کروں۔ زیوروں سے میرے کان جھکا دئے اور چربی سے میرے بازو پر کر دیئے۔ مجھے ایسا خوش وخرم رکھا کہ میں پسند اور عجب میں اپنے آپ کو بھلی لگنے لگی۔ مجھے اس نے ایسے غریب گھرانہ میں پایا تھا جو بڑی تنگدستی کے ساتھ چند بکریوں پر گزارہ کرتے تھے اور وہاں سے ایسے خوش حال خاندان میں لے آیا تھا، جن کے یہاں گھوڑے اور اونٹ، کھیتی کے بیل اور اسان یعنی ہر قسم کی ثروت موجود تھی۔ اس سب کے باوجود اس کی خوش خلقی کہ میری کسی بات پر بھی مجھے برا نہیں کہتا تھا۔ میں دن چڑھے تک سوتی رہتی تو کوئی جگا نہیں سکتا تھا۔ کھانے پینے میں ایسی ہی وسعت کہ میں سیر ہو کر چھوڑ دیتی تھی اور ختم نہ ہوتا تھا۔

ابوزرعہ کی ماں، بھلا اس کی کیا تعریف کروں۔ اس کے بڑے بڑے برتن ہمیشہ وسیع رہتے تھے۔ اس کا مکان نہایت وسیع تھا۔ ابوزرعہ کا بیٹا اس کا کیا کہنا، وہ بھی "نور علی نور" ایسا پتلا دبلا چھیرے بدن کا کہ اس کے سونے کا حصہ (یعنی پسلی وغیرہ) ستی ہوئی ٹہنی یا ستی ہوئی تلوار کی طرح سے باریک، بکری کا ایک دست اس کا پیٹ بھرنے کے لئے کافی۔

ابوزرعہ کی بیٹی، بھلا اس کی کیا بات، ماں کی تابعدار باپ کی فرماں بردار، موٹی تازی سوکن کی جلن تھی۔ یعنی سوکن کو اس کے کمالات سے جلن پیدا ہوتی۔

ابوزرعہ کی باندی کا کمال کیا بتاؤں، ہمارے گھر کی بات کبھی بھی باہر جا کر نہیں بتاتی تھی۔ کھانے تک کی چیز بھی بلا اجازت خرچ نہیں کرتی تھی۔ گھر میں کوڑا کباڑ نہیں ہونے دیتی تھی، مکان کو صاف وشفاف رکھتی تھی۔ ہمارے یہ حالات تھے لطف سے دن گزر رہے تھے کہ ایک دن صبح کے وقت جب کہ دودھ کے برتن ابالے جا رہے تھے، ابوزرعہ گھر سے نکلا کہ راستہ میں ایک عورت سے ملاقات ہوئی جس کی کمر کے نیچے چیتے جیسے دو بچے اناروں سے کھیل رہے تھے (یعنی

عورت کے دونوں پستانوں سے کھیل رہے تھے) پس وہ کچھ ایسی پسند آئی کہ مجھے طلاق دیدی اور اس سے نکاح کرلیا اس کے بعد میں نے ایک سردار شریف آدمی سے نکاح کرلیا جو شہسوار ہے اور سپہ گر ہے اس نے مجھے بڑی نعمتیں دیں اور ہر قسم کے جانور، اونٹ، گائے، بکری وغیرہ وغیرہ ہر چیز میں سے ایک ایک جوڑا مجھے دیا اور یہ بھی کہا ام زرعہ خود بھی کھا اور اپنے میکے میں جو چاہے بھیج دے لیکن بات یہ ہے کہ اگر اس کی ساری عطاؤں کو جمع کروں تب بھی ابوزرعہ کی چھوٹی سے عطا کے برابر نہیں ہوسکتی۔''

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ سنا کر مجھ سے یہ ارشاد فرمایا کہ ''اے عائشہؓ! میں بھی تیرے لئے ایسا ہی ہوں جیسا کہ ابوزرعہ ام زرعہ کے لئے۔'' دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''مگر میں تجھے طلاق نہیں دوں گا۔'' طبرانی کی روایت میں حضرت عائشہؓ نے اس پر فرمایا کہ ''حضرت ابوزرعہ کی کیا حقیقت ہے، میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ میرے لئے اس سے بہت زیادہ بڑھ کر ہیں۔''

مسکراتے سلام کی فضیلت

حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسکراتے چہرے کے ساتھ سلام کرو۔ صدقہ کا ثواب ہے۔''

(بیہقی فی الشعب: ۲۵۳/۶)

حضور ﷺ کے مذاق کا دوسرا واقعہ

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک خاتون حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا کہ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لئے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالی مجھے جنت میں داخل فرمادیں۔'' آپ ؐ نے فرمایا کہ ''کوئی بوڑھی جنت میں نہیں جائی گی۔'' جب آپ ؐ دیکھا کہ ''وہ پریشان ہورہی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ''میرا مطلب یہ ہے کہ کوئی عورت بڑھاپے کی حالت میں جنت میں نہیں جائے گی بلکہ جوان ہوکر جائے گی۔'' (مشکوہ: صفہ ٤١٦)

دیکھئے! آپ نے مذاق فرمایا اور خوش طبعی کی بات کی لیکن اس میں کوئی جھوٹ اور غلط بیانی کا پہلو نہیں تھا۔ یہ مذاق کرنا بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، لہٰذا جب کوئی شخص اتباع سنت کی نیت سے مذاق کرے گا تو انشاء اللہ اس پر ثواب کی بھی امید ہے۔ ہمارے جتنے بزرگ گزرے ہیں، ان سب کا حال یہ تھا کہ ان میں سے کوئی بھی خشک مزاج نہیں تھا، ایسا خشک مزاج کہ بت بنا بیٹھا ہو اور زبان پر خوش طبعی کی بات ہی نہیں آتی بلکہ یہ حضرات اپنے ساتھیوں سے خوش طبعی کی اور دل لگی کی باتیں بھی کیا کرتے تھے اور بعض بزرگ تو اس بارے میں مشہور تھے۔ لیکن اس خوش طبعی اور مذاق میں جھوٹ نہیں ہوتا تھا اور جب اللہ تعالی کسی پر اپنا فضل فرماتے ہیں تو اس کی زبان اس طرح کر دیتے ہیں کہ اس زبان پر کبھی جھوٹ کی کوئی بات آتی ہی نہیں، نہ مذاق میں نہ ہی سنجیدگی میں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مٹی پر لیٹے ہوئے دیکھا، ان کے رخساروں پر بھی مٹی لگی ہوئی تھی۔ آپ ؐ نے انہیں ابوتراب کا لقب دے دیا جو آج تک کتابوں میں موجود ہے۔ اسی طرح ایک دیہاتی صحابی زاہر ؓ کے متعلق فرمایا (جو آپ ؐ کے لئے دیہات کے پھل اور سبزیاں لایا کرتے تھے اور جواباً حضور ؐ انہیں شہر کی چیزیں مثلاً کپڑے وغیرہ عنایت فرمایا کرتے تھے) ''زاہر ہمارا دیہات اور ہم اس کا شہر ہیں۔ ایک موقع پر حضرت زاہر کو آپ ؐ نے دیکھا کہ شہر میں اپنی سبزیں فروخت کر رہے ہیں۔ آپ ؐ دبے قدموں ان کے عقب میں گئے اور ان کی آنکھوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا اور فرمانے لگے! ''کوئی ہے جو اس غلام کو خریدے؟'' حضرت زاہر ؓ نے عرض کیا، ''حضور! میری قیمت تو بہت کم لگے گی!'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! ''مگر اللہ کے نزدیک تو بیش بہا ہے۔''

ایک دفعہ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا ''مجھے معلوم ہے کہ سب سے آخر میں جہنم سے نکل کر جنت میں جانے والا شخص کون ہوگا۔ ایک شخص جہنم سے گھسٹتا ہوا نکلے گا۔ اللہ تعالی اس سے فرمائے گا کہ جنت میں چلے جاؤ۔ وہ جنت کی طرف جائے گا تو اسے ایسا لگے گا کہ جنت بھر گئی ہے۔ وہ واپس آ کر عرض کرے گا۔ جا کر تو دیکھو۔ وہ دوبارہ جاوے گا۔ اس بار بھی اسے محسوس ہوگا کہ جنت میں اب جگہ نہیں بچی ہے۔ وہ واپس آ کر عرض کرے گا۔ اے میرے رب! جنت میں اب کوئی جگہ

نہیں ہے۔ اللہ تعالی فرمائے گا، تم جنت میں جاؤ، وہاں تمھارے لئے دنیا کے برابر اور اس کا دس گنا ہے۔ وہ عرض کرے گا۔ اے اللہ! آپ شہنشاہ ہو کر مجھ سے مذاق کرتے ہیں۔'' حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ یہ فرماتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

ایک مرتبہ ایک بدو مدینہ منورہ آیا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ان کے پیچھے نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنے گاؤں واپس جانے کیلئے اونٹنی پر سوار ہو گیا اور جاتے جاتے سر اوپر اٹھا کر بلند آواز سے کہنے لگا!'' اے رب ذوالجلال! مجھ پر اور اپنے رسول ﷺ پر رحم فرما اور ہم دونوں کے علاوہ اس فضل وکرم میں اور کسی کو شریک نہ کر۔'' آنحضرت ﷺ یہ سن کر مسکرائے اور اپنے صحابہ سے مناسب ہو کر فرمانے لگے!'' تم نے سنا! اس نے کیا کہا؟ تم اس دیہقانی اور اونٹ میں سے کسے زیادہ ناسمجھ کہو گے۔''

ایک صحابی دور دراز کے سفر کے بعد مدینے واپس آئے تو وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا!'' یارسول اللہ ﷺ! سفر کے دوران ایک بت نے مجھے بہت فائدہ دیا۔'' یہ سن کر صحابہ کرامؓ نے ان کی طرف حیرانگی سے دیکھا اور پوچھا!'' وہ کس طرح؟ وہ بولے!'' سفر پر روانہ ہونے سے پہلے میں نے ستوؤں کو گوندھ کر ایک بت بنا لیا، دوران سفر جب میری اشیاء خورد ونوش ختم ہو گئیں تو میں اس بت کو تھوڑا تھوڑا توڑ کر کھاتا رہا، اس طرح وہ بت دوران سفر میرے بہت کام آیا۔''

یہ سن کر آپؐ اور تمام صحابہ کرامؓ مسکرا اٹھے۔

ایک دفعہ ایک نابینا آپ ﷺ کی خدمت حاضر ہوا اور عرض کیا:'' یارسول اللہ ﷺ! کیا میں جنت میں داخل کیا جاؤں گا؟''

آپؐ نے فرمایا! بھائی!'' کوئی نابینا جنت میں نہیں جائے گا'' وہ یہ سن کر نہایت دکھی ہوئے۔'' حضور ﷺ نے تبسم فرمایا اور فرمانے لگے،'' بھائی! کوئی نابینا جنت میں داخل نہیں ہوگا، سب کی آنکھیں روشن ہوں گی۔''

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ کو اپنی زلفیں ترشوانے کی ضرورت پڑی تو ایک صحابی نے اپنی خدمات پیش کیں۔ آپؐ نے انہیں اجازت دے دی۔ وہ استرا لے کر آپؐ کے سامنے بیٹھے تو حضور ﷺ نے انہیں فرمایا!'' اللہ کے رسول نے اپنے کان کی نوک تک تمہیں اس حالت میں اختیار دے دیا ہے جبکہ تمہارے ہاتھ میں استرا ہے۔''

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بچپن میں بھی بہت خوبصوت تھے۔ ایک دفعہ وہ آنحضرت ﷺ کے سامنے بیٹھے

تھے، آپؐ انہیں دیکھ کر مسکرائے اور بی بی عائشہؓ سے فرمایا:

''عائشہ رضی اللہ عنہا! اگر یہ لڑکی ہوتی تو میں اس کو خوب زیور پہناتا، بنا تا سنوارتا پھر اس کے حسن و جمال کی شہرت ہوتی اور دور و نزدیک کے لوگ اس کے رشتے کے لئے پیغام بھیجتے۔''

صحابہ کرامؓ میں سے حضرت نعمان بن عمرو انصاریؓ بہت ہی خوش مزاج بذلہ سنج اور زندہ دل تھے۔ ایک موقع پر ان کے چند تعلق داروں نے ان سے کہا کہ ''بہت دنوں سے اونٹ کا گوشت نہیں کھایا، اس کے کھلانے کی کوئی صورت پیدا کرو۔ اتفاق سے اس دن ایک مہمان اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ میں وارد ہوا، اونٹ کو درخت سے باندھا اور خود آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری دینے چلا گیا۔ حضرت نعمانؓ نے سوچا گوشت کھانے کا یہ اچھا موقع ہے۔ حضور پاک ﷺ نہایت شفقت اور رحم والے ہیں، ہم نیازمندوں کی طرف سے اونٹ کی قیمت ادا کر دیں گے۔ چنانچہ چند دیگر صحابیوں کے تحریک دلانے پر انہوں نے اونٹ ذبح کیا، سب میں گوشت تقسیم کیا اور خود جا کر حضرت بی بی ضباعہؓ کے گھر چھپ گئے۔ وہ مہمان حضور پاک ﷺ سے رخصت لے کر واپس آیا اور اونٹ کی جگہ اس کا ڈھانچہ نظر آیا تو اپنا سر پیٹ کر رہ گیا اور زور زور سے کہنے لگا، ''ہائے میں لٹ گیا۔'' حضور ﷺ نے اس کی فریادیں سنیں تو باہر تشریف لے آئے۔ دریافت کرنے پر اصل واقع سے باخبر ہوئے تو پوچھا! ''نعمان کدھر ہے؟''

ایک صحابی نے عرض کیا، ''آپ کے چچا کی بیٹی کے گھر چھپا ہوا ہے،'' آپؐ وہاں تشریف لے گئے تو وہاں پر موجود ایک صحابی نے زور سے کہا! ''یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اسے نہیں دیکھا لیکن ساتھ ہی اس طرف اشارہ کر دیا جہاں وہ چھپے بیٹھے تھے۔ آپؐ نے انہیں جا کر پکڑ لیا اور پوچھا ''کس نے تمہیں ایسا کرنے پر آمادہ کیا؟''

وہ بولے! ''یا رسول اللہ ﷺ! یہ جو آپؐ کے ساتھ بہت سے لوگ کھڑے ہیں، یہ سب اس عمل میں میرے ساتھ شریک ہیں اس وقت تو یہ سب مجھ سے کہہ رہے تھے کہ ابو القاسم محمد ﷺ رحمتِ جہاں ہیں، وہ اس اونٹ کی قیمت خود ادا کر دیں گے لیکن اب یہ سب ہی لاتعلق ہو کر خاموش کھڑے ہیں۔'' آپؐ یہ سن کر مسکرا دیے اور اونٹ کے مالک کو اس کی قیمت ادا کر دی۔ حضرت عوف بن مالکؓ فرماتے تھے! ''غزوہ تبوک کے موقع پر آپؐ ایک تنگ سے خیمے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے خیمہ کے قریب پہنچ کر باہر ہی سے سلام عرض کیا اور اندر آنے کی اجازت مانگی، آپؐ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا اندر آ جاؤ۔ میں نے عرض کیا! ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا پورے کا پورا اندر آ جاؤں؟'' آپؐ نے جواباً فرمایا! ''ہاں! پورے اندر آ جاؤ۔''

میں اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ آپؐ مسکرا رہے تھے۔

اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹ

عبداللہ بن البسر المازنیؓ فرماتے ہیں کہ "میری والدہ نے مجھے انگور کا خوشہ دے کر بھیجا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دے آؤ۔ میں نے اسے (بجائے آپ کو دینے کے) کھالیا۔ میری والدہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے تو نہیں ملا۔ اسکے بعد جب بھی مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو (مزاحا) فرماتے۔ دھوکا، دھوکا۔" (یعنی اس وقعہ کی جانب اشارہ کر کے مزہ لیتے) (سبعی الہدی والسلام: ۱۱۵/۷)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مزاحاً فرمایا۔ "اے دو کان والے۔" ابو اسامہ راوی نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ مزاحاً فرمایا تھا۔ (شمائل)

فائدہ: کان تو سب کے دو ہوتے ہیں مگر آپؐ نے ان سے یہ جملہ بطور مزاح کے فرمایا تھا۔ مزاح درست ہے۔ اس طرح بچوں میں بڑوں سے رابطہ محبت اور جوڑ پیدا ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف جو لوگ رعب و دبدبہ ظاہر کرتے ہیں، ان سے بچے دور رہتے ہیں، جس سے بڑوں کے اوصاف ان میں نہیں پیدا ہوتے اور تعلیم و تربیت سے محروم رہتے ہیں۔

دیکھئے! مزاح بھی اور حقیقت بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاح میں بھی سچ فرمایا۔ سائل اس لطیف اور باریک بات کو سمجھ نہ سکا۔ اس حدیث میں علاوہ مزاح کے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ دوسرے کی بات کمال غور و فکر سے سننی اور سمجھنی چاہئے۔ (خصائل: ص ۲۷۹)

اس سے یہ غلط فہمی بھی دور ہوگئی کہ لوگ یہ کہتے اور سمجھتے ہیں کہ جب تک جھوٹ اور دھوکا نہیں، مزاح پر لطف نہیں ہوتا۔ سو یہ غلط ہے۔ بلا وجہ گناہ معصیت کا ارتکاب قساوت قلب اور گناہ کبیرہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلالؓ سے محبت فرماتے اور ان سے مزاح فرماتے۔ (سبل الہدی: ص ۱۱۶)

ابو الورد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو سرخ ہو رہا تھا یعنی جسم یا چہرے پر خون کی لالی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مزاحا) فرمایا "تم تو گلاب کے بھی باپ ہو۔"

(اخلاق النبی۔ سبل الہدی: ۱۱۶/۷)

فائدہ: یعنی زیادہ لال و سرخ مثل گلاب کے ہونے کی وجہ سے آپ نے مزاح کے طور پر گلاب کے ساتھ تشبیہ

دیتے ہوئے گلاب فرمایا۔ یہ راوی ابوالورد کے والد ہی کا واقعہ ہے۔ انکا رنگ سرخ وسفید تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے ابوالورد سے فرمایا۔ چنانچہ یہ اسی کنیت سے مشہور ہوئے۔

حضرت ام ایمن ایک مرتبہ آپ ﷺ کی خدمت میں آئیں اور کہا "میرے شوہر آپ کو بلا رہے ہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "کون، وہی جسکی آنکھ میں سفیدی ہے۔" انہوں نے کہا "اے اللہ کے رسول! قسم خدا کی اس کی آنکھ میں سفیدی نہیں ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں اس کی آنکھ میں سفیدی ہے۔" انہوں نے کہا "نہیں خدا کی قسم۔" تب آپ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو۔"

(اتحاف: ۷/ ۵۰۰، سبل الہدی: ۷/ ۱۱٤)

فائدہ: سفیدی سے انہوں نے آنکھ میں بیماری والی سفیدی سمجھا۔ اسی وجہ سے قسم کھاتے ہوئے انکار کیا۔ دیکھئے! آپ نے مذاق کیا مگر کیسا سچ اور حق تھا۔

حضرت سفینہؓ فرماتے ہیں کہ (سفر کے موقعہ پر) لوگوں کو سامان کا بہت بوجھ ہوگیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنی چادر بچھاؤ اور آپ ﷺ نے سب سامان چادر میں ڈال دیا۔ پھر آپ نے فرمایا "اٹھاؤ، تم سفینہ کشتی ہو۔" چنانچہ اس کے بعد حضرت سفینہ کا یہ حال ہوا کہ ایک اونٹ دو اونٹ کا بوجھ لادلیتے۔ یہاں تک کہ سات اونٹ کا سامان لادلیتے تو بھی بوجھ نہ ہوتا۔ (مسند احمد، مجمع: ۹/ ۳٦٦)

سفینہ یہ آپ کے خادم تھے۔ آپ نے ان کو مزاحاً سفینہ بمعنی کشتی فرمایا اور لوگوں کا بوجھ لاددیا۔ آپ ﷺ کے اس فرمانے کی برکت سے کہ تم کشتی ہو، ایک کشتی کا بوجھ اپنے اوپر لادلیتے۔ چنانچہ ۷ اونٹ کے برابر بھی بوجھ لادلیتے تو گرانی نہ ہوتی۔

واقعہ نمبر ۳: ضحاک بن سفیان کلابیؓ نہایت بدصورت آدمی تھے، جب وہ بیعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت عاشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی وہاں موجود تھیں، اس وقت پردہ فرض نہ ہوا تھا۔ بیعت کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ "میرے پاس دو بیبیاں اس سرخ عورت یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اچھی ہیں اگر آپ نکاح کریں تو ایک کو میں آپکے واسطے بھیج دوں" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پوچھا کہ "وہ خوبصورت ہیں یا کہ تم" انہوں نے کہا کہ "میں ان سے کہیں اچھا ہوں۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سوال وجواب سے ہنس پڑے کہ ایسی صورت ہونے پر اپنے آپ کو خوبصورت کہتا ہے۔

حضرت نعمان بازار میں جب کوئی اچھی چیز دیکھتے تو دوکاندار سے ادھار لے لیتے اور آنحضرت ﷺ کی

خدمت میں پیش کر دیتے۔ جب کچھ دن گزر جاتے اور دوکاندار ادھار کی ادائیگی کے لئے اصرار کرتا تو اسے ساتھ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور عرض کرتے!''میں نے جو فلاں چیز آپؐ کی خدمت میں نذر کی تھی، اس کی رقم اس دکاندار کو عطا فرما دیجئے۔'' آپؐ فرماتے! لیکن وہ چیز تو تم نے مجھے ہدیتاً دی تھی'' وہ عرض کرتے ''قسم ہے مجھے اپنے رب کی، میں جب کوئی اچھی چیز بازار میں دیکھتا ہوں تو اسے آپؐ کی خدمت میں پیش کرنے کیلئے بے قرار ہو جاتا ہوں لیکن جیب میں رقم نہ اس وقت موجود ہوتی ہے نہ اب ہے، اس لئے اب آپؐ ہی یہ رقم ادا کر دیں، آپؐ یہ سن کر مسکرا دیتے اور رقم ادا کر دیتے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ہم پر بہت شفقت فرمایا کرتے تھے اور جب گھر تشریف لے آتے تو میرے کمسن بھائی ''عمیر'' سے باتیں کرتے رہتے، عمیرؓ نے ایک خوبصورت پرندہ (نغیر) پال رکھا تھا' جس کے ساتھ انہیں بہت پیار تھا، وہ پرندہ مر گیا تو معصوم عمیر بہت دکھی ہوئے۔ اسی دن آنحضرت ﷺ ان کے گھر گئے عمیرؓ کو مغموم دیکھا تو ان کی والدہ سے پوچھا! آج عمیرؓ بہت خاموش ہے۔'' ان کی والدہ نے عرض کیا!'' آج اس کا ''نغیر'' مر گیا ہے'' یہ سن کر آپ ﷺ نے عمیرؓ کو اپنے پاس بلایا' شفقت سے اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا ''اے عمیر! کہاں ہے تیرا نغیر''۔ پھر جب بھی انہیں دیکھتے' مسکرا کر خوش طبعی کے طور پر یہی خوبصورت اور ادیبانہ انداز کا فقرہ دہراتے اور پھر یہ فقرہ ایسے موقعوں پر کثرت سے استعمال ہونے لگ گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چونکہ سب بیبیوں سے کم عمر تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انکی عمر کے موافق ان سے دل لگی فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ دوڑے بھی ہیں۔ چونکہ حضرت عائشہ بچی اور چھریرے بدن ہلکے بدن کی تھیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی عمر کے تھے، آپ کا جسم بھاری ہو چکا تھا۔ اس دوڑ میں حضرت عائشہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نکل گئیں۔ کچھ عرصہ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پھر ایک مرتبہ دوڑے۔ اس مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے کیونکہ اب حضرت عائشہ کا بدن بھاری ہو گیا تھا۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ نکل سکیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اس کا بدلہ ہے کہ تم پہلے آگے نکل گئیں تھیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ''ایک روز آپ میرے گھر میں تھے اور بی بی سودہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھیں۔ میں نے حلوہ تیار کیا اور سودہؓ سے کہا کہ کھاؤ۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا، میں نے کہا کھاؤ تو کھاؤ نہیں تو تمہارے منہ پر مل دوں گی۔ انہوں نے کہا، میں تو نہیں کھاؤں گی۔ میں نے پیالہ میں سے لے کر ان کے منہ پر لگا

دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں کے بیچ میں بیٹھے تھے، اپنا پاؤں ہٹالیا تاکہ وہ بھی اپنا بدلہ مجھ سے لیں، انہوں نے پیالے میں ہاتھ ڈال کر میرے منہ پر پھیر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہنستے رہے۔''

(احیاء العلوم::نمبر ۱۸۲)

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا!''قیامت کے دن ایک شخص کو بارگاہ الٰہی میں لایا جائے گا۔ اللہ تعالی فرشتوں سے فرمائے گا کہ اس کے سامنے اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کرو۔ اس وقت اس کے بڑے بڑے گناہ چھپالئے جائیں گے۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ تم نے فلاں دن یہ گناہ کیا تھا، وہ انکار نہ کر سکے گا۔ اقرار کرتا جائے گا۔ ساتھ ہی اسے یہ خوف بھی لاحق ہوگا کہ ابھی تو بڑے بڑے گناہوں کا حساب باقی ہے۔ پھر اللہ تعالی فرمائے گا کہ اسے اس کی ہر برائی کے بدلے ایک نیکی کا اجر دے دو یہ الطاف وعنایات الٰہی دیکھ کر وہ بول اٹھے گا کہ میرے اور بھی بہت سے گناہ ہیں جو میں یہاں نہیں دیکھ رہا ہوں۔'' حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں:''میں نے دیکھا کہ یہ فرماتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ (ترمذی)

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک صحابی حاضر ہوئے اور اپنے ایک گناہ پر شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے بخشش کے طلب گار ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا!''اس کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کردو۔ انہوں نے عرض کیا!''مجھے دو وقت کی روٹی میسر نہیں، ساٹھ مسکینوں کو کھانا کہاں سے کھلاؤں۔''

اتفاقاً اسی وقت حضور ﷺ کی خدمت میں کہیں سے کھجوروں کا تحفہ آیا۔ آپؐ نے انہیں فرمایا!''یہ کھجوریں لے جاؤ اور مسکینوں میں تقسیم کردو، کفارہ ادا ہوجائیگا۔'' وہ صحابی عرض گزار ہوئے!''اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، اس وقت سارے مدینے میں مجھ سے زیادہ کوئی محتاج نہیں۔'' آپؐ یہ سن کر مسکرا دیئے اور فرمانے لگے!''تم ہی لے جاؤ اپنے گھر والوں میں بانٹ دو۔''

خوات بن جبیر انصاریؓ ابن کعب کی عورتوں میں مکہ معظمہ کی راہ بیٹھے ہوئے تھے، آنحضرت ﷺ کا گزر اس طرف ہوا، پوچھا تم ان عورتوں میں کیوں بیٹھے ہو۔''انہوں نے عرض کیا کہ''میرے پاس اونٹ شریر طبیعت والا ہے۔ اس کے لیے رسی بنوا رہا ہوں'' آپؐ اپنے کام کو تشریف لے گئے۔ جب وہاں سے پھرے تو پھر ان سے فرمایا کہ اونٹ نے اب تک شرارت نہیں چھوڑی۔'' خوات کہتے ہیں کہ مجھے شرم آ گئی اور چپ ہو رہا اور اس کے بعد جہاں آپ کو دیکھتا شرم کے مارے بھاگ جاتا، یہاں تک کہ مدینہ میں آ کر میں مشرف باسلام ہوا۔ ایک روز میں نماز پڑھ رہا تھا آپؐ تشریف لائے اور میری طرف بیٹھ گئے۔ میں نے بڑی رکعتیں

پڑھنی شروع کیں، آپؐ نے فرمایا ''طویل نماز مت پڑھو، میں تمہارا منتظر ہوں۔'' جب میں نے سلام پھیرا تو آپؐ نے فرمایا کہ ''اس اونٹ نے اب تک شرارت نہیں چھوڑی'' میں مارے شرم کے کچھ نہ کہہ سکا۔ آپؐ تشریف لے گئے مگر میرا یہ حال تھا کہ آپؐ سے بھاگتا پھرتا تھا۔ ایک روز آپؐ دراز گوش پر سوار مجھ کو ملے۔ دونوں پاؤں مبارک ایک ہی طرف کو رکھے ہوئے تھے فرمایا کہ ''اے ابوعبداللہ! اب تک اونٹ نے شرارت چھوڑی کہ نہیں؟'' میں نے عرض کیا ''قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول برحق کیا ہے جس روز سے مسلمان ہوا ہوں، اس روز سے کبھی بدذاتی نہیں کی'' آپؐ نے فرمایا! ''اللہ اکبر، اللہ اکبر، الٰہی! اس شخص کو ہدایت فرما'' اللہ تعالیٰ نے انکو ہدایت دی اور بڑے اچھے مسلمان ہوئے۔ (احیاء العلوم: ۱۸۳)

عامر بن سعدؓ کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ ''حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق کے دن ہنسے حتیٰ کہ آپؐ کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔'' عامرؓ کہتے ہیں کہ ''میں نے پوچھا کہ کس بات پر ہنسے تھے؟'' انہوں نے کہا کہ ''ایک کافر ڈھال لئے ہوئے تھا اور سعد گو بڑے تیر انداز تھے لیکن وہ اپنی ڈھال کو ادھر ادھر کر لیتا تھا جس کی وجہ سے اپنی پیشانی کا بچاؤ کر رہا تھا، گویا مقابلہ میں حضرت سعدؓ کا تیر لگنے نہیں دیتا تھا حالانکہ حضرت سعدؓ مشہور تیر انداز تھے۔ سعدؓ نے ایک مرتبہ تیر نکالا اور اس کو کمان میں کھینچ کر انتظار میں رہے، جس وقت اس نے ڈھال سے سر اٹھایا، فوراً ایسا تیر لگایا جو پیشانی سے چوکا نہیں اور وہ فوراً گر گیا کہ ٹانگ بھی اوپر کو اٹھ گئی، بس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قصہ پر ہنسے۔'' (۲۱۹) (شمائل ترمذی)

کسی دعوت کی مجلس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مع دیگر صحابہ کرامؓ چھوہارے کھا رہے تھے اور گٹھلیاں حضرت علیؓ کے سامنے پھینکتے جاتے تھے۔ کھانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا ''اف! آپ نے اتنے چھوہارے کھائے کہ گٹھلیوں کا انبار لگا پڑا ہے۔'' حضرت علیؓ نے کہا ''جی ہاں! مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ چھوہارے گٹھلیوں سمیت کھا گئے۔''

حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت میں عرب کے ایک رئیس نے درخواست کی کہ ''مجھے بصرہ میں بنوانا ہے۔ مجھے سالم کھجور کے بیس ہزار درخت تعمیر مکان کے سلسلہ میں درکار ہیں، ان کی بہم رسانی میں میری امداد فرمائی جائے'' آپ نے درخواست کی پشت پر لکھوایا ''کیا تم بصرہ میں گھر بنانا چاہتے ہو یا بصرہ کو اپنے گھر میں بسانا چاہتے ہو۔''

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کی کہ ''حضور مجھے فلاں شخص نے دھوکہ دیا ہے لہٰذا میرا حق مجھے دلوائیں۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا ''جا بھاگ جا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

چھوٹے قد کے آدمی کسی سے دھوکہ نہیں کھاتے۔ چونکہ تو بھی چھوٹے سے قد کا ہے۔ اس لئے تو ہرگز دھوکہ نہیں کھا سکتا'' اس آدمی نے کہا'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سر آنکھوں پر اور حضور کا ارشاد بجا لیکن حضور جس شخص نے مجھے دھوکہ دیا ہے، وہ مجھ سے بھی چھوٹے قد کا ہے'' یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ مسکرائے اور دونوں کے درمیان مناسب فیصلہ کر دیا۔ (مخزن اخلاق: ۵۴۰)

ارشاد باری تعالیٰ ہے (رمضان المبارک میں)'' کھاؤ پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے سفید دھاگہ کالے دھاگے سے ممتاز ہو جائے۔'' یہ آیت سن کر ایک صحابیؓ نے اس کا ظاہری معنی سمجھا اور اس پر عمل کرتے ہوئے سفید اور کالا دھاگہ لے کر تکیے کے نیچے رکھ دیا۔ سحری کے وقت اس کو بار بار دیکھنے لگے۔ جب ان کو الگ الگ نظر آنے لگا تو انہوں نے روزہ بند کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس مسئلہ کو پیش کیا تو آپؐ نے ہنس کر فرمایا...... ''تیرا تکیہ بہت وسیع ہے کہ اسمیں پوری افق سما گئی۔'' حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر خوش خلق اور خوش مزاج تھے۔ ایک دفعہ آپؐ نے مجھ کو ایک دن کسی کام کے لئے بھیجا۔ میں نے کہا میں تو نہیں جاتا اور دل میں یہ تھا کہ جہاں حکم دیا، وہاں جاؤں گا۔ یہ بچپن کا اثر تھا، میں وہاں سے نکلا تو بازار میں کھیلنے والے لڑکوں پر گزرا، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے آ کر گردن پکڑ لی۔ میں نے آپؐ کو دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا، تم جہاں میں نے کہا تھا جا رہے ہو۔ میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں جا رہا ہوں۔'' (مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو گود میں لئے ان کے سامنے اپنی زبان نکال رہے تھے اور وہ زبان مبارک کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے تھے، اتنے میں عتبہ بن بدر فزاری نے کہا کہ'' میرے جولڑکا ہوتا ہے میں تو کبھی پیار نہیں کرتا'' آپؐ نے فرمایا...... جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔'' (احیا العلوم: نمبر ۳)
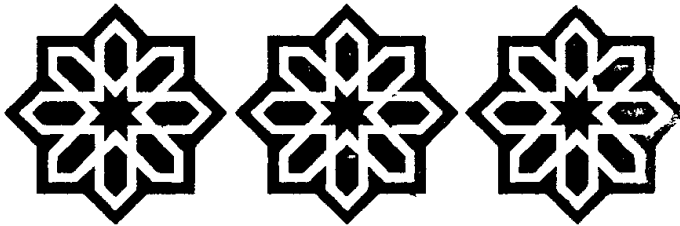
فلسطین کے معروف شہر خان یونس کے جنوب میں ایک چھوٹی سی بستی ہے جہاں فلسطینی زیادہ تر کاشتکاری کرتے ہیں۔ وہ اپنے کھیتوں سے ہی اپنے گھر کا نظام چلاتے ہیں۔ اسرائیلی فوجیوں نے کریک ڈاؤن کر کے بستی کے تمام نوجوانوں کو گرفتار کرلیا ہے اور یہ جوان جیلوں میں بند ہیں۔ بڑھاپے کا سہارا جب چھن جائے تب احساس ہوتا ہے، اس سے قبل محسوس نہیں ہوتا ہے۔ اس بستی کا ایک بزرگ محمد عماد تھے ان کی عمر کوئی ۷۰ سال ہوگی۔ کاشت کاری کا موسم آن پہنچا ہے بزرگ پریشان ہیں کہ اب کون کاشت کرے گا اور ہم کھانا کھائیں گے کیونکہ ان کے جوان بیٹے کو اسرائیلی فوجی پکڑ کر لے گئے تھے۔ بوڑھا باپ جس کی جوان بچیاں بھی گھر میں تھیں اور پوتے بھی جو چھوٹے تھے وہ کام کے قابل نہ تھے۔ وہ کھیتوں میں چلا گیا لیکن اس سے ایک انچ زمین نہ کھودی گئی۔ پریشانی کے عالم میں اس نے اپنے رب کے حضور دعا کی کہ اے اللہ میری مدد فرما۔

دعا کے بعد بوڑھا باپ بیٹھ کر بیٹے کو خط لکھنے لگا۔ خط میں اس نے بیٹے کو لکھا کہ میں بہت مشکل مین ہوں آپ ہی میرا آخری سہارا تھے جو کاشت کاری کرتے تھے اور ہمارا گزر بسر ہوتا تھا تم جیل چلے گئے ہو اب ہمارا پیٹ کیسے بھرے گا۔ خط لکھ کر اس نے اپنے بیٹے کو جیل کے پتہ پر بھیج دیا۔ جب یہ درد بھرا خط بیٹے کو جیل میں ملا تو اس نے پڑھنے بعد اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ میرے والد کی مدد فرما وہ بوڑھے ہیں ان کا کوئی سہارا نہیں۔ اس سوچ میں گم بیٹے کے ذہن میں ایک تجویز آئی اس نے باپ کے نام خط کا جواب لکھا جس میں تھا کہ محترم والد صاحب جس زمین کو آپ نے کاشت کرنے کی بات کی ہے وہاں کھودائی مت کرنا کیونکہ مجاہدین نے وہاں اسلحہ چھپا رکھا ہے۔ اس لئے آپ اس زمین کی کھودائی نہ کریں۔ یہ خط بیٹے نے باپ کے نام لکھ کر فوجیوں کو دیا کہ لیٹر بکس میں ڈال دینا۔

فوجیوں نے وہ خط لیٹر بکس میں ڈالنے سے قبل کھول کر اس کو پڑھا جس میں لکھا ہوا تھا کہ فلاں جگہ کھودائی نہ کرنا وہاں زمین میں اسلحہ ہے۔ فوجیوں نے یہ خط پڑھ کر کر اس کھیت میں پہنچ گئے۔ پوری زمین کو کھود ڈالا ان کو اسلحہ نہ ملا تو وہ واپس چلے گئے اب ان کو احساس ہو چکا تھا کہ ان کے ساتھ ہاتھ ہو گیا ہے جب بیٹے کو پتہ چلا کہ فوجیوں نے ساری زمین کھود دی ہے تو اس نے والد صاحب کو خط لکھا کہ اب زمین ہموار ہو چکی ہے آپ اس میں بیج ڈال دیں۔

والد نے جب کھیتوں میں جا کر دیکھا کہ کھیت کھودے ہوئے تھے وہ حیران ہوا کہ یہ کیا ہو گیا ہے بعد میں پتہ چلا کہ فوجیوں نے اسلحہ حاصل کرنے کی غرض سے کھودائی کی ہے مگر ان کو وہاں سے کچھ نہ ملا لیکن غریب خاندان کا کام ہو گیا۔

لطائفِ عجیبہ

دولت اندھی ہے!

ایک نابینا شخص تھا اس کا نام دولت خان تھا۔ دہلی کا بڑا ہر گویا تھا تیمور لنگ کا زمانہ تھا۔ تیمور نے اسے بلایا (لنگ یعنی شاہ لنگڑا تھا) تو تیمور نے اس اندھے شخص سے پوچھا کیا نام ہے تمہارا؟ کہا کہ دولت خان، کہا کہ دولت بھی کہیں اندھی ہوتی ہے؟ کہا جی ہاں! اندھی نہ ہوتی تو لنگڑے کے یہاں جاتی کیوں؟
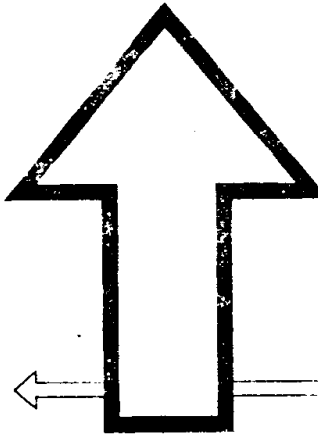
حساب تو دیکر جا

ارشاد فرمایا کہ کانپور میں ایک صاحب رہتے تھے بیچارے [illegible] آدمی تھے کرتہ پھٹا ہوا تھا بیچارے بہت غربت کی حالت میں ان کا انتقال ہوا ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں جا رہے ہیں دروازہ پر دربان بیٹھا ہے اس دربان نے [illegible] حساب تو دے کر جا۔ انہوں نے کہا کہ کاہے کا حساب ایک لنگوٹی [illegible] کا پھٹے [illegible] یہ کہہ کر اندر چلے گئے۔

اونٹ کی حدی

حدی اس نغمہ کو کہا جاتا ہے جو اونٹوں کے ساربان اونٹوں کو بھگانے کیلئے گاتے ہیں۔ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ ایک اعرابی نے ایک مرتبہ اپنے غلام کو کسی بات پر مارا اور دانت سے اس کی انگلیاں چباڈالیں۔ اس کے بعد یہ دونوں کسی سفر پر روانہ ہوئے، غلام ہاتھوں کے درد کی شدت سے دَی دَی دَی دَی پکارتا جارہا تھا تھوڑی دیر گزری کہ اونٹوں نے اس آواز پر دوڑنا شروع کردیا۔ اس طرح پتہ چلا کہ اونٹ ترنم سے مست ہوکر دوڑنے لگتے ہیں، اور پھر رفتہ رفتہ یہ ایک صنف سخن بن گئی۔

حدی میں کتنی زبردست تاثیر ہوتی ہے؟ اس کے بھی کئی واقعات مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص ایک دیہاتی کے پاس مہمان ہوا وہاں اس نے الک سیاہ فام غلام دیکھا تو کہا: ''میرے آقا سے میری سفارش کردیجئے کہ مجھے آزاد کردے، وہ سوائے مہمانوں کے کسی کی سفارش نہیں سنتا۔''

مہمان نے میزبان سے جا کر غلام کی سفارش کردی، میزبان نے کہا کہ آپ کی شفارش سے میں اسے چھوڑ دیتا ہوں ورنہ اس کا بڑا سنگین ہے۔ ہوا یہ تھا کہ میرے دس اونٹ تھے یہ غلام انہیں کہیں سے لے کر آرہا تھا، راستہ میں اس نے حدی پڑھنی شروع کردی، او مست ہوکر بھاگتے رہے اور کئی دن کی مسافت ایک رات میں طے کی، جب یہ گھر پہنچے تو اس ایک اونٹ کیسوا کوئی زندہ نہیں بچا تھا۔''

مہمان کہتا ہے کہ میں یہ سن کر بڑا حیران ہوا اور اپنے میزبان سے درخواست کی کہ ''مجھے بھی اس غلام کی حدی سنوائیے وہ کیسی پڑھتا ہے؟''

میزبان نے غلام کو بلایا اس نے ابھی حدی پڑھنی شروع کی ہی کی تھی کہ وہ اکلوتا اونٹ بھی ایک دم کھڑا ہوگیا اور تھوڑی دیر میں اس صحرا کی طرف دوڑنا شروع کردیا، بیچارہ میزبان بھی دیوانگی کی حالت میں ادھر ادھر دوڑنے لگا۔ (مرقاۃ المفاتیح: ص ۱۳۲، ۱۳، ملتان ۱۳۸۹ھ)

امیر خراسان کا القابانہ تعارف اور اس کا نتیجہ

خراسان کا امیر شکار کی تگ و دو میں اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا۔ بس ایک خوشامدی اس کے ساتھ رہ گیا تھا۔ رات سر پر آئی تو کہیں پناہ لینے کا خیال آیا۔ اتفاق سے وہ بستی کے جس دروازے پر پہنچا وہ بڑا جاہل تھا...... امیر نے مصاحب سے کہا: ''دیکھو تم میری حیثیت صاحب خانہ سے نہ چھپانا کیونکہ وہ خراسان کے امیر کی میزبانی پر پھولا نہ سمائے گا۔ ہم بعد میں اس کو انعام واکرام سے نوازیں گے''...... مصاحب نے اثبات میں سر جھکا دیا اور دروازے پر دستک دی تو بغیر دروازہ کھولے کسی نے پوچھا: ''کون صاحب؟''...... خوشامدی مصاحب بولا: ''دروازہ کھول! کیونکہ عزت مآب، فضیلت ایاب، عالم پناہ آپائے آقایاں، فلک دستگاہ، سرکار بندگان، امیر خراسان، حاجی مرزا حسن علی خان مدظلہ دوام اقبالہ تشریف لائے ہیں اور تجھے اپنی مہمانی کا شرف بخشنا چاہتے ہیں''...... امیر اپنے اس تعارف پہ سینہ تان کر مسکرا رہا تھا اور اپنے مصاحب کی قابلیت پر تعریفانہ انداز سے سر ہلا رہا تھا۔ مصاحب بڑی لجاجت سے داد وصول کرتے ہوئے دروازہ کھلنے کا منتظر تھا...... لیکن غریب دیہاتی یہ کہہ کر دروازے سے واپس لوٹ گیا: ''جناب! مجھے افسوس ہے۔ معاف فرمائیے گا میرے چھوٹے سے اس گھر میں اتنی گنجائش نہیں کہ اتنے سارے آدمیوں کی خدمت کرسکوں لہٰذا کسی اور کو یہ شرف بخش دیں۔''

(بحوالہ ماہنامہ ''ہما'' نئی دہلی، دسمبر ۱۹۹۸ء، ص ۷۰)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ہنسانے والے کام

حدیث میں ہے کہ چند باتیں ایسی ہیں کہ ان سے اللہ کو ہنسی آتی ہے۔ جیسی ہنسی اس کے مناسب ہے۔ حدیث میں ہے کہ تین وقعوں پر حق تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے۔ ایک میدان حج میں جب ننگے سر، ننگے پاؤں، بال بکھرے ہوئے، ناخن بڑھے ہوئے، نہ خوشبو اور نہ یںنت اور ''لبیک لبیک'' کہتے ہوئے بندے پھر رہے ہیں، حق تعالیٰ کو اس موقع پر ہنسی آتی ہے کہ کیا چیز ان کے گھروں سے نکال کر لائی ہے۔ بیوی بچے چھوڑے، وطن چھوڑا، آخر یہ کیوں فقیروں کی طرح بے وطن ہوئے ہیں؟ میری محبت میں ہی تو پھر رہے ہیں حق تعالیٰ ہنستے ں اور ملائکہ سے کہتے ہیں کہ تمہیں گواہ کرتا ہوں، میں نے ان سب کی مغفرت کی۔ یہ میری محبت میں گھر بار، بیوی بچوں کو چھوڑ کر آئے ں، میں کریم ہوں یہ نہیں ہوسکتا کہ یہ گھر بار چھوڑیں اور میں توجہ نہ کروں، میں نے ان سب کی مغفرت کی۔ تو خوش ہو کر مغفرت فرماتے ں۔ اسی خوشی کو ہنسی سے تعبیر کیا گیا۔

وسرا موقع:

ب مکبر تکبیر کہے اور لوگ دوڑ دوڑ کر آ رہے ہیں کہ صف اولیٰ میں جگہ ملے۔ ہر ایک کہتا ہے مجھے ملے، گویا ایک قسم کا جھگڑا ہے اور آگے چھے ہونے کی دوڑ ہے۔ حق تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے کہ یہ جو اپنا گھر چھوڑ کر میرے گھر میں آئے ہیں ان میں سے ہر ایک آگے بڑھنے کی کوشش رر رہا ہے۔ یہاں کوئی مٹھائی روٹی نہیں مل رہی؟ یہ آخر کیوں دوڑ رہے ہیں؟ یہ میری محبت میں دوڑ رہے ہیں۔ یہ ہمارا در بار جان کر آئے ں یہ چاہتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے جتنا بھی قریب ہو جائیں گے اتنے ہی ہمارے درجات بلند ہوں گے، اس سے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ ہنسی آتی ہے۔

یسرا موقع:

تیسرا موقع یہ ہے کہ جب خاوند اور بیوی پڑے ہوئے سو رہے ہیں۔ اچانک خاوند کی آنکھ کھلی اور جی چاہا کہ تہجد پڑھوں، اس نے ی کے منہ کے اوپر پانی کا چھینٹا مارا، وہ ہڑ بڑا کر اٹھی۔ اس نے کہا کیا مصیبت آئی ہے۔ خاوند نے کہا دو رکعت نفل پڑھ لے تہجد کا وقت ہے۔ حق تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے کہ یہ اس کی محبوبہ ہے اس کے پاس لیٹی ہوئی ہے۔ آرام سے میٹھی نیند سو رہی تھی ایک دم گھبرا کر اٹھی کہ بارش تو ں آ گئی۔ خاوند نے کہا۔ بارش تو نہیں۔ مگر دو رکعت پڑھ لے۔ تو یہ آگے سے کہتی ہے کہ میں شکریہ ادا کرتی ہوں کہ مجھے دو رکعت پڑھنے ا توفیق ہو گئی۔ اس نے بھی کھڑے ہو کر دو رکعت پڑھیں۔ یا بیوی نے خاوند کے منہ پر چھینٹا مار دیا اور وہ ہڑ بڑا کے اٹھا، تو یہ موقع بھی حق لیٰ کی ہنسی کا ہوتا ہے چونکہ یہ تینوں چیزیں درجات کے بلند ہونے کا باعث ہیں اور اللہ کی انتہائی رضا کا وقت ہے۔ اس وقت اس کو ہنسی ے تعبیر کیا گیا۔ تو یہ جو فرمایا گیا کہ:

والذين يبيتون لربهم سجدا و قياما

جب رات تنہائی میں گزارتے ہیں تو کبھی سجدہ و رکوع میں اور کبھی تلاوت میں ہیں۔ اس پر حق تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے کہ کوئی دیکھنے والا ں کسی کو یوں نہیں کہہ سکتے کہ دیکھو میں بڑا عابد و زاہد ہوں۔ کسی کو دکھلانے کیلئے یہ نہیں اٹھا صرف میری رضا کیلئے اٹھا ہے کیونکہ میں کریم ں۔ میں بخشتا ہوں اور مغفرت کرتا ہوں۔

اب گویا تین باتیں ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (خطبات حکیم الاسلام)

ہاتھ کا نشان دیکھ کر چور کی شناخت

ارشاد فرمایا کہ پنجاب میں تفتیش کرنے والے کو کھوجی کہتے ہیں ایک شخص کے یہاں سے بھینس چوری ہوگئی، مکان سے نکلتے وقت چور نے اپنے پیر کا نشان مٹایا ہاتھ ٹیک کر پیر باہر نکالے ہاتھ کا نشان وہاں باقی رہ گیا، صاحب مکان نے صبح کو کھوجی کو بلا کر وہ نشان دکھایا وہ نشان دیکھ کر چلا گیا، چھ ماہ بعد ایک دکان کے پاس ایک شخص کو دیکھا کہ آٹے کو برابر کر کے اس پر ہاتھ رکھ کر اس کے نشان کو دیکھ رہا ہے پھر اسے مٹا دیتا ہے۔ پھر ہاتھ کا نشان بنا دیتا ہے۔ کھوجی نے اس نشان کو دیکھ کر فوراً اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ تو نے فلاں جگہ سے بھینس چوری کی ہے، اس نے انکار کیا۔ کھوجی نے کہا کہ چور تو ہی ہے، وہاں دروازہ کے قریب پیر کے نشان کو ہاتھ رکھ کر مٹایا گیا ہے وہ نشان اور یہ نشان ایک ہے اور تو ہی چور ہے میں ابھی کچہری میں اطلاع کرتا ہوں اس پر اس نے چوری کا اقرار کیا اور کہا چور میں ہی ہوں بھینس لا کر دیتا ہوں۔

حکایت

کسریٰ نے اپنے بیٹے کے لئے ایک استاد مقرر کیا جو اسے تعلیم دیتا تھا اور ادب سکھاتا۔ جب وہ بچہ مکمل طور پر علم وفضل سے بہرہ ور ہوگیا تو استاد نے اسے بلایا اور بغیر کسی جرم اور بغیر کسی سبب کے اسے انتہائی دردناک سزا دی اس لڑکے نے استاد کے اس رویہ کو بہت برا سمجھا اور دل میں اس کی طرف سے عداوت پیدا ہوگئی یہاں تک کہ وہ جوان ہوگیا اس کا باپ مرگیا اور باپ کے بعد وہ بادشاہ بن گیا۔ بادشاہی سنبھالتے ہی اس نے استاد کو بلا کر پوچھا آپ نے فلاں دن بغیر کسی جرم اور بغیر کسی سبب کے مجھے اتنی دردناک سزا کیوں دی تھی؟ استاد نے کہا اے بادشاہ! جب تو علم وفضل کے کمال تک پہنچ گیا تو مجھے معلوم ہوگیا کہ باپ کے بعد تو بادشاہ بنے گا۔ میں نے سوچا تجھے سزا کا ذائقہ اور ظلم کی تکلیف سے موافق کردوں تاکہ اس کے بعد کسی پر ظلم نہ کرے۔ بادشاہ نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اور پھر ان کا وظیفہ مقرر کردیا اور ان کے اخراجات کی ادائیگی کا حکم صادر کردیا۔

بڑھیا اور عقاب کا واقعہ

عربی سکھانے کی ایک کتاب ''مفید الطالبین'' میں ایک قصہ لکھا ہے کہ بادشاہ کا ایک عقاب اڑ کر ایک بڑھیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس بڑھیا نے اس کو پکڑ کر اس کو پالنا شروع کردیا۔ جب بڑھیا نے یہ دیکھا کہ اس کی چونچ ٹیڑھی ہے اور اس کے پنجے ٹیڑھے ہیں۔ تو بڑھیا کو اس پر بڑا ترس آیا کہ یہ بیچارہ پرندہ ہے، اللہ کی مخلوق ہے، جب اس کو کھانے کی ضرورت ہوتی ہوگی تو یہ کیسے کھاتا ہوگا؟ کیونکہ اس کی چونچ ٹیڑھی ہے، اور جب اس کو چلنے کی ضرورت ہوتی ہوگی تو یہ چلتا کیسے ہوگا، اس لئے کہ اس کے پنجے ٹیڑھے ہیں۔ اس بڑھیا نے سوچا کہ میں اس کی یہ مشکل آسان کروں، چنانچہ قینچی سے پہلے اس کی چونچ کاٹی، اور پھر اس کے پنجے کاٹے، جس کے نتیجے میں اس کا خون بہنے لگا اور وہ زخمی ہوگیا، جتنا پہلے چل سکتا تھا، اس سے بھی وہ معذور ہوگیا۔ یہ واقعہ نادان کی محبت کی مثال میں پیش کیا جاتا ہے، کیونکہ اس بڑھیا نے اس عقاب کے ساتھ محبت تو کی، لیکن نادانی اور بے عقلی کے ساتھ محبت کی، اور یہ نہ سوچا کہ اس کی چونچ اور اس کے پنجوں کا ٹیڑھا ہونا اس کی فطرت کا حصہ ہے اور اس کا حسن اس کے ٹیڑھے پن میں ہے، اگر اس کے یہ اعضاء ٹیڑھے نہ ہوں تو یہ ''عقاب'' کہلانے کا مستحق نہیں۔

امریکی کیک

اسکول میں نیا داخل ہونے والا بچہ پہلے دن جب اسکول سے واپس آیا تو اس کا ایک گال سرخ ورسوجا ہوا تھا۔ ماں نے بچے سے اس کی وجہ پوچھی تو بچے نے بتایا کہ ایک ہم جماعت نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا ہے۔ دوسرے دن ماں نے بچے کو ایک کیک دیا اور کہا کہ یہ اس بچے کو دینا، اس طرح وہ تمہارا دوست بن جائے گا، لیکن دوسرے دن بچہ جب اسکول سے واپس لوٹا تو اس کا دوسرا گال بھی سرخ تھا۔ ماں نے پوچھا کہ آج کیا ہوا؟ تو اس نے بتایا کہ اسی بچے نے آج پھر تھپڑ مارا ہے۔ ماں نے حیران ہوکر پوچھا کہ کیا تو نے اسے کیک نہیں دیا تھا؟ بچے نے بتایا کہ کیک تو دے دیا تھا، مگر اس کا کہنا تھا کہ تم میرے گھر والوں کیلئے کیک کیوں نہیں لائے۔

کچھ اسی طرح کی صورت حال پاکستان اور امریکا کی دوستی کی ہے۔ 11 ستمبر کو نیویارک میں پیش آنے والے واقعہ کے بعد امریکی مدر بش نے فون کرکے پاکستانی حکام کو اپنے احکامات سنائے اور پاکستانی حکام نے بلاچوں وچرا ان کا ہر حکم بجالانے کا فیصلہ کرلیا۔ اس ن سے امریکا نے پاکستان کے منہ پر تھپڑ مار مار کر اس کا نرم ونازک چہرہ سرخ، سرخ سے نیلا اور پھر نیلے سے سیاہ کردیا لیکن لگتا ہے کہ ابھ تک اس کا جی نہیں بھرا اور وہ پاکستان کے سیاہ چہرے کو اس سے بھی زیادہ بھیانک رنگ دینے کے درپے ہے۔ پاکستان نے امریکا کو اپنی سرزمین، فضاء، انٹیلی جنس معلومات، ہوائی اڈے، لاجسٹک سپورٹ حتی کہ وہ سب کچھ جس کی امریکا کو ضرورت تھی پیش کردیا۔ لیکن امریکا کے مطالبات ختم نہ ہوئے۔ نام نہاد دوستی کے چکر میں پاکستان نے امریکی ایف بی آئی کو ملکی طول وعرض میں کھل کھیلنے کی اجازت بھی دے دی۔ جو ابھی تک اپنا گھناؤنا کھیل جاری رکھے ہوئے ہے اور کوئی بھی پاکستانی شہری اس بدنام زمانہ ایجنسی کی دست درازیوں سے محفوظ نہیں۔ مزید برآں اب تک کم ازکم 400 افراد کو پکڑ کر امریکا کے حوالے کیا جاچکا ہے لیکن امریکا کی مزید کیک حاصل کرنے کی جنونی خواہش بڑھتی ہی چلی جارہی ہے۔

گزشتہ دنوں امریکا نے پاکستان کے قبائلی علاقہ میں انگور اڈا کے مقام پر ایک دینی مدرسہ پر بی 52 طیاروں سے بم برسا کر پاکستان کے منہ پر ایک اور زوردار طمانچہ رسید کیا۔ یہ امر کسی بھی خودمختار ملک کے لئے ناقابل برداشت اور ذلت ورسوائی کا باعث ہے کہ غیرملکی طیارے اس کی حدود میں گھس کر حملہ آور ہوں۔ مذکورہ واقعہ کے عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ چند امریکی فوجی افغان سرحد عبور کرکے پاکستان میں داخل ہوئے تھے؟؟؟؟؟؟

ملا نصیر الدین اور ان کا گدھا

ایک روز ملا نصیر الدین اپنے گدھے پر نمک لاد کر شہر کی منڈی کی طرف جارہے تھے۔ راستے میں ایک ندی سے گزرنا پڑا۔ وہ ندی سے باہر آئے تو گدھے پر لدا ہوا نمک گھل چکا تھا۔ ملا کو اپنے نقصان پر بہت غصہ آیا البتہ گدھا خوش تھا کہ بوجھ سے نجات مل گئی۔

چند ہی روز بعد ملا کو پھر اسی راستے سے گزرنا پڑا۔ اس مرتبہ انہوں نے گدھے پر اون لاد دی۔ جب ندی پار کرچکے تو دیکھا اون بھیگ چکی تھی اور اس کا وزن کئی گنا زیادہ ہوگیا تھا۔ بے چارہ گدھا بوجھ تلے رینگنے لگا۔

ملا نے گدھے کے کان کے پاس جاکر کہا تم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ جب بھی تم پانی سے گزرو گے تو تمہارا وزن کم ہوجائے گا...... اب بیٹا مزہ آیا......" (بحوالہ ماہنامہ "ہما" نئی دہلی، دسمبر ۱۹۹۷ء، ص ۲۳)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مزاج کی رعایت

ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمر (رضی اللہ عنہ) میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے، میں نے خواب میں جنت دیکھی اور اس جنت میں ایک بڑا عالیشان محل بنا ہوا دیکھا، میں نے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ عمر (رضی اللہ عنہ) کا محل ہے، ان کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ وہ محل مجھے اتنا اچھا لگا کہ میرا دل چاہا کہ اندر چلا جاؤں اور اندر جا کر دیکھوں کہ عمر (رضی اللہ عنہ) کا محل کیسا ہے، لیکن پھر اے عمر (رضی اللہ عنہ) تمہاری غیرت یاد آ گئی کہ تمہاری طبیعت میں اللہ تعالیٰ نے غیرت بہت رکھی ہے، مجھے یہ خیال ہوا کہ عمر (رضی اللہ عنہ) سے پہلے ان کے محل میں داخل ہو جانا اور اس کو دیکھنا ان کی غیرت کے مطابق نہیں ہوگا، اس وجہ سے میں اس محل میں داخل نہیں ہوا۔ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو رو پڑے اور عرض کیا کہ:

﴿او علیک یا رسول اللہ اغار﴾

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں آپ پر غیرت کروں گا، اگر غیرت ہے بھی تو وہ دوسروں کے حق میں ہے، کیا آپ پر غیرت کروں گا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے محل میں کیوں داخل ہوئے۔

مسلمان حکمرانو! غیرت کرو، شرم کرو، حیا کرو، کچھ ہوش کرو آج تم افغانستان میں امارت اسلامیہ کو تہہ و بالا کر کے اپنے ملک کی حفاظت کے آب گینے تراشتے ہو، خوف کرو کہ کہیں وہ آگ یہاں نہ آ جائے۔

میں آپ کو ایک لطیفہ سناتا ہوں جو ہمارے آج کے مسلم حکمرانوں کی حالت پر مکمل مطابقت و تطبیق رکھتا ہے۔

ایک سٹھیائے ہوئے بوڑھے نے ایک سڑک پر رش دیکھا۔ جب رش کو چیرتا ہوا اندر گیا تو دیکھا کہ ایک 25 سالہ نوجوان مرا ہوا ہے اور اس کی دونوں ابروؤں کے بیچ میں گولی لگی ہے۔ اس کی ماں بہنیں پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں اور دوسرے لوگ بھی غم سے بے خود ہیں۔ اتنے میں یہ بوڑھا ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے کہ ''اے اللہ تیرا شکر ہے، لوگ اس کو آگے بڑھ کر بہت مارتے ہیں کہ آخر تو کس بات پر اللہ کا شکر ادا کر رہا ہے۔ تو یہ کہتا ہے کہ میں اس بات پر شکر ادا کر رہا ہوں کہ بچہ کی آنکھ تو بچ گئی ورنہ اگر ذرا سی گولی نیچے گئی تو آنکھ ضائع ہو جاتی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَO

لطیفہ

ہاں مسلمانو! آج ہم مسلمانوں کی بھی یہی حالت ہے۔ وہ بھی اسی میں خوش ہیں کہ ہم تو بچ گئے۔ امارت اسلامیہ تہس نہس ہوتی ہے تو ہوتی رہے، دین بکھرتا ہے تو بکھرتا رہے، بس ہم پر کوئی آنچ نہ آنے پائے ہماری عیش و عشرت اور بدمستیوں میں خلل اندازی نہ ہونے پائے۔ واقعی اس امریکی کافر نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ:

مسلمان دو ڈالر کے عوض اپنی ماں کو بھی بیچ سکتا ہے اور پھر بعد ازاں اپنی بات پر مصر رہتے ہوئے اس نے مسلمان قوم کیلئے استعمال کئے گئے الفاظ کی تردید کرتے ہوئے اپنے بیان کو اس وقت کی ملکی قیادت کی جانب قرار دیا تھا۔

''اے اللہ مسلمانوں کو دوبارہ جہاد پر زندہ کر دے۔''

علم عروض کا فن خلیل بن احمد کے اختراعی ذہن ہی کی تخلیق ہے، اس سلسلے میں علامہ ابن خلکان نے ایک دلچسپ لطیفہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ گھر میں خلیل بن احمد عروض کے اوزان پر اشعار کی تقطیع میں مصروف تھے،...... ظاہر ہے جس نے یہ اوزان پہلے کبھی نہ سنے ہوں، اشعار کو ان اوزان پر فٹ کرتے وقت اگر وہ کسی کو ان کا تکرار کرتے دیکھے گا تو اس کو یہ عجب سا بھونڈا پن معلوم ہوگا، اتفاقاً اس وقت گھر میں خلیل کے صاحبزادے داخل ہوئے، والد کو "فعولن، فعولن، متفاعلن، متفاعلن" وغیرہ کا ورد کرتے ہوئے پایا تو گھر سے سیدھے نکل کر لوگوں میں شور مچایا کہ "ابا جی پاگل ہوگئے ہیں" لوگ دوڑتے ہوئے ان کے گھر آئے، دیکھا کہ خلیل تو صحیح الحواس ہیں، لوگوں نے کہا کہ صاحبزادے نے تو باہر آپ کے مجنون ہونے کا اعلان کر دیا ہے، اس موقع پر خلیل نے بیٹے سے خطاب کر کے یہ دو شعر پڑھے:

لو کنت تعلم ما اقول عذرتنی　　او کنت تعلم ما تقول عذلتکا

لکن جہلت مقالتی فعذلتنی　　وعلمت انک جاھل فعذرتکا

(۱) "جو کچھ میں کہہ رہا تھا اگر آپ کو اس کا علم ہوتا تو مجھے معذور سمجھتے (کہ میں ایک عظیم فن کی وجہ سے ایسا کر رہا تھا) یا اگر آپ اپنی بات خود سمجھتے تو میں آپ کو ملامت کرتا۔ (اور احساس دلاتا)

(۲) لیکن چونکہ میں جو کچھ کہہ رہا تھا اس سے آپ ناواقف ہیں اس لئے مجھے ملامت کیا (کہ مجنوں ہونے کا شور مچایا) اور مجھے بھی چونکہ معلوم ہے کہ آپ جاہل ہیں اس لئے میں آپ کو معذور قرار دیتا ہوں۔

ابا جی پاگل ہو گئے!

لطیفہ

اس موقع پر ایک سچا لطیفہ یاد آیا کہ حضرت سید اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جب سات آٹھ سال کی عمر میں تھے تو ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے کتا پالا ہوا ہے، معصوم سید صاحب نے اس سے کہا تم نے کتا پالا ہوا ہے تو تمہارے گھر میں فرشتے نہیں آئیں گے حالانکہ مراد یہ تھی کہ رحمت کے فرشتے نہیں آئیں گے، اس کے جواب میں اس شخص نے کہا پھر تو اچھا ہے کیونکہ جب فرشتے نہیں آئیں گے تو میں مروں گا بھی نہیں، اس لئے کہ موت کیلئے بھی فرشتہ ہی آتا ہے، یہ جواب سن کر معصوم سید نے نہایت عمدہ جواب دیا اور فرمایا کہ "پھر تو کتے کی موت مرے گا" یعنی کہ جو فرشتہ کتے کی جان لینے آئے گا وہی تیری جان بھی لے گا، یہ سن کر وہ شخص حیران رہ گیا۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں لوگ تصویریں اور جانوروں کے مجسمے گھروں میں سجا کر رکھنے کو ایک عام سی بات اور معمولی سمجھنے لگے ہیں گویا کہ ان کے ذہنوں کے حاشیے تک میں بھی یہ بات بھی نہیں آتی کہ آخر یہ بھی کوئی گناہ کی بات ہے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ پر بنی ہوئی تصویریں دیکھ کر گھر میں داخل ہونا گوارا نہیں کیا، تو جب رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وسلم تصویر والے گھر میں داخل ہونا مکروہ سمجھتے ہیں تو رحمت خداوندی کیسے اس گھر میں آئے گی؟ اور جو یہ بعض لوگ اپنے مرحومین کی بڑی بڑی تصاویر فریم کروا کر لٹکاتے ہیں اور کبھی کبھار اس پہ پھولوں کا ہاتھ بھی لٹکا دیتے ہیں یہ تو بالکل ہندوانہ رسم ہے اور مشرکوں کا عمل ہے، اس سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے۔ میں اپنے اس مضمون کے ذریعے ایسے تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس طرف توجہ دیں اور اس گناہ کو گناہ سمجھیں اور اس سے توبہ کر کے ہمیشہ کیلئے اس سے بچنے کا اہتمام کریں، یہ ایسا گناہ ہے جو انسان کو سوتے جاگتے، کھاتے پیتے حتیٰ کہ قرآن کی تلاوت و عبادت کرتے ہوئے بھی ملتا رہتا ہے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا　　کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

امام ابو حنیفہؒ کا واقعہ

حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مجھے کوئی شخص کبھی دھوکا دینے میں کامیاب نہیں ہوا سوائے ایک بڑھیا کے وہ اس طرح کہ میں جا رہا تھا ایک مکان کے دروازے کے قریب کوئی بوڑھی عورت کھڑی ہوئی تھی اور سڑک پر ایک پوٹلی (گٹھڑی) پڑی تھی۔ میں ادھر سے گزرا تو اس بوڑھی نے کہا۔ اوں اوں (سر سے اشارہ کیا) جس سے میں سمجھا کہ یہ گونگی ہے یوں کہہ رہی ہے کہ میری پوٹلی مجھے اٹھا [illegible] میں نے وہ پوٹلی اس کو دینے کیلئے اٹھائی تو فوراً [illegible] اللقطة عرفها و اوصلها الی صاحبها [illegible] پڑی چیز) ہے اس کا مالک تلاش کر [illegible] پہنچاؤ۔ میں نے کہا، خدا تجھے ہدایت دے [illegible] (کذا فی الاشباہ والنظائر)

اسے مت پڑھیں

جی ہاں! اسے مت پڑھیں، لیکن آپ اسے ضرور پڑھیں گے بلکہ آپ اسے پڑھ رہے ہیں کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ اسے نہ پڑھیں، جہاں لکھا ہوگا، پھول توڑنا منع ہے آپ وہاں سے پھول ضرور توڑیں گے بلکہ پھولوں کا گلدستہ بھی بنائیں گے۔ جہاں لکھا ہوگا، ہارن بجانا منع ہے وہاں آپ ضرور ہارن بجائیں گے، جہاں درج ہوگا سگریٹ پینا منع ہے وہیں آپ سگریٹ کا دھواں لوگوں کے چہروں پر پھونکیں گے۔ افسوس کہ اوپر یہ ہدایت لکھی ہے کہ اسے مت پڑھیں، لیکن آپ پڑھتے ہی جا رہے ہیں بلکہ اب تو پوری عبارت پڑھ بھی چکے ہیں لگتا ہے آپ کسی بھی ہدایت پر عمل کم ہی کرتے ہیں۔ آپ کو قانون توڑنے میں خوشی محسوس ہوتی کیا آپ کسی ہدایت پر عمل کرنا نہیں سیکھ سکتے؟

جنید [illegible] کا امتحان

[illegible] بغداد نے ایک بار حضرت جنید بغدادیؒ کے امتحان کے لئے [illegible] خوبصورت ترین کنیز کو سکھا [illegible] نقاب الٹ دی اور خواہش وصل کا اظہار [illegible] جنید بغدادیؒ نے ایک گہری سانس لی اور اس وقت [illegible] خلیفہ نے شکایت کی: "آپ نے میری محبوب [illegible] رخصت کر دیا"...... جنید بغدادیؒ نے [illegible] تو میری چالیس سالہ ریاضت کو [illegible] بنا رہا تھا"

(بحوالہ [illegible] دہلی اپریل [illegible])

واقعۂ عبرت

ایک دفعہ حضرت ابراہیم ادھمؒ کے لئے پھولوں کی سیج بنائی گئی۔ نوکرانی نے سوچا چلو سیج تو بن گئی دیکھیں کیسی بنی ہے؟ وہ لیٹی اور اسے نیند آ گئی۔ بادشاہ ابراہیم ادھمؒ نے دیکھا تو غصے ہوئے اور اسے مارا۔ پہلے تو وہ روئی اور پھر ہنسی۔ پوچھا کیوں روئی تھی اور کیوں ہنسی تھی؟ کہا کہ روئی اس لئے تھی کہ مار پڑی تھی اور ہنسی یہ سوچ کر کہ میں تو تھوڑی دیر سوئی تو اتنی مار پڑی تو جو ہر روز سوتا ہے اسے کتنی مار پڑے گی؟

ایک بار وتا بوفقیر وعظ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ مولوی صاحب کہہ رہے تھے کہ رزق کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وہ اپنی مخلوق کو ہر حالت میں روزی پہنچاتا ہے۔ وتا بوفقیر مجلس سے اٹھے تو دل میں ارادہ کرلیا کہ اس بات کو آزمائیں گے۔ چنانچہ دوسرے روز وہ اپنا کام دھندا کرنے کی بجائے شہر سے باہر جنگل میں ایک درخت کے نیچے جا بیٹھے اور دل میں پختہ ارادہ کرلیا کہ میں کسی سے کھانے کے لیے کچھ نہ مانگوں گا۔ دیکھوں اللہ تعالیٰ مجھے کس طرح روزی پہنچاتا ہے۔ انہیں اس طرح صبح سے بیٹھے عصر کا وقت ہوگیا۔ کھانے پینے کا کوئی انتظام نہیں ہوا اور بھوک بہت ستانے لگی تو وتا بوفقیر بہت پریشان ہوئے۔ لیکن مولوی صاحب کی باتوں کو آزمانے کے خیال سے وہیں جمے بیٹھے رہے۔ شام تک تو انہیں بھوک بالکل برداشت نہ رہی۔ ایک تو جی چاہا کہ اس خیال کو دل سے نکال کر گھر جائیں مگر انہوں نے مولوی صاحب کی بات آزمانے کا پختہ ارادہ کرلیا تھا۔ چنانچہ دل کو مضبوط کر کے وہیں بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر بعد خیال آیا کہ درخت پر چڑھ کر دیکھا جائے، اگر اللہ کی طرف سے کوئی امداد آ رہی ہو تو دور ہی سے نظر آ جائے گی۔ خدا کا کرنا کیا ہوا کہ ان کے درخت پر چڑھنے کے تھوڑی دیر بعد ایک دیہاتی ان کے لیے روٹی لے آیا۔ اصل میں وہ شام کو کھیت سے گھر جاتے ہوئے انہیں وہاں بیٹھا دیکھ کر گیا تھا۔ وہ انہیں مسافر سمجھ کر گاؤں کے دستور کے مطابق ان کے لیے کھانا لایا تھا۔ وتا بوفقیر نے اسے آتے دیکھا تو دل میں سوچنے لگے کہ واقعی اللہ اپنی مخلوق کو کسی نہ کسی طرح روزی ضرور پہنچاتا ہے۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ نیچے اتر کر دیہاتی سے کھانا لے لیں۔ دل نے کہا نہیں، ایسا نہیں کرنے سے تو روزی حاصل کرنے میں تمہاری محنت بھی شامل ہو جائے گی، تمہیں تو خاموشی سے بیٹھے بیٹھے انتظار کرنا چاہیے۔ جب روزی گاؤں سے یہاں پہنچ سکتی ہے تو کیا اتنی بلندی طے نہیں کرسکتی؟ چنانچہ وہ خاموشی سے درخت پر بیٹھے ہوئے اس دیہاتی کو دیکھتے رہے۔ دیہاتی نے جب درخت کے نیچے فقیر کو نہ پایا تو حیران ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ شام کا اندھیرا پھیل چکا تھا اور وتا بوفقیر تھے بھی درخت کی بہت اونچی شاخ پر۔ دیہاتی انہیں نہ دیکھ سکا اور مایوس ہو کر واپس گاؤں جانے کے لئے پلٹا۔ وتا بوفقیر کا تو بھوک کے مارے برا حال ہو رہا تھا۔ انہوں نے جب دیہاتی کو واپس جاتے ہوئے دیکھا تو سوچا کہ اگر یہ واپس چلا گیا تو پھر رات بھر بھوکا رہنا پڑے گا۔ یہ سوچ کر انہوں نے آہستہ سے کھنکارا۔ دیہاتی ان کی آواز سن کر پلٹا۔ اس نے اوپر دیکھا۔ سوچا کہ فقیر جنگلی جانوروں سے جان بچانے کیلئے چڑھ گیا ہے۔ وہ خود بھی درخت پر چڑھا۔ انہیں کھانا دیا اور پھر اپنی راہ لی۔

وتا بوفقیر نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ نیچے آ کر ندی میں پانی پیا۔ جب جسم میں کچھ طاقت آئی تو سیدھا مولوی صاحب کے پاس گئے اور کہنے لگے:

آپ کی بات اس حد تک تو صحیح نکلی کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو ہر حال میں روزی پہنچاتا ہے مگر اس کے لئے خود مخلوق کو بھی کچھ حرکت کرنا پڑتی ہے۔ اللہ گاؤں سے جنگل تک روزی پہنچاتا ہے لیکن درخت کے نیچے سے اوپر تک روزی منگوانے کیلئے انسان کو خود ہی کھنکارنا پڑتا ہے ورنہ رزق واپس چلا جاتا ہے۔''

ہمارے مربی و مشفق استاد مفتی محمد علی صاحب سبق یاد نہ ہونے کی صورت میں یا پھر بڑی شرارت کی صورت میں ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر الو کا پٹھا کہتے تھے۔ ہم اس لفظ سے بالکل ناواقف تھے۔ ایک دن میں نے دوسرے استاد سے پوچھا: ''الو کا پٹھا کیا ہوتا ہے؟'' انہوں نے جواباً کہا ''مفتی صاحب ہی سے دریافت کریں۔''

ایک دن ہم نے ہمت کر کے مفتی صاحب سے دریافت کر لیا کہ الو کا پٹھا کیا ہوتا ہے۔ مفتی صاحب نے اصرار کے بعد انکشاف کرتے ہوئے کہا: ''لو آج الو کے پٹھے کا بھانڈا پھوڑ ہی دیتا ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے انہوں نے الماری میں سے کتاب اٹھائی اور پڑھنا شروع کیا:

''حضرت مولانا محمد علی جالندری رحمۃ اللہ علیہ گوجرانوالہ تشریف لائے اور حافظ محمد ارشاد صاحب کی دکان پر بیٹھ گئے۔ دفتر کے علاوہ یہ دکان مجلس تحفظ ختم نبوت کا مرکز رہی ہے اور ہے۔ فرمانے لگے: ''یار تم سب مرزا غلام احمد قادیانی کو الو کا پٹھا کہا کرو۔'' میں نے عرض کیا: ''حضرت اس سے کیا ہوگا۔ ہم صبح سے شام تک نہ جانے اسے کیا کچھ کہتے رہتے ہیں۔''

فرمانے لگے: ''میں نے شیخوپورہ میں تقریر کی ہے اور تقریر میں مرزا غلام احمد قادیانی کو الو کا پٹھا کہہ دیا ہے اور قادیانیوں نے مجھ پر مقدمہ کر دیا ہے۔ سوال یہ تھا کہ میں اب اسے الو کا پٹھا کیسے ثابت کروں؟

اتنی دیر میں مولانا لال حسین اختر تشریف لائے۔ مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ نے تمام واقعہ انہیں سنا دیا اور اپنی پریشانی بھی بتائی اور مولانا لال حسین اختر سے کہا:

''آپ میرے صفائی کے گواہ ہیں، اگر آپ اسے الو کا پٹھا ثابت کر دیں تو میں آپ کو انعام دوں گا۔''

''میں اسے الو کا پٹھا ثابت کر دوں گا مگر پچاس روپے لوں گا۔'' مولانا لال حسین اختر نے کہا۔

بہرحال بحث و کشش کے بعد بات دس روپے پر ختم ہوئی۔ انہوں نے تاریخ اور دن نوٹ کیا اور مقررہ روز شیخوپورہ پہنچ گئے۔ عدالت میں پیش ہوئے۔ وہاں دو مجسٹریٹ مقدمہ سن رہے تھے۔ مولانا لال حسین اختر نے آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب سے دو حوالے پیش کئے اور کہا۔

مرزا اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

جب نئی نئی گرگابیاں آئیں تو میری ماں نے مجھے گرگابی لے کر دی۔ اس سے پہلے میں دیسی جوتی پہنا کرتا تھا۔ جب بھی گرگابی (بوٹ) پہن کر چلتا تھا تو میرے گھٹنے آپس میں ٹکراتے تھے اور کبھی کبھی تو خون بھی بہہ نکلتا تھا۔ میں نے ماں سے کہا! یہ مجھے کیا لے دیا ہے۔ میری ماں نے جب میرے پاؤں کی طرف دیکھا تو دایاں جوتا بائیں میں اور بایاں دائیں میں پہن رکھا تھا اور کہنے لگا کہ ماں مجھے پتا نہیں چلتا، دایاں کون سا ہے اور بایاں کون سا؟ ماں نے اس کے جوتے پر دو پھمن لگا دیئے۔ دائیں پر سرخ اور بائیں پر سبز۔ مرزا کہتا ہے اس کے باوجود میں الٹا پہن لیا کرتا تھا۔

دوسرا حوالہ یہ دیا:

مرزا کہتا ہے، مجھے گڑ کھانے کا بہت شوق تھا اور گھر سے چوری گڑ لے کر اپنی جیب بھر لیتا تھا اور مجھے پیشاب کی بھی بیماری تھی اور مجھے بار بار پیشاب آتا تھا۔ اچکن کی جیب میں ایک طرف مٹی کے ڈھیلے اور دوسری میں گڑ کے ڈھیلے جمع رکھتا تھا۔ اکثر میرے ساتھ یہ ہوتا تھا کہ استنجا کی جگہ گڑ استعمال کر لیا کرتا اور گڑ کی جگہ مٹی کا ڈھیلا کھا لیا کرتا تھا۔

مرزا! الو کا پٹھا

وہ دونوں مجسٹریٹ بول اٹھے: ''بڑا الو کا پٹھا تھا۔''

مولانا محمد علی جالندھری کٹہرے میں کھڑے تھے۔ فوراً بول اٹھے:

''میں نے جلسہ عام میں مرزا کو الو کا پٹھا کہا اور انہوں نے عدالت میں۔ اب سیدھی سی بات ہے، یا مجھے بھی چھوڑ دیں یا مجسٹریٹ صاحبان بھی میرے ساتھ جیل چلیں۔''

انہوں نے مسکرا کر مولانا جالندھری کو باعزت طور پر بری کر دیا۔

ہمارے استاد صاحب نے یہاں تک عبارت پڑھ کر کتاب بند کی تو ہمیں ''الو کا پٹھا'' کا مطلب خوب سمجھ آ گیا تھا۔ (عزیز اللہ عیسیٰ صدیقی)

ہاتھ کا نشان دیکھ کر چور کی شناخت

ارشاد فرمایا کہ پنجاب میں تفتیش کرنے والے کو کھوجی کہتے ہیں۔ایک شخص کے یہاں سے بھینس چوری ہوگئی، مکان سے نکلتے وقت چور نے اپنے پیر کا نشان مٹایا ہاتھ ٹیک کر پیر باہر نکالے ہاتھ کا نشان وہاں باقی رہ گیا، صاحب مکان نے صبح کو کھوجی کو بلاکر وہ نشان دکھایا وہ نشان دیکھ کر چلا گیا، چھ ماہ بعد ایک دکان کے پاس ایک شخص کو دیکھا کہ آٹے کو برابر کر کے اس پر ہاتھ رکھ کر اس کے نشان کو دیکھ رہا ہے پھر اسے مٹادیتا ہے۔ پھر ہاتھ کا نشان بنادیتا ہے۔کھوجی نے اس نشان کو دیکھ کر فوراً اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ تو نے فلاں جگہ سے بھینس چوری کی ہے، اس نے انکار کیا۔کھوجی نے کہا کہ چور تو ہی ہے، وہاں دروازہ کے قریب پیر کے نشان کو ہاتھ رکھ کر مٹایا گیا ہے وہ نشان اور یہ نشان ایک ہے اور تو ہی چور ہے میں ابھی کچہری میں اطلاع کرتا ہوں اس پر اس نے چوری کا اقرار کیا اور کہا چور میں ہی ہوں بھینس لاکر دیتا ہوں۔

اسلام اور ریاکاری

ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک صاحب بڑے درویش معلوم ہوتے تھے۔کسی دولت مند آدمی کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔راستے میں نماز کا وقت ہوگیا۔دونوں نے نماز پڑھ لی۔وہ دولت مند آدمی نماز پڑھ کے فارغ ہوا تو کھڑا ہوگیا اور یہ جو درویش قسم کا آدمی تھا یہ ہاتھ پھیلا کے دعا مانگ رہا ہے......

کیا دعا مانگ رہا ہے۔کہتا ہے کہ اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میری تین بیٹیاں ہیں جوان ہیں، اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میرے پاس ان کی بیاہی کیلئے جہیز کا سامان نہیں ہے۔اے اللہ غیب سے تو انتظام فرما۔اے اللہ تجھے معلوم ہے میرے گھر میں گرم پانی پیا جاتا ہے۔ میرے گھر میں فریج نہیں ہے۔

اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میرے گھر میں فلاں سامان نہیں ہے...... یہ جو دولت مند آدمی تھا اس کو بڑا غصہ آیا۔اس نے کہا یہ کمبخت بے ایمان ہاتھ پھیلا رہا ہے خدا کے سامنے اور سنا رہا ہے مجھے اور اگر یہ ڈرامہ نہ رچاتا کہ یہ خدا کے سامنے ہاتھ پھیلا کے مجھے سنا رہا ہے تو خدا کی قسم میں اس کی ضرورت پوری کر دیتا۔مگر اس نے خدا کی توہین کی ہے۔ہاتھ خدا کے سامنے پھیلا رہا ہے اور مقصد اس کا مجھے سنانا ہے۔

میرے دوستو! ایمانداری سے بتائیے۔آج کیا ہماری اور آپ کی عبادتیں اس قابل ہیں کہ جن عبادتوں کو ہم اللہ کے سامنے پیش کر سکیں......کوئی ملازمت کیلئے ہے اور کوئی کسی مقصد کیلئے ہے۔اور ''بہ وقت خوردن ہمہ یکساں شوند'' عالمگیر کا قول ہے۔انگلیاں چھوٹی بڑی ہیں۔مگر جب کھانے کا سوال آتا ہے تو یہ پانچوں انگلیاں برابر ہو جاتی ہیں۔اسی میں دیندار، دنیادار سب آتے ہیں۔ہم نے دین کو دنیا بنادیا۔آج ہماری مسجد اللہ کیلئے نہیں ہے۔دنیا کیلئے ہے۔آج ہمارا مدرسہ اللہ کیلئے نہیں ہے۔دنیا کیلئے ہے۔

جن جن چیزوں کے ساتھ تقدس ہے۔اس سے سیاسی فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔آج لوگوں کے دلوں میں تقدس جاتا رہا......اسلام کا نام سیاست کیلئے اتنا استعمال کیا گیا......اتنا استعمال کیا گیا کہ مسلمان کو اب اس نام سے بھی نفرت ہوتی جا رہی ہے۔

مجید لاہوری اور رشید ندوی کے ساتھ ایک رکشہ والے کا تجربہ

مجید لاہوری اور رشید اختر ندوی غیر معمولی فربہ اندام ایک ہی سائیکل رکشہ پر سوار تھے۔ رکشہ ڈرائیوران دونوں ہاتھیوں کو بڑی مشکل سے کھینچ رہا تھا اور پسینے پسینے ہوا جارہا تھا...... راستہ میں پنواڑی کی دکان دیکھ کر مجید صاحب نے رکشہ رکوایا اور پان لینے چلے گئے۔ اتفاق سے جب رشید اختر بھی رکشہ سے اتر کر سڑک پر ٹہلنے لگے تو رکشہ ڈرائیور اس لمحہ کو غنیمت جان کر ایک دم خالی رکشہ لے کر بھاگ کھڑا ہوا...... مجید صاحب نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تو بلند آواز میں کہا: ''ارے بھائی! کہاں جارہے ہو؟ اپنے پیسے تو لیتے جاؤ''...... رکشہ ڈرائیور نے اپنی گردن گھمائی اور ہانپتے ہوئے جواب دیا: ''نہیں صاحب! زندگی رہی تو کسی اور سے کمالوں گا۔''

(بحوالہ ماہنامہ ''ہما'' نئی دہلی: ستمبر ۱۹۹۷ء، ص ۲۰۹)

تعویذ کی کرامت

ایک نوجوان، مولانا رشید احمد گنگوہی کے پاس پہنچا۔ اس نے ان سے کہا جناب میں اپنی چچازاد بہن سے محبت کرتا ہوں اور اس سے نکاح کا خواستگار ہوں مگر مشکل یہ ہے کہ میرے چچا مالدار آدمی ہیں اور میں بہت غریب آدمی ہوں، آپ مجھے تعویذ لکھ کر دیدیجئے، مولانا نے جواب دیا: ''میاں میں تعویذ وغیرہ نہیں لکھتا'' نوجوان نہ مانا، اصرار کرتا رہا۔ مولانا کسی طرح نہ مانے۔ آخر نوجوان مایوس ہو کر صحن میں گیا وہاں کنواں تھا، نوجوان کنویں میں پاؤں لٹکا کر بولا: مولوی صاحب میں بڑی امید لے کر آیا تھا آپ نے میری امید توڑ دی میں اب زندہ رہ کر کیا کروں گا۔ مولانا گھبرا کر چیخے ارے ٹھہرو ٹھہرو یہاں آؤ میں تعویذ لکھے دیتا ہوں۔ انہوں نے کاغذ پر کچھ لکھ کر نوجوان کو دیا، جاؤ سیدھے اپنے چچا کے پاس پہنچ جاؤ تو نوجوان نے مولانا کا کاغذ اپنے چچا کو دیدیا اس کے چچا کاغذ پڑھتے ہی رام ہو گئے کہنے لگے میاں تم کہاں تھے ہمیں تمہاری تلاش تھی۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے قاضی کو بلا کر بیٹی کا نکاح بھتیجے سے پڑھوا دیا۔ چند دن بعد نوجوان کو خیال آیا کہ مولانا نے بڑا تیر بہ ہدف تعویذ دیا تھا، دیکھنا چاہئے کہ اس میں کیا لکھا تھا اس نے تعویذ تلاش کیا اور اسے کھول کر پڑھا، لکھا تھا: یا اللہ میں کچھ جانتا نہیں، اور یہ شخص کچھ مانتا نہیں، تو اس کا مولا یہ تیرا غلام، اب تو جانے تیرا کام۔

شیطان اور فرعون

شیطان نے ایک دن فرعون کی خوابگاہ کے دروازے پر دستک دی۔ فرعون نے پوچھا کہ ''کون ہے؟؟''...... شیطان نے کہا: لعنت ہے تجھ پر خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اور معلوم نہیں کہ دروازے پر کون ہے۔'' (بحوالہ ''چمنستان ظرافت'' مولفہ ڈاکٹر شیخ عظمت الٰہی سلونوی ص ۶)

ہینری کسنجر کی کتاب پر ایک مبصر کی رائے

سابق امریکی وزیر خارجہ ہینری کسنجر کی ایک کتاب کے بارے میں جس میں جگہ جگہ مبہم عبارات تھیں ایک برطانوی تبصرہ نگار نے لکھا:

بہلول دیوانہ اور ایک چالاک شخص

ہارون رشید کے زمانے میں بہلول نامی ایک شخص دیوانہ بنا ہوا تھا...... ایک چالاک آدمی نے جو بہلول کو واقعی دیوانہ سمجھتا تھا...... ایک دفعہ دیکھا کہ بہلول کے پاس سونے کا ایک سکہ ہے اور وہ اسے اچھالتا جا رہا ہے۔ چالاک آدمی نے پیتل کے دس چمکتے ہوئے سکے نکال کر ہتھیلی پر رکھے اور بہلول سے کہا: ''تم اپنا سکہ مجھے دیدو اور یہ دس کے دس سکے تم لے لو''...... بہلول نے کہا: ''پہلے تین مرتبہ گدھے کی بولی بول کر دکھاؤ...... وہ شخص سمجھا کہ بہلول اس کے دام میں آ گیا''...... اس نے فوراً تین مرتبہ گدھے کی آواز نکالی اور بولا: ''لاؤ اب سکے مجھے دیدو''...... بہلول نے کہا: ''تجھے اپنے گدھے پن کے باوجود یہ معلوم ہے کہ میرا سکہ سونے کا ہے تو کیا مجھے یہ علم نہیں کہ تیرے سکے پیتل کے ہیں''......

مجھے کوٹھے پر چڑھادو

ایک صاحب گنگوہ میں غلیل اور غلے ساتھ رکھتے چہار زانو بیٹھ کر غلے سامنے رکھ کر آسمان کی طرف پھینکتے اور قبل اس کے کہ وہ نیچے آئے دوسرا غلہ چلاتے اور پہلے میں مارتے اسی طرح کرتے رہتے ایک مرتبہ کسی شادی میں چلے گئے وہاں اتفاق سے رات میں چور آ گئے تو کہا مجھے کوٹھے پر چڑھادو، لوگوں نے چڑھادیا تو غلیل چلانی شروع کی یہاں تک کہ چور بھاگ گئے صبح کو تحقیقات کے لئے پولیس آئی تو ان سے کہا کہ پکڑنا تمہارا کام ہے نشانی میں بتائے دیتا ہوں سب کی ایک ایک آنکھ پھوٹی ہوئی ہے اس طرح غلے چلائے تھے کہ ایک ایک آنکھ پھوڑ دی تھی سب کی۔

مختلف لوگ مختلف قسم کی خریداری کرتے ہیں، بعض لوگ بڑی بڑی مارکیٹوں سے خریداری کرتے ہیں، وہ چھوٹی دکانوں سے خریداری کرنے میں عار محسوس کرتے ہیں۔ بعض لوگ چھوٹی دکانوں سے خریداری کرتے ہیں اور بعض ریڑھیوں سے ہی خریداری کر لیتے ہیں۔ غرض یہ کہ اپنی ضرورت پوری کرنے کیلئے ہر آدمی ہر جگہ جانے کو تیار ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ ضرورت کے بغیر بھی خریداری کرتے ہیں، بازار میں جو لوگ ضرورت سے زیادہ خرید رہے ہوں وہ اکثر سوچ سوچ کر خریداری کر رہے ہوتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں وہ ''اوور لوڈ'' ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگ گھر میں بیٹھ کر ہی خریداری کر لیتے ہیں۔ شاید آپ تھوڑے سے حیران ہوئے ہوں کہ وہ کیسے؟ اب میں آپ کو بتاتی ہوں،

ہم بنے بے وقوف دو استریاں خرید کر
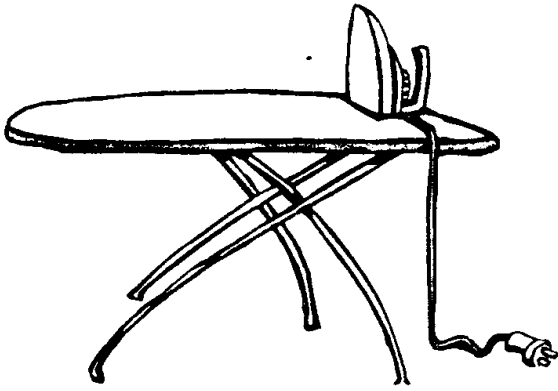
ہمارے گھر میں اس وقت دو استریاں پوری دیانتداری اور وفاداری سے اپنا کام کر رہی ہیں۔ چند روز پہلے ہمارے گھر کے دروازے پر دستک ہوئی، میری امی جان دروازے پر گئیں، خلاف معمول 15 یا 16 سال کا پٹھان لڑکا (خان صاحب) دروازے پر کھڑا تھا، اس نے امی جان سے سلام کے بعد کہا کہ یہ کہیں کسٹم والوں کا گھر تو نہیں ہے؟ جواب میں امی جان نے ''نہیں'' کہا۔ دراصل وہ لڑکا استریاں بیچنے والا تھا۔ پہلے تو صرف گلی میں چیزیں آوازیں لگاتے تھے اب تو دروازے کھٹکھٹانے کا رواج بھی شروع ہو گیا ہے۔ ہم جانتے تھے کہ یہ سب دھوکہ ہوتا ہے لیکن اس لڑکے نے امی جان کو استریاں دکھائیں اور کہا کہ 3000 کی استری ہے، 1 نمبر استری ہے اور جاپان کی ہے۔ میری امی جان نے اسے بتایا کہ ہمیں استری کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن وہ تو امی کی منتیں کرنا شروع ہو گیا، امی کو خالہ جان اور اماں کہہ کہہ کر بلا رہا تھا اور یہ کہ مجھے پشاور جانا ہے مجھے کرایہ اداء کرنا ہے، پلیز لے لیں۔ آخر کار اس نے امی جان کو 500 میں ایک استری لینے پر راضی کر لیا، لیکن وہ کہہ رہا تھا 1 کی بجائے دو استریاں لیں۔ امی جان نے اسے بہت منع کیا لیکن اسے ذرا اثر نہ ہوا۔ اس کے پاس چار استریاں تھیں اور وہ کہہ رہا تھا کہ چاروں لے لیں۔ اب بھلا ہم نے چار استریاں کیا کرنی تھیں گھر میں دو استریاں ہی دو پہلے والی، ہم سے سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ خیر ہم نے 1000 روپے میں دو استریاں لے لیں۔ یہ دو استریاں گھر میں تشریف لائیں۔ شاید پہلی دو استریوں کی شان میں گستاخی ہوئی کہ ان کی موجودگی میں اور استریاں کیوں آئیں؟ چاروں استریوں کو اندر لا کر بٹھایا گیا۔ جو ہماری اصل 1 نمبر استریاں تھیں ان کے اوپر چھوٹے حروف میں لکھا تھا اور خان صاحب کی استریوں پر بڑے حروف میں لکھا ہے۔ کافی تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ استریوں میں فرق صرف الفاظ کے چھوٹے بڑے ہونے کا ہے اور ہم نے کون سا استریوں سے ٹیوشن پڑھنا تھی، کپڑے ہی استری کرنا تھے۔ گھر پر صرف ہم بہنیں اور امی جان تھیں، اگر ایک بھی مرد ہوتا تو شاید ایسی بے وقوفی کبھی نہ ہوتی لیکن پھر بھی دیکھیں ہمیں بازار اور مارکیٹ جانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی اور استریاں ہم نے خرید بھی لیں۔ شام کو ہمارے گھر کے مرد حضرات تشریف لائے، جب ابو جان کو اس واردات کا پتہ چلا تو ان کا موڈ خراب ہو گیا، صرف موڈ خراب اس لئے ہوا کہ ہم نے انہیں ابھی ایک استری کا بتایا تھا، اگر دوسری کا بھی بتاتے تو ممکن ہے ابو جان کو غصہ بھی آ جاتا، خیر ابو جان کا کہنا تھا کہ تم لوگوں نے خاصا بیوقوفی کا کام کیا ہے، اگر اسے پیسوں کی ضرورت تھی تو 500 روپے دے دینا تھے، استری لینے کی کیا ضرورت تھی، ان استریوں کا تو وزن ہی نہیں ہوتا۔ پھر ہم نے سوچا کہ ہمارے دماغ نے اس نکتہ پر تو سوچا

ہی نہیں۔ہم لوگوں کو دل ہی دل میں تو ہنسی آرہی تھی کہ ابھی تو ابو جان کو دوسری استری کا پتہ نہیں۔دو بھائی تو سرعام ہنس رہے تھے اور ایک بھائی خاموشی سے اس روداد کو سن رہے تھے۔پھر استری پیش کی گئی ڈبے میں سے باہر آئی تو فوراً احساس ہوا کہ اس استری کا تو وزن ہی نہیں ہے، دراصل وہ ان استریوں میں اصل مشینری نکال لیتے ہیں۔پھر عشاء کی نماز کا وقت ہوا اور سب نماز پڑھنے چلے گئے اور پیچھے سے ہم اپنی خریداری پر کچھ دیر تبسم فرماتی رہیں۔صبح ابو جان کے کپڑے استری کرنا تھے تو ابو جان نے کہا کہ اپنی امی کی استری چیک کرو۔میں نے استری چلائی، کچھ دیر بعد استری گرم ہوئی تو شکر کیا کہ چلو گرم تو ہوئی، اب اسے اگر میں کپڑے پر رکھتی تو وہ اپنی جگہ سے ہلتی نہیں تھی اور اگر ہلتی تو اپنے ساتھ کپڑے کو بھی لے جاتی، تقریباً 45 منٹ میں ایک جوڑا کپڑوں کا استری ہوا، میرا ہاتھ بھی درد سے استری کو کوس رہا تھا، ہاتھ کے درد کی تو خیر تھی جب میں نے استری کئے ہوئے کپڑے دیکھے تو مجھے کافی حیرت ہوئی کیونکہ میری ایک گھنٹے کی محنت رائیگاں گئی، کپڑے ایسے لگ رہے تھے جیسے ابھی کسی نے صندوق سے نکال کر رکھے ہوں، اس وقت تو مجھے بھی استری پر کافی غصہ آیا۔ابو جان یہ مرحلہ تو نہیں دیکھ سکے کیونکہ وہ کپڑوں کا کافی دیر انتظار کرنے کے بعد بھائی کے ساتھ آفس چلے گئے۔اب مسئلہ دوسری استری کا تھا۔کسی کو تحفہ دیں تو یہ اس پر ظلم ہے صدقہ اس لئے نہیں کرتے کہ اس مردے کا صدقہ کرنے پر اگر ثواب کی بجائے گناہ ملا تو کیا کریں گے؟ خیر سوچا کہ کچھ دن کے بعد ابو جان کو بتا دیا جائے گا۔ہم تو فی الحال نہیں بتا رہے، ممکن ہے یہ روداد پڑھ کر انہیں پتہ چل جائے۔

بہرحال ہمیں تو خاصا سبق ملا، انسان تجربے سے ہی سیکھتا ہے خدا کا شکر ہے کہ ہم نے صرف دو استریاں خریدیں کیونکہ جب امی جان نے آکر بتایا تو میں نے امی جان سے کہا کہ اگر وہ بیچارہ اتنا کہہ رہا تھا تو چاروں لے لیتیں۔لیکن اس طرح کے دغا باز لوگ تو سب کو دھوکہ دے دیتے ہیں۔مجھے امید ہے کہ آپ بھی اس سے سبق حاصل کریں گی۔

سنی اور شیعہ کی حکایت

ایک مولوی صاحب سے ایک شیعی نے کہا کہ جتنے نئے فرقے مرزائی، چکڑالوی وغیرہ نکلتے ہیں یہ سب سنیوں ہی میں سے نکلتے ہیں، اور شیعوں میں سے کوئی فرقہ بھی نکلتے نہیں سنا۔مولوی صاحب نے کہا کہ جو آپ نے فرمایا بالکل صحیح ہے مگر اس کی ایک وجہ ہے وہ یہ کہ یہ تو آپ تسلیم کریں گے کہ شیطان اپنا وقت بیکار تو کھوتا نہیں ہمیشہ گمراہ کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔شیعی نے کہا ہاں یہ سچی بات ہے۔مولوی صاحب نے کہا کہ جب یہ تسلیم ہے تو اب سنئے کہ شیعوں کو تو مرکز گمراہی پر پہنچا کر وہ بے فکر ہوگیا ہے۔آگے کوئی درجہ گمراہی کا رہا ہی نہیں اور سنیوں کو حق پر سمجھتا ہے اس لئے ہمارے ہی پیچھے پڑا رہتا ہے۔

۲: اس طرح کئی جاہل مسلمانوں کو غیر مذہب والوں کے اخلاق کی اس قدر تعریف کرتے ہوئے سنا گیا ہے کہ جس سے سننے والا یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ اصل مذہب اچھے اخلاق کا ہونا ہے اگر وہ کسی کافر میں امانت داری، عہد کی پابندی، اتفاق وغیرہ دیکھتا ہے تو کافر کو مسلم پر ترجیح دینا شروع کر دیتا ہے حالانکہ اخلاق اور ایمان علیحدہ علیحدہ ہیں اول ایمان کی قیمت زیادہ ہے، ایمان کامل ہو اخلاق نہ ہوں تو ایک نہ ایک دن سزا بھگت کر جنت میں چلا جائے گا۔ایمان پر نجات کا مدار ہے اخلاق پر نہیں۔
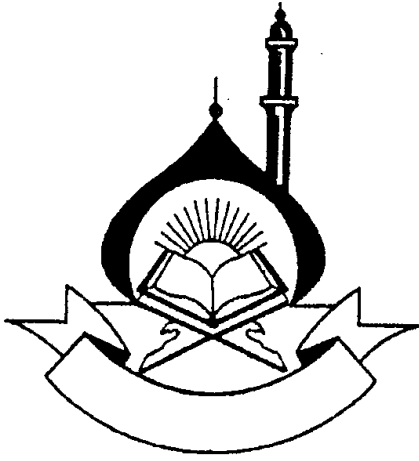
اتباع سنت

ارشاد فرمایا کہ ہمارے ایک رفیق سناتے تھے کہ ایک صاحب مسلم لیگ سے تعلق رکھنے والے تھے۔ انہوں نے ہاتھ سیدھا رکھنے کی مدت تک مشق کی چنانچہ انہوں نے آدھ گھنٹے تک ہاتھ سیدھا رکھنے کی مشق کر لی اس کے بعد حضرت مدنی سے آ کر مصافحہ کیا چونکہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مصافحہ کرنے والے سے اپنا ہاتھ نہیں چھڑاتے تھے جب تک کہ وہ خود اپنا ہاتھ نہ کھینچ لے، چنانچہ ان صاحب نے مصافحہ میں حضرت مدنی کا ہاتھ پکڑے رکھا حضرت نے بھی اپنا ہاتھ نہ چھڑایا۔ یہاں تک کہ آدھ گھنٹہ گزرنے پر خود ہی اپنا ہاتھ ان صاحب نے کھینچ لیا تب حضرت نے اپنے ہاتھ واپس لئے ان صاحب نے کہا کہ ہاں یہی اتباع سنت ہے۔

ترکی بہ ترکی جواب

بابر کے فرزند مرزا کامران کے سر پر بال نہیں تھے اور سلطان سلیم شاہ سوری کی لمبی لمبی زلفیں تھیں۔ مرزا کامران سلیم شاہ سے ملنے آیا تو سلطان نے بطورِ مذاق مرزا کامران والی قندھار سے پوچھا: ”کیا تمہاری عورتیں تمہاری طرح بال منڈاتی ہیں؟“

مرزا بڑا ہوشیار تھا، اطمینان سے بولا:

”جی نہیں۔ وہ آپ کی طرح سر پر بال رکھتی ہیں۔“

نصیحت

ہمارے استاد فرماتے تھے کہ متکبر انسان بظاہر تو یوں کہتا ہے کہ ”ہم چو ما دیگرے نیست“ (ہمارے جیسا کوئی دوسرا نہیں ہے) لیکن حقیقت میں وہ یوں کہتا ہے کہ ”ہم چو ما ڈنگرے نیست۔“ (ہمارے جیسا ڈنگر اور حیوان کوئی نہیں ہے)۔

انسان کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو ضعیف اور کمزور سمجھے، خطا کار اور گہنگار سمجھے، اللہ تعالیٰ کا محتاج اور فقیر سمجھے، وہ اپنے آپ کو جتنا جھکائے گا اللہ تعالیٰ اسے اتنا ہی اٹھائے گا لیکن اگر وہ حیوان اور درندہ بن کر ناحق اپنی گردن اٹھائے گا، اللہ تعالیٰ اس کی گردن توڑ کر رکھ دے گا۔

حکیم تھیلز اور فلکیات

حکیم تھیلز کسی بڑھیا کو اپنے مکان کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر ستاروں کی گردش وغیرہ کو دیکھنے کے لئے اپنے کوٹھے کی چھت پر چڑھا ...... اتفاق سے اس کا پیر پھسل گیا اور وہ نیچے آ رہا۔

بڑھیا نے کہا: ”بیٹا جب تم کو یہ معلوم نہیں کہ پاؤں کے نیچے کیا ہے تو آسمان کے اوپر کا حال تم کو کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟“

''کرمو! تمہارے بچپن کے دوست اور لنگوٹیے آج گاؤں میں تقریر کرنے آ رہے ہیں۔''

کرمو یہ خبر سن کر بری طرح اچھلا، میٹرک تک وہ ایک ساتھ پڑھتے رہے تھے۔ پھر رحیم الدین کا گھرانہ گاؤں چھوڑ کر شہر چلا گیا تھا۔ اس کے بعد تو بس کبھی کبھار ہی اسے رحیم الدین کی کوئی خبر ملتی تھی...... پھر ایک دن اسے معلوم ہوا، اس کہ بچپن کا دوست اور لنگوٹیا صوبائی وزیر بن گیا......اور وزیر بننے کے بعد وہ اپنے گاؤں میں تقریر کرنے کے لئے آ رہا تھا...... بھلا اس سے بڑھ کر خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی تھی۔

اس نے صبح سے ملاقات کی تیاری شروع کر دی۔ آخر شام کے وقت وہ اس میدان میں پہنچ گیا، جس میں تقریر کا پروگرام طے تھے...... وہاں گویا پورا گاؤں اُمڈ آیا تھا۔ پولیس نے پورے میدان کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ میدان میں داخل ہونے سے پہلے سب کی تلاشی لی جا رہی تھی، کیونکہ ان دنوں ملک میں جگہ جگہ بم دھماکے ہو رہے تھے۔

اس کی تلاشی لی جانے لگی تو وہ بول اٹھا:

''میں کرمو ہوں......یعنی کرم داد......رحیمو کا بچپن کا دوست۔''

پولیس والے شاید سمجھ ہی نہ سکے کہ وہ کس رحیمو کی بات کر رہا ہے۔ تلاشی لے کر اسے آگے دھکیل دیا گیا۔ اب اس کی کوشش تھی، وہ کسی نہ کسی طرح اسٹیج کے نزدیک پہنچ جائے تا کہ رحیمو سے مل سکے، چنانچہ وہ ہجوم کو چیرتا ہوا آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا، یہاں تک کہ اسٹیج کے پاس پہنچ گیا۔

اور پھر وزیر صاحب تشریف لے آئے۔ سب لوگوں نے تالیاں بجا کر ان کا استقبال کیا۔ جلد ہی وہ تقریر کے لئے اسٹیج پر آ گئے، کرمو نے دیکھا...... وہ بالکل ویسا ہی تھا، جیسا بچپن میں...... ذرا بھی تو فرق نہیں پڑا تھا...... اس سے پہلے کہ تقریر شروع ہوتی ......وہ پر جوش انداز میں اٹھ کھڑا ہوا اور پکارا:

''میں......میں کرمو ہوں......تمہارا بچپن کا دوست اور لنگوٹیا۔''

رحیم الدین نے چونک کر اس کی طرف دیکھا......اسے یاد آ گیا، وہ اس کے بچپن کا دوست کرمو تھا، لیکن پھٹے پرانے حال میں تھا، چنانچہ انہوں نے فوراً کہا: ''بیٹھ جائیں''۔

''تم نے مجھے پہچانا نہیں......میں کرمو ہوں......بچپن کا لنگوٹیا۔'' وہ پھر پکارا۔

''بیٹھ جائیں......سب لوگ بیٹھ جائیں۔''

سب لوگ تو پہلے ہی بیٹھے ہوئے تھے......ایک بس کرمو کھڑا تھا......وزیر صاحب کے کہنے پر بھی وہ نہ بیٹھا، اس نے ایک بار پھر کہا:

''میں کرمو ہوں......آپ کے بچپن کا دوست اور لنگوٹیا۔''

وزیر کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا...... چہرہ غصے سے تن گیا...... یہ کیفیت دیکھ کر دو پولیس والے تیزی سے اس کی طرف بڑھے اور اسے زبردستی بٹھا دیا۔

''لیکن......میں کرمو ہوں۔'' وہ بلند آواز میں بولا۔

"یہ ایسے نہیں مانے گا...... اسے میدان سے باہر لے چلو۔" ایک پولیس والے نے کہا۔
اب دونوں اسے گھسیٹتے ہوئے لے چلے...... اس نے گردن گھما کر وزیر کی طرف دیکھا۔
"آپ دیکھ رہے ہیں...... آپ انہیں روک نہیں رہے...... میں کرمو ہوں کرمو۔"
وزیر نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور تقریر شروع کر دی...... پولیس والے اسے میدان سے باہر لے آئے اور چھوڑ دیا......
جونہی انہوں نے اسے چھوڑا، وہ پھر تیر کی طرح اندر کی طرف دوڑا......
"ارے ارے...... پکڑو...... یہ...... یہ تو کر دے گا، بیڑہ غرق۔" ایک نے چیخ کر کہا۔
اور پھر اسے دبوچ لیا گیا۔
"اس کا ایک ہی حل ہے...... گاؤں کے تھانے کی حوالات۔" دوسرا بولا۔
"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔"
وہ اسے تھانے کی حوالات میں لے آئے...... جب بند کر کے رخصت ہونے لگے تو وہ بولا:
"تم لوگ مانو یا نہ مانو...... ہوں میں کرمو...... رحیمو کا بچپن کا دوست اور لنگوٹیا"۔
دونوں ہنستے ہوئے تھانے سے باہر نکل گئے...... وزیر صاحب تو تقریر کرتے ہی گاؤں سے رخصت ہو گئے۔ کرمو کو دوسرے دن حوالات سے نکالا گیا...... تھانے سے باہر کا رخ کرتے ہوئے اس نے کہا:
"میں کرمو ہوں...... رحیمو کے بچپن کا دوست...... اور لنگوٹیا...... کوئی مانے نہ مانے...... ہاں!"

جیسے کو تیسا

سر سید احمد خان ایک مرتبہ ریل میں سفر کر رہے تھے۔ ان کے کمپارٹمنٹ میں ایک انگریز بھی تھا۔ وہ ایک ہندوستانی کی موجودگی سے خاصا جز بز ہو رہا تھا۔ سر سید نے ناشتہ کرنے کے لئے ناشتے دان کھولا، پھر غسلخانے میں ہاتھ دھونے چلے گئے۔ انگریز کو تاؤ آیا اور اس نے ناشتے دان اٹھا کر گاڑی سے باہر پھینک دیا۔ جب سر سید واپس آئے تو انگریز نے طنزیہ لہجے میں کہا: "آپ کا ناشتہ دان سیر کرنے گیا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد انگریز غسل خانے میں گیا اور اپنا ہیٹ سیٹ پر چھوڑ گیا۔ سر سید نے ہیٹ اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ جب انگریز واپس آیا تو سر سید نے مسکراتے ہوئے کہا: "آپ کا ہیٹ، میرے ناشتے دان کو واپس لانے کے لئے گیا ہے۔"

خلیفہ ہارون رشید اور بہلول

ایک دن خلیفہ ہارون رشید بہلول کے ساتھ حمام میں گئے...... خلیفہ نے بہلول سے مذاق میں پوچھا: "اگر میں غلام ہوتا تو اس حالت میں میری قیمت کیا لگتی؟"...... بہلول نے جواب دیا: "پچاس دینار"...... خلیفہ نے غصے میں آ کر کہا:
"پگلے! صرف یہ تہبند جو میں نے باندھ رکھا ہے، پچاس دینار کا ہے"...... بہلول نے جواب دیا: "میں نے صرف تہبند ہی کی قیمت لگائی ہے۔ ورنہ خلیفہ کی کوئی قیمت نہیں ہے۔"

طنز ومزاح کے اکبراعظم

اکبرالٰہ آبادی

اکبرالٰہ آبادی ایک شاعر نہیں، ایک عہد کا نام ہے، ان کا پورا نام سید اکبر حسین اور تخلص اکبر تھا۔ وہ ۱۶ نومبر ۱۸۴۶ء کو الٰہ آباد میں پیدا ہوئے۔ وکالت کا امتحان پاس کرنے کے بعد نائب تحصیل دار مقرر ہوئے اور پھر ترقی کرتے کرتے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کے عہدے تک پہنچے۔

اکبر نے اپنی شاعری کا آغاز غزل گوئی سے کیا۔ بعد میں رباعیات اور قطعات کی دنیا میں قدم رکھا تو ان کا مخصوص رنگ اجاگر ہوا۔ انہوں نے بڑی فنکاری سے مغربی تہذیب کے بخیئے ادھیڑے۔ انہوں نے خدا اور رسول سے محبت، نوجوانوں کی مذہب سے دوری، دنیا کی بے ثباتی، فکرِ آخرت، پردہ، تعلیم نسواں اور عورتوں کی آزادی کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔ اکبر کا شمار اردو کے عظیم طنز ومزاح نگار شعراء میں کیا جاتا ہے۔

اکبر کے بارے میں اردو زبان کے مشہور نقاد ڈاکٹر کلیم الدین احمد نے لکھا ''اکبر کا قدم پرانی تہذیب پر جما ہوا تھا اور وہ نئی تہذیب کی بڑھتی ہوئی فوج کا مقابلہ کرتے ہیں اور تن تنہا اس یلغار کو روکنا چاہتے ہیں۔ اس مقصد میں اپنی فطری طنز وظرافت سے مدد لیتے ہیں۔ ان کی تیز اور باریک بین نگاہیں دشمن کی کمزوریوں کو دیکھ لیتی ہیں اور وہ ان کمزوریوں کی اپنی طنز وظرافت سے قطع وبرید کرتے ہیں۔

ذیل میں اکبر کے منتخب اشعار پیش کئے جارہے ہیں۔

نامہ کوئی نہ یار کا پیغام بھیجئے
اس فصل میں جو بھیجئے بس آم بھیجئے
ایسے ضرور ہوں کہ انہیں رکھ کے کھا سکوں
پختہ اگر ہوں بیس، تو دس خام بھیجئے
معلوم ہی ہے آپ کو بندے کا ایڈریس
سیدھے الٰہ باد مرے نام بھیجئے
ایسا نہ ہو کہ آپ یہ لکھیں جواب میں
تعمیل ہوگی پہلے مگر دام بھیجئے

ہوئے اس قدر مہذب کبھی گھر کا منہ نہ دیکھا
کٹی عمر ہوٹلوں میں، مرے ہسپتال جاکر
خدا کے فضل سے بیوی میاں دونوں مہذب ہیں
حجاب ان کو نہیں آتا، انہیں غصہ نہیں آتا
قوم کے غم میں ڈنر کھاتے ہیں حکام کے ساتھ
رنج لیڈر کو بہت ہیں، مگر آرام کے ساتھ
تھے معزز شخص لیکن ان کی لائن کیا لکھوں
گفتنی درجِ گزٹ، باقی جو ہے ناگفتنی
شیخ جی کے دونوں بیٹے باہنر پیدا ہوئے
ایک ہیں خفیہ پولیس میں، ایک پھانسی پاگئے
بتوں کے پہلے بندے تھے، مسوں کے اب ہوئے خادم
ہمیں ہر عہد میں مشکل رہا ہے باخدا ہونا
رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

ہم ایسی کل کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کے لڑکے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

دخترِ رز نے اٹھا رکھی ہے آفت سر پر
خیریت گزری کہ انگور کے بیٹا نہ ہو

ڈارون صاحب حقیقت سے نہایت دور تھے
میں نہ مانوں گا کہ مورث آپ کے لنگور تھے

چار دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ
کلرکی، کر کھا ڈبل روٹی ، خوشی سے پھول

شوق لیلائے سول سروس میں مجھ مجنوں کو
اتنا دوڑایا، لنگوٹی کردیا پتلون

کوٹھی میں جمع ہے نہ ڈپازٹ ہے بینک میں
قلاش کردیا ہے مجھے دو چار تھینکس

ہم کیا کہیں احباب کیا کارِ نمایاں کرگئے
بی اے ہوئے، نوکر ہوئے، پنشن ملی اور مر گئے

مغربی ذوق ہے اور وضع کی پابندی بھی
اونٹ پر چڑھ کے تھیٹر کو چلے ہیں حضرت

قومی عزت ہے نیکیوں سے اکبر
اس میں کیا ہے کہ نقل انگریز کر

تھے کیک کی فکر میں سو روٹی بھی گئی
چاہی تھی شے بڑی سو چھوٹی بھی گئی
واعظ کی نصیحتیں نہ مانیں آخر
پتلون کی تاک میں لنگوٹی بھی گئی

بتائیں آپ کو مرنے کے بعد کیا ہوگا
پلاؤ کھائیں گے احباب، فاتحہ ہوگا

باطل پہ نہ جاؤ حق کو سن لو
کانٹوں کو ہٹا کے پھول چن لو

ملا نصیر الدین کا مشورہ

ایک دن امیر تیمور لنگ دربار لگائے ہوا تھا۔ درباری مودبانہ طریق سے اپنی جگہوں پر کھڑے ہوئے تھے۔ تیمور نے خلفائے بغداد کا حوالہ دیتے ہوئے کہا: ''ان کے القاب بڑے پرشکوہ ہوتے ہیں۔ مثلاً مستنصر باللہ، واثق باللہ، معتصم باللہ اور متوکل باللہ وغیرہ۔ میں چاہتا ہوں کہ میں بھی اسی قسم کا کوئی لقب اختیار کروں۔''
درباریوں نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق مختلف القابات تجویز کیے ...... جب ملا نصیر الدین کی باری آئی تو اس نے جان کی امان پاتے ہوئے عرض کیا: ''ناچیز کے خیال میں حضور کا لقب نعوذ باللہ بہت موزوں رہے گا۔''
(بحوالہ ماہنامہ ''ہما'' نئی دہلی: جنوری ۱۹۹۵ء، ص ۷۷)

دندان شکن جواب

ایک انگریز نے خواجہ حسن نظا
سے کہا: ''سارے انگریزوں
رنگ ایک سا ہوتا ہے، لیکن
نہیں کیوں سارے ہندوستانیو
کا رنگ ایک سا نہیں ہوتا۔'' ....
خواجہ حسن نظامی نے جواب د
''گھوڑوں کے رنگ مختلف
ہوتے ہیں لیکن سارے گدھوں
رنگ ایک سا ہوتا ہے۔''

ملا نصیر الدین کے واقعات

ترکی کا ایک مشہور شہر ہے۔اس شہر کے نزدیک ایک گاؤں تھا۔ملا نصیر الدین اس گاؤں میں رہا کرتے تھے۔ اگرچہ آپ کا انتقال ہوئے تقریباً پانچ سو ستر سال بیت گئے مگر کسی نے سچ کہا ہے کہ بعض لوگ مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ملا آج بھی ہمارے درمیان زندہ ہیں۔انہیں کے چند واقعات ہم آپ کو سناتے ہیں۔

گدھے کا غم

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ملا نصیر الدین کو دو بڑے صدمے اٹھانے پڑے۔ایک صدمے یہ تھا کہ ان کی بیوی کا انتقال ہوا تو آپ کو زیادہ رنج نہ ہوا، لیکن جب گدھے نے بھی آپ کا ساتھ چھوڑ دیا تو آپ کو بہت بڑا غم سہنا پڑا۔لوگوں نے جب ملا نصیر الدین کا یہ حال دیکھا تو خیال کیا کہ جب ملا صاحب کی بیوی مریں تو ان کا چہرہ اتنا رنجیدہ نہ تھا جتنا غم گدھے کے مرنے پر ہوا۔ آخر لوگوں نے چاہا کہ کیوں نہ اس کی وجہ دریافت کی جائے چنانچہ وہ سب ملا کے گھر تشریف لے گئے، جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ملا صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔لوگوں نے ان کو سلام کیا اور پھر پوچھا کہ ملا صاحب جب آپ کی بیوی کا انتقال ہوا تو آپ کا چہرہ اتنا زیادہ رنجیدہ نہ تھا جتنا کہ گدھے کے مرنے کے بعد ہوا۔

اس کے جواب میں ملا صاحب نے فرمایا۔''یارو! کیا بتاؤں جب میری گھر والی مری تو تمام لوگ جمع ہوئے۔جن میں دو بڑی بوڑھیاں بھی شامل تھیں۔انہوں نے مجھے تسلی دی اور کہا ملا صاحب آپ زیادہ پریشان نہ ہوں۔انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی دوسری شادی تھوڑے ہی دن بعد دوبارہ ہو جائے گی لیکن جب میرا گدھا مجھ سے روٹھا تو کسی نے مجھ کو تسلی نہ دی اور نہ ہی یہ کہا کہ ملا صاحب گھبراؤ نہیں ہم تمہیں دوسرا نیا گدھا لا دیں گے۔اس بات کا مجھے بہت افسوس ہے۔

بھیک مانگنے کا ہنر

ایک شخص بھیک مانگتا تھا، ایک دوسرے شخص نے اس سے کہا کہ یار مجھے بھی بھیک مانگنا سکھاؤ، اس نے کہا کہ بس ایک ہی سبق سیکھ لے، کسی بھی آدمی کو جس جگہ پر بھی دیکھے جس وقت بھی دیکھے اسی وقت اس سے سوال کر اور پھر جو چیز بھی وہ دے وہ لے لے، پھر وہ سکھانے والا شخص ایک مرتبہ بیت الخلاء میں بیٹھا ہوا تھا تو یہ شخص آیا اور اس سے سوال کیا تو اس نے بھی فوراً ایک بال نوچ کر اس کے ہاتھ میں دے دیا اور کہا کہ واقعی تو قابل شاگرد ہے۔

گھوڑی کی چوری

راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے بنی عقیل کے ایک شخص کو دیکھا جس کی کمر پر ایسے نشانات تھے جیسے پچھنے لگانے سے ہوجاتے ہیں۔مگر یہ ان سے بڑے بڑے تھے۔ میں نے اس سے اسکا سبب پوچھا۔تو اس نے اپنا قصہ سنایا کہ میں اپنے چچا کی بیٹی پر فریفتہ تھا۔تو میں نے اس سے نکاح کا پیغام بھیجا تو لڑکی والوں نے یہ جواب دیا کہ ہم تجھ سے نکاح صرف اس صورت میں کر سکتے ہیں کہ تو مہر میں شبکہ دے۔ یہ ایک گھوڑی تھی جو نہایت تیز رفتار تھی۔اور جو کہ بنی بکر کے ایک شخص کے پاس تھی۔ میں نے اس سے اس شرط پر نکاح کرلیا اور میں اس فکر میں نکلا کہ کسی حیلہ سے وہ گھوڑی اس کے مالک کے یہاں سے نکال لاؤں تا کہ اس منکوحہ کا ہاتھ آنا ممکن ہو سکے۔تو میں اس قبیلہ میں پہنچا جس میں گھوڑی تھی اور میں (اسکا سراغ لگانے کیلئے) جاتا آتا رہا۔تو ایک مرتبہ میں فقیر بن کر اس خیمہ میں پہنچا جس میں وہ شخص رہتا تھا تا کہ گھوڑی بندھنے کی جگہ معلوم کرلوں کہ خیمہ کے کس موقع پر ہے اور میں خیمے میں پیچھے سے اندر جانے میں کامیاب ہوگیا اور روئی کے ایسے انبار کے پیچھے پہنچ گیا جو انہوں نے دھنک کر کاتنے کے لئے جمع کر رکھی تھی۔ دن بھر اس میں چھپا رہا۔جب رات آ گئی تو گھر والا آ گیا اور اس کی بیوی نے اس کے لئے رات کا کھانا تیار کر رکھا تھا۔اور دونوں کھانے بیٹھ گئے۔اندھیرا پورے طور پر چھا چکا تھا اور انکے پاس چراغ موجود نہیں تھا اس لئے اندھیرے میں ہی کھانا شروع کر دیا چونکہ میں بھوکا تھا تو میں نے بھی پیالے پر ہاتھ بڑھا کر ان دونوں کے ساتھ کھانا شروع کر دیا۔

مرد نے میرے ہاتھ کو اوپرا محسوس کرتے ہوئے پکڑلیا تو میں نے فوراً ہی عورت کا ہاتھ پکڑلیا (یعنی دوسرے ہاتھ سے) تو اس سے عورت نے کہا کہ تجھے کیا ہوگیا ہے تو نے میرا ہاتھ کیوں پکڑلیا تو اس نے یہ خیال کیا کہ میں نے عورت کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا، میں نے بھی فوراً عورت کا ہاتھ چھوڑ دیا اور ہم سب نے پھر کھانا شروع کر دیا۔پھر عورت کو میرا ہاتھ اوپرا لگا تو اس نے اسے پکڑلیا تو میں نے فوراً مرد کا ہاتھ پکڑلیا تو اس نے کہا کہ تجھے کیا ہوگیا ہے یہ میرا ہاتھ ہے تو عورت نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا میں نے فوراً مرد کا ہاتھ چھوڑ دیا۔اور کھانا ختم ہوگیا اور وہ شخص سونے کے لئے لیٹ گیا۔ جب وہ گہری نیند سو گیا اور میں ان کی تاک لگائے ہوئے تھا اور گھوڑی گھر کے ایک طرف بندھی ہوئی تھی اور اس حصہ کو تالا لگا ہوا تھا اور چابی عورت کے سر کے نیچے تھی میں نے دیکھا کہ اس شخص کا حبشی غلام آ پہنچا اور اس نے (عورت پر) ایک کنکری پھینکی تو وہ جاگ گئی اور اس کی طرف چل کھڑی ہوئی اور چابی اسی جگہ چھوڑ گئی۔ میں آہستہ سے خیمہ سے گھر کے صحن کی طرف آیا تو دیکھتا ہوں کہ وہ غلام اس عورت کے اوپر ہے تو میں چابی اٹھالایا اور قفل کھول کر میں نے بالوں کی بنی ہوئی لگام جو میرے ساتھ تھی گھوڑی کے لگادی اور اس پر سوار ہو کر خیمہ سے نکل گیا۔تو وہ عورت غلام کے نیچے سے نکلی اور خیمہ میں جا کر اس نے شور مچایا اور قبیلہ کو بیدار کر دیا تو قبیلے والے میرے

پیچھے لگے اور مجھے پکڑنے کے لئے سوار ہو کر میرے پیچھے دوڑے اور میں گھوڑی کو داتا ہوا جا رہا تھا اور میرے پیچھے ان کی ایک مخلوق دوڑ رہی تھی، پھر صبح ہوگئی اور میرے پیچھے صرف ایک سوار رہ گیا جس کے پاس نیزہ تھا وہ مجھ سے آملا اور آفتاب طلوع ہو گیا تھا تو اس نے میرے نیزہ مارنا شروع کیا۔ میرے جسم پر یہ نشانات اسی کے چوکوں کے ہیں۔ نہ اسکا گھوڑا مجھ سے اتنا قریب ہو سکا کہ اس کے نیزے کا وار مجھ پر بھرپور پڑسکتا اور نہ میری گھوڑی اتنا آگے نکل سکی کہ اسکا نیزہ مجھے چھوسکتا۔ یہاں تک کہ ہم ایک بڑی نہر پر پہنچ گئے تو میں نے اپنی گھوڑی کو للکارا تو وہ اس کو کود گئی (عرب کی نہریں اتنی عریض نہیں ہوتیں جیسی ہند کی اس لئے اس کو مستبعد نہ سمجھا جائے۔ مترجم) اور اس سوار نے بھی اپنی گھوڑی کو للکارا مگر وہ رک گئی اور نہیں کودی۔ جب میں نے اس کو دیکھ لیا کہ وہ عبور سے عاجز ہے تو ٹھہر گیا تاکہ گھوڑی کو آرام دے لوں اور خود بھی آرام کرلوں تو اس سوار نے مجھے آواز دی۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا۔ تو اس نے کہا اے شخص میں اس گھوڑی کا مالک ہوں جو تیرے نیچے ہے اور یہ اسی کی بیٹی ہے (جو میری سواری میں ہے) اور اب کہ تو اسکا مالک بن گیا تو اسکے ساتھ دھوکا نہ کرنا (یعنی اس کی خدمت میں کوتاہی نہ کرنا) اس کی قیمت دس دیت اور دس دیت کے برابر ہے (یعنی ایک انسان کے بیس گنا خون بہا کے برابر ہے) اور میں نے اس پر بیٹھ کر جس چیز کو بھی پکڑنا چاہا اس سے جاملا اور جب میں اس پر سوار ہوا تو جس نے بھی میرا پیچھا کیا میں کبھی اس کے ہاتھ نہیں آیا اور میں نے اسکا نام شبکہ رکھا تھا کیونکہ وہ جس چیز کے بھی پیچھے لگی اس کو اس نے نہیں چھوڑا تو یہ ایسی ہے جیسا کہ شبکہ (جال، پھاند شکار کے حق میں) میں نے کہا جب تو نے مجھے نصیحت کی تو میں بھی تجھے ایک اہم بات بتاتا ہوں۔ پھر میں نے سرگزشت بیان کرتے ہوئے اس کو عورت اور غلام کا قصہ سنایا۔ یہ سن کر اس نے گردن جھکا لی۔ پھر اپنا سر اٹھایا اور کہا یہ تم نے کیا کہا خدا تجھ جیسے چھاپہ مارنے والے کو بھی اچھی جزا نہ دے تو نے میری بیوی کو طلاق دی اور میری گھوڑی پر قبضہ کیا اور میرے غلام کو بھی قتل کیا۔

ملا اور دیہاتی

ایک مرتبہ کسی گاؤں میں ملا نصیر الدین کا گزر ہوا۔ انہوں نے وہاں کی مسجد میں کئی دن قیام کیا لیکن کسی نے ان کی خبر ہی نہ لی۔ آخر جمعہ کے دن ملا نصیر الدین ایک دم کھڑے ہوئے اور وعظ کرنے لگے۔ لوگ توجہ سے سنتے رہے۔ اس وعظ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آ گیا اور ملا نصیر الدین نے دیر تک ان کے مناقب بیان کرتے ہوئے کہا۔ ''اور جب یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بہت زیادہ ستایا۔ تو خداوند تعالیٰ نے انہیں چوتھے آسمان پر اٹھالیا۔''

کسی سادہ لوح دیہاتی نے سوال کیا۔ ''جناب! حضرت عیسیٰ علیہ السلام چوتھے آسمان پر کھاتے پیتے کیسے ہوں گے؟''

ملا نصیر الدین نے جھنجلا کر کہا۔ ''تم لوگ بھی عجیب ہو کہ تمہیں چوتھے آسمان پر جانے والے کی تو اتنی فکر ہے اور میں جو تین دن سے تین دن سے تمہارے گاؤں میں بھوکا پڑا ہوں، تمہاری بے پروائی اور غفلت سے لب دم ہوں اس کی تمہیں کچھ پروا نہیں، چنانچہ تم لوگ میری فکر کرو۔ اسکے بعد میں تمہیں بتاؤں گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چوتھے آسمان پر کہاں سے کھاتے پیتے ہوں گے۔''

تین انوکھے نوجوان

محل کے محافظ نے تین آدمیوں کو محل کے دروازے کی طرف بڑھتے دیکھا تو چلا اٹھا:

''خبردار! رک جاؤ''؟

تینوں ٹھٹک کر رک گئے۔ رات کا وقت تھا اور وہ محل تھا حجاج بن یوسف کا۔ جس کے ظلم سے اچھے اچھے گھبراتے تھے۔ محافظ کو اس نے حکم دے رکھا تھا کہ رات کے وقت کوئی اس طرف آئے تو اسے گرفتار کر لیا جائے۔ ان تینوں کو دیکھ کر محافظ کے دل میں نے جانے کیوں رحم جاگ اٹھا۔ اس نے ان میں سے ایک سے پوچھا:

''تم کون ہو؟''

ایک نے جواب دیا:

''میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کے آگے چھوٹے بڑے سب سر جھکاتے ہیں۔''

محافظ نے خیال کیا وہ امیر المومنین کا بیٹا ہے دوسرے سے پوچھا:

''تم کون ہو''؟

تو اس نے بتایا:

''میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کی ہانڈی ہمیشہ چولھے پر چڑھی رہتی ہے، اگر نیچے اترتی ہے تو فوراً اوپر چڑھ جاتی ہے۔''

محافظ نے خیال کیا یہ کسی بہت بڑے سخی کا بیٹا ہے۔ تیسرے سے پوچھا تو اس نے کہا:

''میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کا پاؤں ہمیشہ رکاب میں رہتا ہے اور وہ صفوں میں گھس جاتا ہے۔''

محافظ نے خیال کیا یہ کسی بہت بڑے مجاہد کا بیٹا ہے۔ اس نے ان کا راستہ چھوڑ دیا صبح وہ باغ کے ایک کونے میں پڑے نظر آئے۔ دن کی روشنی میں اسے اندازہ ہوا وہ تو کوئی عام سے نوجوان ہیں۔ اس نے حیران ہو کر پہلے سے پوچھا تم کس کے بیٹے ہو؟ اس نے بتایا کہ وہ ایک نائی کا بیٹا ہے۔ بات اس نے غلط نہیں کہی تھی نائی کے آگے بڑے چھوٹے سب سر جھکاتے ہیں اور پیسے بھی دیتے ہیں۔ دوسرے سے پوچھا تم کس کے بیٹے ہو؟ اس نے کہا میں چنے بیچنے والے کا بیٹا ہوں۔ اس کی ہانڈی چولھے پر چڑھی رہتی ہے۔ یعنی ہر وقت چنے بھون کر دیتا ہے۔ تیسرے نے بتایا وہ جولاہے کا بیٹا ہے۔ اس نے بھی درست کہا تھا جولاہے کے پاؤں ہر وقت رکاب میں رہتے ہیں اور وہ دھاگوں کی صفوں میں گھس جاتا ہے۔

یہ باتیں حجاج بن یوسف تک پہنچیں تو وہ ان کی عجیب وغریب بیان بازی پر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

خدا کا مہمان

ایک مرتبہ ملا نصیر الدین کا ایک فقیر نے گھر دیکھ لیا۔ اب وہ روز آتا اور کھانے پینے کے سامان کے ساتھ کچھ پیسے بھی مانگ کر لے جاتا۔ ملا نصیر الدین اس سے عاجز آ گئے تھے اور اس سے پیچھا چھڑانے کی کوئی ترکیب سوچ رہے تھے۔

ایک دن ملا نصیر الدین کھانا کھانے بیٹھے ہی تھے کہ وہی فقیر نازل ہو گیا۔ ملا نصیر الدین نے جھڑک کر دریافت کیا۔

''آخر تو ہے کون؟ جو روز نازل ہو جاتا ہے؟''

فقیر نے سادگی سے جواب دیا۔ ''خدا کا مہمان!'' ملا نصیر الدین فوراً باہر نکلے۔ فقیر کا ہاتھ پکڑا اور شہر کی جامع مسجد لے گئے۔ مسجد کے اندر پہنچا کر کہا۔ ''اب تک تو سخت دھوکے میں تھا۔ وہ گھر جہاں تو ہر روز پہنچتا تھا میرا گھر ہے لیکن جب تو نے بتایا کہ تو خدا کا مہمان ہے تو میں نے اس میں بے حرمتی محسوس کی کہ خدا کے مہمان کو خدا کے گھر سے لاعلم رکھوں۔'' اس کے بعد واپس آتے ہوئے کہا۔ ''خبردار! جو تو نے میرے گھر کا رخ کیا۔ خدا کے مہمان! خدا کے گھر کو اچھی طرح پہچان لے اور ادھر ادھر مت بھٹکتا پھر۔''

چالاک مفت خور

محمد ابن ابی طاہر نے ہم سے بیان کیا کہ بنی عقیل کا ایک شخص ایک گھوڑا چرانے کے لئے نکلا۔ اسکا بیان ہے کہ میں اس قبیلہ میں (جہاں سے گھوڑا چرانا تھا) داخل ہو گیا تو ایک مرد اور اسکی بیوی دونوں سخت اندھیرے میں بیٹھے ہوئے کھا رہے تھے۔ چونکہ میں بھوکا تھا اس لئے میں نے بھی اپنا ہاتھ پیالہ کی طرف بڑھا دیا تو مرد کو میرا ہاتھ اوپرا معلوم ہوا اور اس نے فوراً پکڑ لیا۔

میں نے فوراً دوسرے ہاتھ سے عورت کا ہاتھ پکڑ لیا عورت نے کہا تجھے کیا ہو گیا ہے یہ میرا ہاتھ ہے تو اس نے خیال کیا کہ وہ عورت کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہے تو اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا میں نے بھی عورت کا ہاتھ چھوڑ دیا اور ہم سب کھانا کھاتے رہے۔

پھر عورت کو میرا ہاتھ اوپرا لگا تو اس نے پکڑ لیا تو میں نے فوراً مرد کا ہاتھ پکڑ لیا تو اس نے عورت سے کہا تجھے کیا ہو گیا ہے یہ میرا ہاتھ ہے تو عورت نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میں نے فورا مرد کا ہاتھ چھوڑ دیا پھر وہ سو گئے تو میں گھوڑا پکڑ لایا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ظرافت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اللہ نے ظرافت بھی عطا فرمائی تھی اور حکمت بھی، حضرت مولانا تھانوی فرمایا کرتے تھے کہ یہ دونوں باتیں کم جمع ہوتی ہیں۔ عام طور پر جن کی طبیعت میں حکمت غالب ہوتی ہے ان کی ظرافت نہیں ہوتی اور جن کی طبیعت میں ظرافت غالب ہوتی ہے ان کا حکمت سے زیادہ واسطہ نہیں ہوتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں دونوں صفتیں جمع تھیں۔ کسی بدو نے ان سے سوال کیا کہ ''یاامیر المومنین ماذا النکاح'' نکاح کسے کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ سرور شہر ایک مہینہ مسرتوں کا ہے۔ خوشیوں کا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس مہینہ کا آغاز خوشیوں سے ہوتا ہے۔ بدو نے سوال کیا؟ ''یاامیر المومنین ثم ماذا؟'' اس کے بعد کیا؟ حضرت علیؓ نے اس کا قافیہ ملاتے ہوئے ظرافت کے ساتھ فرمایا۔ نکاح کی دوسری منزل کا نام ہے لزوم مھر عرب میں طریقہ یہ ہے کہ اب اس کے بعد مطالبہ کیا جاتا ہے کہ لائیے، مہر ادا کیجئے، نوشہ کو پہلی مرتبہ یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم نے تو خوشی خوشی قاضی کی مجلس میں قبول کیا تھا۔ یہ تو پتہ نہیں تھا کہ جیب سے مہر کی رقم بھی نکالنی ہوگی۔ اس بدوی نے پھر سوال کیا یاامیر المومنین ثم مانا؟ اس کے بعد کون سی منزل آتی ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا اور پھر قافیہ برقرار رکھا کہ تیسری منزل کا نام ہے غموم دھر فرمایا، اب اس کے بچے ہو جاتے ہیں، کہیں دوائیں، کہیں کپڑے، سارے زمانہ کا غم اس پر آپڑتا ہے۔ فرمایا مسرت سے جس تقریب کی ابتداء ہوئی تھی اس کی تیسری منزل اب آ گئی۔ اس بدو نے سوال کیا یاامیر المومنین ثم مانا؟ تو حضرت علیؓ جھک گئے۔ اس لئے کہ جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس کی کمر جھک جاتی ہے۔ کسی کتاب میں میں نے واقعہ پڑھا تھا کہ کوئی ستر اسی سال کے بوڑھے جن کی کمر جھک گئی تھی ان سے بچوں نے شرارت سے پوچھا تھا کہ بڑے میاں، یہ کمان کتنے کی خریدی ہے؟ تو اس بے چارے نے بڑی سادگی سے کہا کہ جب میری عمر کو پہنچ جاؤ گے تو مفت میں ہی مل جائے گی۔

حضرت علیؓ نے جھک کر فرمایا۔ آخری منزل کا نام کسور ظھر کہ کمر ٹوٹ جاتی ہے۔ قاضی کی مجلس میں جاتے وقت آپ نے کیا سوچا تھا کہ ذمہ داریاں پوری کرتے کرتے کمر جھک جائے گی۔ ایک مرتبہ آپ نے کہہ دیا تھا کہ قبول کیا، تو لفظ کتنا مختصر ہے؟ مگر ذمہ داریاں ساری زندگی کی ہیں۔ دہلی میں ایک صاحب کی شادی ہوئی۔ لڑکی ذرا پڑھی لکھی تھی۔ اگلے دن لڑکی نے ایک فہرست تیار کر کے شوہر کے پاس بھیج دی کہ اتنے برتن، اتنا فرنیچر، اتنا لباس اور اتنے سامان کی چیزیں آئیں گی۔ شوہر صاحب پریشان ہو گئے اور کہا۔ خدا کی قسم میں نے تجھے قبول کیا تھا، فہرست قبول نہیں کی تھیں اور اگر یقین نہ ہو تو چل، قاضی سے پوچھواؤں۔ اس نے کہا یہ جو آپ نے لفظ ''قبول'' کیا کہا۔ اس کی وجہ سے یہ سب چیزیں آپ کے ذمہ ہو گئیں۔ یہ تو ابھی پہلی قسط ہے ابھی تو کتنی اور فہرستیں آئیں گی۔ تو میں یہ بات عرض کر رہا تھا کہ عنوان کتنا مختصر ہے۔ ذمہ داریاں بہت ہیں۔ یہ نہ سمجھئے کہ یہ جو لفظ قبول جتنا مختصر ہے اتنی ہی مختصر ذمہ داری بھی ہے۔

بریلویوں سے مناظرہ

ایک مرتبہ بریلویوں سے مناظرہ ہوا۔ دلائل ان کے پاس ہوتے نہیں۔ عاجز آ کر واہی تباہی بکنی شروع کی اور آخر میں دیو بندیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تم میں اور خنزیر میں کیا فرق ہے۔ اس پر میں نے کھڑے ہو کر اپنے اسٹیج سے ان کے اسٹیج تک کا فاصلہ ہاتھ سے اشارۃً پیمائش کر کے کہا کہ ہم میں اور خنزیر میں ۱۲ یا ۱۴ ہاتھ کا فرق (فاصلہ) ہے۔ اس پر ان کے غصہ کا پارہ بڑھ گیا اور گالیاں بکنی شروع کیں کہ دیوبندی حرامی ہیں، ولد الزنا ہیں، ملعون ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اس پر میں نے عرض کیا کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر ہیں آپ گالیاں نہیں دیا کرتے تھے۔ حدیث میں ہے "لم یکن فاحشاً و لا متفحشاً و لا صخاباً فی الاسواق،" البتہ مشرکین کا طریقہ گالیاں دینا ہے آج انکی ذریت گالیاں دے رہی ہے تو دیا کرے ہمیں کوئی پرواہ نہیں بے فکر رہو ہم تمہیں گالیاں نہیں دیں گے۔ نیز گالیاں دینا منافق کا کام ہے اس کی علامت ہے ارشاد نبویؐ ہے۔ "اذا خاصم فجر" اب جوان کے طریق پر ہو وہ گالیاں دے سو دیا کرے۔ نیز گالیاں وہ دیتا ہے جو مہذب نہ ہو جس کے پاس شریفانہ زبان نہ ہو ہمارے پاس شریفانہ زبان ہے جو اس سے محروم ہوں وہ گالیاں دیں سو دیا کریں تم بے فکر رہو ہم گالیاں نہ دیں گے۔

اسی طرح زمین دارے کے زمانہ میں زمیندار چمار کو قصور ہو جانے پر جوتے لگوایا کرتا تھا اور وہ زمیندار کو گالیاں دیا کرتا تھا ہمارے پاس علمی دلائل کا جوتا موجود ہے یہ جسکے سر پر پڑے اور وہ گالیاں دے تو دیا کرے ہم گالیاں نہ دیں گے بے فکر رہو ہم نہیں کہیں گے کہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں ملعون تھا یا ولد الزنا حرامی تھا وغیرہ وغیرہ اس پر ان کا غصہ اور تیز ہو گیا کہنے لگے کہ تم پکے کافر ہو میں نے عرض کیا کہ یار کے دامن میں سوائے کفر کے اور ہے کیا۔ ظرف میں سے وہی نکلتا ہے جو اس میں ہوتا ہے کل اناء یترشح بمافیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں ایمان کا خزانہ لے کر تشریف لائے تھے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرامؓ کو اس سے مشرف کیا ان کے بالمقابل اعلیٰ حضرت کفر کا خزانہ لے کر آئے کہ فلاں کافر فلاں کافر آپ گنتی گن کر بتایئے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہو گئے کہ نہیں۔

ایک مخنث کے سوالات کے جوابات

ایک دفعہ خلیفہ وقت کے سامنے امام ابوحنیفہؒ سے کسی مخنث نے سوال کیا کہ تمام دنیا کی مردم شماری کتنی ہے۔

☆ فرمایا کہ جتنے آسمان میں ستارے اگر اتنے نہ ہوں تو شمار کر لے۔

☆ پھر سوال کیا کہ زمین کا بیچ کہاں ہے۔

☆ فرمایا کہ جہاں تو بیٹھا ہے یقین نہ ہو تو ناپ لے۔

☆ پھر سوال کیا کہ چار پائے زیادہ یا ہیں دو پائے۔

☆ فرمایا کہ چار پائے زیادہ ہیں، یقین نہ آئے تو گن کے دیکھ لے۔

☆ پھر سوال کیا کہ نر زیادہ ہیں یا مادہ۔

☆ فرمایا کہ پہلے تو بتلا تو کونسوں میں سے ہے۔

اس پر وہ نادم ہو کر خاموش ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے بارے میں عکرمہ مولیٰ ابن عباس کہتے ہیں کہ عبداللہ بن رواحہؓ اپنی بیوی کے پہلو میں لیٹے ہوئے تھے۔ پھر وہاں سے حجرے کی طرف پہنچے (جہاں ان کی باندی موجود تھی) اس سے مشغول ہو گئے۔ جب انکی بیوی نے بیدار ہو کر ان کو نہ دیکھا تو تجسس کے لئے نکلی اور دیکھا کہ وہ جاریہ یعنی باندی کے پیٹ پر ہیں تو اس نے واپس ہو کر چھری سنبھالی اور جاریہ کے پاس پہنچی۔ عبداللہ نے اس سے کہا کہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں اگر اس وقت تم کو اس حالت میں پھر دیکھتی جس میں تم تھے تو اس چھری سے اسکی خبر لیتی۔ عبداللہ نے کہ اور میں کہاں تھا۔ اس نے کہا اس جاریہ کے پیٹ پر۔ پھر وہ کہنے لگی۔ اچھا رسول اللہ ﷺ نے ہم کو حالت جنابت میں قرآن پڑھنے سے منع کیا۔ اگر تم سچے ہو تو قرآن پڑھ کر سناؤ انہوں نے کہا اچھا سنو۔ (اور قرآن کے لہجہ میں یہ اشعار پڑھ ڈالے)

"اتانا رسول الله يتلو كتابه كمالاح منشور من الصبح ساطع اران الهدى بعد العمى فقلو بنا به موقنات ان ماقال واقع يبيت يجافى جنبه من فراشه اذا استثقلت بالكافرين المضاجع."

ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ آئے وہ ہم کو اللہ کا کلام سناتے ہیں جس طرح پھیلی ہوئی درخشاں صبح ظاہر ہوتی ہے ہم کو جبکہ ہم بے بصیرت تھے سچا راستہ دکھایا تو ہمارے دل جس چیز کے واقع ہونے کی انہوں نے خبر دی اسکا پورا یقین کرتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کا یہ حال ہے کہ ان کا پہلو بستر سے جدا ہوتا ہے جس وقت کافروں کے بوجھ سے ان کے بستر دبے ہوئے ہوتے ہیں یعنی آپ اللہ کے حضور میں تمام رات عبادت کے لئے کھڑے رہتے ہیں۔

اس نے (قرآن سمجھ کر) کہا میں اللہ پر ایمان لائی اور میری آنکھیں جھوٹ کہتی ہیں۔

میں صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا عرض کیا۔ آپ سن کر اتنا ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔

یہ شریفہ ہے

مولانا محمد عثمان صاحب فارقلیط راوی ہیں کہ سورت میں ایک صاحب نے حضرت کی خدمت میں شریفہ پیش کرتے ہوئے عرض کیا: هذه شريفه لايا كلها الا الشرفاء۔ یعنی یہ شریفہ ہے اور اسے شرفاء ہی کھاتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: لانا كلها لان الشريف قد اذانى كثيرا۔ میں اسے نہیں کھاؤں گا کیونکہ شریف (مکہ) مجھے بڑی ایذائیں دے چکا ہے۔

...ل دینے والے کو منہ توڑ جواب

وہ لوگ جو ہر برائی کی نسبت خدا کی طرف منسوب کرتے
...یں انھیں ایک باغبان نے بہت اچھا جواب دیا ہے۔ ایک شخص
...نے جب اس کے باغ میں گھس کر پھل چرا کر کھائے اور پھلوں
...و تھیلے میں بھر کر لے جانے لگا تو باغبان کو یہ دیکھ کر بہت افسوس
...وا۔ اس کی مہینوں کی مشقت سے یہ ڈھیٹ قسم کا چور فائدہ اٹھا
...ہا تھا۔ جب باغبان نے اس سے یہ کہا:

''اے بندۂ خدا تم یہ کیا کر رہے ہو؟''

اس بے شرم چور نے جواب دیا:

''زمین اللہ کی ہے، درخت اللہ کے ہیں۔ یہ پھل اللہ کے
...ں، میں بھی اللہ کا بندہ ہوں اور یہ دانت بھی مجھے خدا نے عطا
...مائے ہیں۔ لہٰذا تم بیچ میں بولنے والے اور روکنے ٹوکنے والے
...ون ہوتے ہو؟''

یہ سن کر باغبان کو بڑی حیرت ہوئی اور وہ سوچنے لگا کہ ایسے
...یٹ اور ہٹ دھرم کو کیا جواب دیا جائے۔ جو اپنے تمام برے
...موں کی نسبت خدا کی طرف کر رہا ہے۔ کچھ دیر غور و فکر کرنے
...، بعد باغبان ایک جگہ چھپ کر چور کی تاک میں بیٹھ گیا اور
...ب وہ باغ سے نکل کر جانے لگا تو اسے پکڑ لیا اور چور کے
...ں ہاتھ پیچھے کر کے باندھ دیے اور پہلے سے موجود ایک
...ٹے ڈنڈے سے اس کی پٹائی شروع کر دی۔

یہ صورت حال دیکھ کر چور آہ و فریاد کرنے لگا تو باغبان نے کہا:
''آہ و فریاد کیوں کرتے ہو؟ یہ ڈنڈا خدا کا ہے، ہاتھ خدا کا
...ور میں بھی خدا کا بندہ ہوں، تمھارا جسم بھی خدا ہی کا ہے تو
...یہ آہ و فغاں اور احتجاج کیوں کر رہے ہو؟

شاعر چور

فارسی کا مشہور شاعر انوری ایک بار بازار سے گزر رہا تھا، اس نے ایک آدمی کو دیکھا جو اس کا کلام لوگوں کو پڑھ کر سنا رہا ہے، انوری نے اس سے پوچھا۔

''یہ تم کس شاعر کا کلام پڑھ رہے ہو؟ کیا تم نے اسے کبھی دیکھا ہے؟''

اس آدمی نے جواب دیا۔''یہ میرا کلام ہے اور میرا نام انوری ہے۔''

انوری نے جواب دیا''بھئی! شعر چور تو ہم نے بہت دیکھے تھے، مگر شاعر چور کبھی نہ دیکھا تھا۔''

مہمان کی شامت

ایک آدمی کسی کے گھر مہمان گیا۔ گھر والوں کی نیت یہ تھی کہ اس کو کچھ کھلانا نہ پڑے۔ چنانچہ خاوند بیوی کی طرف متوجہ ہوا اور بلند آواز سے کہنے لگا: بیگم آج مرغی پکا لیں۔ بیوی نے کہا: نہیں۔ خاوند بولا: تو پھر پلاؤ پکا لیں۔ بیوی نے کہا: نہیں، وہ مختلف چیزوں کے نام لیتا رہا اور بیوی برابر انکار کرتی رہی۔

مہمان بڑا خوش ہو رہا تھا کہ میرے لئے بڑی بڑی اعلیٰ چیزوں کے نام لئے جا رہے ہیں۔ خاوند آخر میں بولا: اچھا تو آج مہمان ہی کو نہ بھون لیں؟ مہمان نے یہ سنا تو رفو چکر ہو گیا۔

(بچت)

اردو کے افسانہ نگار سعادت حسن منٹو ایک ریستوران میں چائے پینے گئے۔ چائے بناتے وقت کیتلی ان کے ہاتھ سے گر کے ٹوٹ گئی۔ بیرا ساڑھے چار روپے کا بل لایا۔ آٹھ آنے چائے کے اور چار روپے کراکری کے۔ منٹو نے خاموشی سے بل ادا کر دیا۔ دوسرے دن وہ پھر اسی ریستوران میں چائے پینے گئے ابھی وہ چائے پی ہی رہے تھے کہ ایک دم شور ہوا سانپ، سانپ۔ ریستوران میں بھگد گئی۔ میزیں الٹ گئیں اور برتن ٹوٹ گئے لوگ باہر بھاگنے لگے۔ بیروں نے کسی نہ کسی طرح سانپ کو مار ڈالا۔ جب منٹو کے پاس بل لایا تو وہ صرف آٹھ آنے کا تھا۔ منٹو نے اس سے پوچھا آج آپ نے اس میں کراکری کی قیمت نہیں لگائی۔ بیرے نے کہا صاحب اس میں آپ کا کیا قصور ہے؟ کراکری تو سانپ کی وجہ سے ٹوٹی ہے۔ منٹو نے بل ادا کرتے ہوئے کہا۔ مگر مجھے تو کوئی بچت نہ ہوئی میں تو سانپ چار روپے میں خرید کر لایا تھا۔

بادشاہ لوگ

ایک دفعہ گنج کے تھانیدار کو ہمراہ لے کر میں ایک نہایت دور افتادہ علاقے کے دورے پر گیا، یہ مقام مکھیوں اور مچھروں کے لئے مشہور تھا، اس لئے ہم دونوں اپنی اپنی مچھردانی ساتھ لے کر گئے تھے۔ رات کو ہم دونوں نے جس چھوٹے سے ریسٹ ہاؤس میں قیام کیا۔ وہاں چارپائیاں تو تھی لیکن مچھردانیاں لگانے کے لئے کسی قسم کے ڈنڈے موجود نہ تھے، مجبوراً مچھردانی لگائے بغیر میں سامنے والے برآمدے میں لیٹ گیا۔ اور تھانیدار نے اپنی چارپائی پچھلے برآمدے میں بچھالی، لیٹتے ہی مٹر کے دانوں کی طرح موٹے موٹے مچھروں نے چاروں طرف سے زبردست بارش کر دی۔ وہ قطار در قطار پیں پیں کرتے ہوئے آتے تھے اس قدر بے رحمی سے کاٹتے تھے جیسے کوئی دہکتے ہوئے انگارے چمٹے سے اٹھا اٹھا کر رکھ رہا ہو۔ مچھروں کے حملوں سے میرا تو برا حال ہو رہا تھا۔ لیکن عقبی برآمدے سے برابر تھانیدار کے پرسکون خراٹوں کی آواز آ رہی تھی۔ آدھی رات کے قریب میں نے دبے پاؤں اٹھ کر اسکی طرف جھانکا تو دیکھا کہ تھانیدار صاحب کی چارپائی پر ان کی مچھردانی بڑی آن بان سے تنی ہوئی ہے اور چار مقامی چوکیدار اسے چاروں کونوں سے تھامے بالکل بے حس و حرکت پتھر کے ستونوں کی طرح ایستادہ ہیں۔ (شہاب نامہ ص:۱۹۸)

حکایت

مشہور ہے کہ اکبر نے کسی بھانڈ کو خوش ہو کر ایک ہاتھی دے دیا۔ بھانڈ نے ہاتھی تو لے لیا لیکن اس کو خیال ہوا کہ میں غریب آدمی اس ہاتھی کو کھلاؤں گا کہاں سے اس کی تو چار خوراکوں میں میرا سارا گھر ختم ہو جائے گا۔ آخر اس کو معلوم ہوا کہ آج اکبر کی سواری فلاں طرف سے فلاں وقت گذرے گی۔ جب وہ وقت آیا تو اپنے ہاتھی کے گلے میں ایک ڈھول ڈال کر اسی طرف اس کو چھوڑ دیا۔

اکبر کی سواری جب گزری تو اس نے دیکھا کہ سامنے سے ایک ہاتھی چلا آ رہا ہے اور گلے میں ڈھول پڑا ہوا ہے۔ غور کیا تو معلوم ہوا کہ خاصہ کا ہاتھی ہے لوگوں نے پوچھا کہ یہ ہاتھی اس حالت میں کیوں پھرتا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ حضور نے اپنے بھانڈ کو یہ ہاتھی دے دیا تھا۔ اکبر نے بھانڈ کو طلب کیا اور پوچھا کہ تم نے ہاتھی کو اس حالت میں کیوں چھوڑا ہے کہنے لگا حضور نے مجھے ہاتھی تو عنایت فرمایا مگر میرے پاس کھلانے پلانے کو کیا دھرا تھا۔ آخر یہ سمجھ میں آیا کہ جو میرا پیشہ ہے وہ میں اس کو بھی سکھلا دوں اس لئے میں نے گلے میں ڈھول ڈال کر چھوڑ دیا کہ مانگو اور کھاؤ۔ اکبر کو یہ لطیفہ پسند آیا اور اسے ایک گاؤں بھی انعام میں دیا۔

پیٹو پیر کی بوکھلاہٹ

کسی غریب نے آ کر ایک پیر صاحب سے کہا کہ پیر صاحب آپ تو بہت دعوتیں کھاتے رہتے ہیں ایک مرتبہ اس غریب کی بھی دال روٹی کھا لیجئے! پیر صاحب نے یہ سوچا کہ میاں! سبھی تو دال روٹی ہی کہتے ہیں مگر کھلاتے تو مرغیاں ہی ہیں۔ یہ بھی دال روٹی کہہ رہا ہے مگر مرغی ہی کھلائے گا۔ انہوں نے دعوت قبول کر لی۔ اب جو وہاں پہنچے تو دیکھتے ہیں کہ واقعی دال روٹی ہی رکھی ہوئی ہے۔ پیر صاحب سوچنے لگے کہ یہ تو بڑا نالائق نکلا، مجھ سے تو ایک لقمہ بھی نہیں چلے گا۔ اب اگر میں چھوڑ کر جاتا ہوں تو یہ بدنام کرے گا اور کھاتا ہوں تو کھایا نہیں جاتا۔ پیر صاحب اسی سوچ میں تھے کہ ایک کتا آ کر سامنے بیٹھ گیا۔ تو وہ جو دعوت کرنے والا تھا س نے کتے کو بھگایا۔ وہ بھاگ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر آ کر بیٹھ گیا پھر اس نے بھگایا پھر آ کر بیٹھ گیا تو دعوت کرنے والا کتے سے کہتا ہے کہ ارے بھاگ جا، ورنہ پتھر سے تیرا سر پھوڑ دوں گا۔ تو پیر صاحب کو موقعہ مل گیا وہ کتے سے کہنے لگے۔ تو اس کا کہنا مان لے۔ یہ آدمی ایسا ہے کہ جو کہتا ہے وہ کر کے دکھا دیتا ہے، اس کے یہاں حقیقت ہی حقیقت ہے مجاز کا کوئی نام ونشان نہیں ہے۔ مجھ سے بھی کہا۔ دال روٹی کھلاؤں گا اور واقعی وہی لا کر رکھ دیا۔

عجیب تحفہ

برازیل میں ایک نو بیاہتا جوڑے کو شادی کے موقع پر بہت سے تحائف ملے انہوں نے ایک ایسا تحفہ بھی دیکھا جو ہارڈ بورڈ کے ڈبہ میں بند تھا۔
جب ڈبہ دلہن نے کھولا تو وہ حیران رہ گئی کیوں کہ اس میں سے ایک ننھا سا بچہ برآمد ہوا تھا۔ جو اپنا انگوٹھا چوس رہا تھا اس کے پاس ایک کاغذ کا پرزہ پڑا ہوا تھا جس پر لکھا تھا کہ:
''ان کی والدہ بچے کو اچھی طرح تعلیم نہیں دے سکتی ،اس لئے یہ بچہ آپ کے حوالے کیا جارہا ہے۔''

تمباکو نوشی

عطاء الحق قاسمی نے ایک محفل میں بیٹھے ہوئے جب آدھے گھنٹے میں پانچواں یا چھٹا سگریٹ سلگایا تو بیرونی ملک سے آئے ہوئے ایک دوست نے کہا۔ ''یار عطا تم سگریٹ زیادہ پینے لگے ہو۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے، سگریٹ کم کیوں نہیں کرتے۔''
عطاء نے اتفاق رائے کرتے ہوئے کہا۔ ''میں بھی یہی سوچتا ہوں، اب انشاء اللہ کم کردوں گا۔'' اس دوست نے فوراً کہا۔ ''کم کردوں گا نہیں...... ابھی کم کردو...... لاؤ ایک مجھے دو۔''

جی ایم شاہی کا المیہ

اعداد و شمار کے ماہر جناب جی، ایم، شاہی نے ایک مرتبہ دوستوں کو بتایا کہ اوسط درجے کا ہر آدمی روزانہ پچیس ہزار الفاظ بولتا ہے جبکہ اوسط درجے کی عورت روزانہ تیس ہزار الفاظ بولتی ہے...... پھر آہ بھر کر انہوں نے کہا: ''بدقسمتی سے شام کو جب دفتر سے میں اپنے گھر پہنچتا ہوں تو اپنے پچیس ہزار الفاظ استعمال کر چکا ہوتا ہوں جبکہ میری بیوی اپنے تیس ہزار الفاظ بولنے کا آغاز کرتی ہے۔''
(بحوالہ ماہنامہ ''ہما'' نئی دہلی: اکتوبر ۹۶ء، ص ۲۰۹)

حاضر جوابی

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ ایک دن مدینہ کے بازار میں کھڑے تھے۔ ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور کہا: یا امیر المؤمنین مجھے فلاں شخص نے دھوکا دیا ہے۔ لہٰذا اس سے میرا حق دلایا جائے۔ آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا، جا بھاگ جا چھوٹے قد کا آدمی کسی سے دھوکا نہیں کھا سکتا۔ چونکہ تو بھی چھوٹے قد کا ہے اس لئے تو جھوٹ بولتا ہے۔ وہ شخص کہنے لگا۔ حضرت آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے۔ میں مانتا ہوں، لیکن بات دراصل یہ ہے کہ جس شخص نے مجھ کو دھوکا دیا ہے وہ مجھ سے بھی چھوٹے قد کا ہے۔ حضرت عمر ہنس پڑے اور اس کی دادرسی فرما دی۔

آپ کا حال تباہ ہے

ایک مرتبہ دوران سفر میں ریل میں نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک صاحب جبے قبے والے اپنے بعض معتقدین کے ساتھ اسی ڈبے میں سوار ہوئے جس میں میں نماز پڑھ رہا تھا مجھے دیکھ کر کہا وہابی معلوم ہوتا ہے۔ اس کی مونچھ نہیں دیکھتے کیسی کٹی ہوئی ہے، اس کا کرتا نہیں دیکھتے کتنا نیچا ہے، پائجامہ نہیں دیکھتے ٹخنوں سے اوپر ہے۔ ایک صاحب نے کہا بھی ان بے چاروں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے جوان پر فقرہ کس رہے ہو۔ تو کہا ارے گستاخانِ رسول ﷺ ہیں، ایسے ہیں ویسے ہیں۔ ان صاحب نے کہا کہ اگر انھوں نے جواب دینا شروع کر دیا تو کیا ہوگا؟ کہنے لگے ان کے منہ پر تو مہر سکوت لگی ہوئی ہے یہ کیا جواب دیں گے، ان کے بڑے جواب نہ دے سکے۔

میری نماز تو غارت ہوئی کہ انکی سننے لگا۔ نماز سے فراغت پر انکی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا تو بجائے سلام کا جواب دینے کے کہتے ہیں مجھے تو آپ وہابی معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے عرض کیا مجھے آپ رضائی (رضاخانی) معلوم ہوتے ہیں۔

انھوں نے کہا میں تو رضائی نہیں، لحاف ہوں۔

میں نے کہا پھر تو آپکا حال تباہ ہے، بڑی بری طرح لئے جاتے ہوں گے، کبھی دائیں لات لگتی ہوگی، کبھی بائیں لات سے خبر لی جاتی ہوگی، کبھی دائیں کولھے کے نیچے دبائے جاتے ہوں گے کبھی بائیں کولھے کے نیچے، کبھی بچہ سے واسطہ پڑتا ہوگا تو اس کا پاخانہ پیشاب بھی گرتا ہوگا، کبھی حیض والی عورت سے سابقہ پڑتا ہوگا تو خون حیض کے قطرات سے بھی ملوث ہوتے ہوں گے، کبھی زوجین کی مباشرت ہوتی ہوگی تو منی کے قطرات سے بھی محظوظ ہوتے ہوں گے۔ غرض آپ کا حال بری طرح تباہ ہے۔

اس پر وہ بھنا گئے اور غصہ میں بولے بس بس اپنا کام کرو۔

میں نے کہا یہیں سب کے سامنے؟ آپ کے ان مریدوں کو تو ناگوار نہیں ہوگا؟ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔

کچھ نہ بولے جن صاحب نے پہلے انکو فقرہ بازی سے منع کیا تھا انھوں نے کہا بھی کیوں صاحب آپ تو کہتے تھے کہ ان کے منہ پر مہر سکوت لگی ہوتی ہے۔ اب جواب کیوں نہیں دیتے مگر وہ اس کے باوجود بھی خاموش رہے۔

اسی اثناء میں کوئی اسٹیشن قریب آ گیا تو اپنے ساتھیوں کو لے کر دوسرے ڈبے میں جانے لگے۔

میں نے ان کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے پڑھا ''**لاحول ولا قوة الا باللّٰه، لاحول ولا قوة الا باللّٰه، لاحول ولا قوة الا باللّٰه**۔ کہ شیطان کو اسی سے بھگایا جاتا ہے۔

بس کا سفر

بس اسٹاپ پر لوگوں کا ہجوم دیکھ کر یوں لگا جیسے ہم کسی سیاسی جلسے میں آ گئے ہیں۔ ہر شخص بس میں سوار ہونے کے لئے بے چین اور مضطرب نظر آتا تھا۔ کچھ لوگ تو باقاعدہ ورزش میں مصروف تھے، ایک صاحب اسٹاپ پر لگے ہوئے درخت کی ایک شاخ پر بندر کی طرح لٹکے ہوئے تھے، وہ یقیناً خود کو بس کے دروازے پر لٹکنے کے لئے تیار کر رہے تھے۔ ہم دل ہی دل میں آیت الکرسی کا ورد کرتے ہوئے بس کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک فضا میں ایک شور بلند ہوا، شور کی سمت نظر اٹھی تو دھوئیں کے ایک بادل کو اپنی جانب بڑھتا پایا، مجمع میں بے چینی کی لہر پھیل گئی۔ اور تمام لوگوں نے اس بادل پر ہلہ بول دیا۔ ہم نے بھی دھوئیں کے بادل میں بس کو ڈھونڈ نکالا اور اس پر چڑھ دوڑے۔ ابھی دروازے پر پاؤں نہ رکھا تھا کہ کسی نے نیچے سے ہمارے جوتے کھینچ لئے۔ اسی اثناء میں بس نے چلنا شروع کر دیا۔ ہم نے پلٹ کر دیکھا تو ایک صاحب ہمارے جوتے بغل میں دبائے بھاگے جا رہے تھے۔ ''میاں برخوردار! احتیاط سے کام لیا کرو'' ایک صاحب نے یہ منظر دیکھ کر ہمیں متوجہ کیا اتنے میں پیچھے سے آواز آئی ''ذرا میری طرف دیکھو'' ہم نے گھوم کر جو دیکھا تو دیکھتے ہی رہ گئے۔ ان کے جسم پر ایک نیکر کے سوا کوئی لباس نہیں تھا وہ ایک تھیلا ہاتھ میں دبائے مسکراتے ہوئے ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ آفس جا کر کپڑے پہن لیا کرتا ہوں۔ وہ تھیلا لہراتے ہوئے بولے اور ہم نے اپنا سر پکڑ لیا۔ ''ابے او جوان! دروازے پر مت لٹکو اندر چلے جاؤ'' پائیدان سے کنڈیکٹر کی غصیلی آواز سنائی دی۔ ''اندر جگہ کہاں ہے محترم؟ ہم نے نہایت ادب سے سوال کیا۔ ابے او نادان! کنڈیکٹر نے ہمیں نئے خطاب سے نوازا۔ ''تجھے جگہ نظر نہیں آتی؟'' ہم حیرت سے اس کی آنکھوں میں وہ خوردبین تلاش کرنے لگے جس کی مدد سے اس نے کسی نظر نہ آنے والی جگہ کا پتا لگایا تھا۔ ہمیں ٹس سے مس نہ ہوتا دیکھ کر شاید کنڈیکٹر کو اپنی بدمعاشی خطرے میں نظر آئی۔ اس نے پوری قوت سے ہمیں اندر کی طرف دھکا دیا۔ اور ہم سینڈوچ بن کر رہ گئے۔ ''لاؤ ٹکٹ کے پیسے نکالو'' کنڈیکٹر گرج کر بولا جیسے غنڈہ ٹیکس وصول کر رہا ہو۔ ہم اتنی بھیڑ میں اپنی جیب تک ہاتھ لے جانے کی کوششیں کرنے لگے لاکھ جتن کے بعد پتلون کی جیب تک ہاتھ پہنچا تو محسوس ہوا کہ جیب خالی ہے ہم پیسے ٹٹولنے لگے۔

''ہی ہی ہی ہاہاہا'' ہمیں اپنے قدموں کی جانب سے بے ہنگم قہقہے بلند ہوتے محسوس ہوئے۔ ''یار گدگدی نہ کرو'' قہقہوں کی جانب سے کوئی ہم سے مخاطب ہوا اور ہم قہقہوں کا راز جان گئے۔ ہمارا ہاتھ اپنی جیب کے بجائے برابر کھڑے ایک چھوٹے قد والے پہلوان جی کی بغل میں تھا۔ پہلوان جی نے اس غلط فہمی کو ہماری شرارت سمجھ کر انتقامی کاروائی کے طور پر اپنا جوتا ہمارے پیر پر رکھ دیا۔ ان کا وزن کسی دریائی گھوڑے سے کم نہیں تھا۔ ہم تکلیف سے بے حال ہو گئے۔ اور ہماری چیخ اتنی خوفناک تھی کہ دروازے پر لٹکے ایک کمزور دل صاحب کسی پکے ہوئے پھل کی طرح ایک جانب گر پڑے۔ پاؤں سہلانے کا معرکہ تو سر

رچکا تھا۔لیکن اب دوبارہ کھڑا ہونا کسی امتحان سے کم نہیں تھا۔ہم مسافروں سے بھری بس میں عملی طور پر مرغا بنے ہوئے تھے
ررد دوبارہ انسانوں جیسی حالت میں آنے کی کوشش کررہے تھے۔ایک مرتبہ جب نعرہ تکبیر بلند کر کے زور لگایا تو کامیابی نے
ارے قدم چومے اور ہم کھڑے ہونے میں کامیاب ہوگئے لیکن اس طرح کہ سامنے والے دھان پان سے ایک صاحب
ارے کاندھوں پر سوار ہو گئے تھے انہوں نے غصہ سے ہمارے منہ پر طمانچے مارنے شروع کر دیئے۔حالانکہ انہیں اس انوکھی
واری سے لطف اندوز ہونا چاہئے تھا۔انہیں کاندھوں سے اتار کر ابھی سکھ کا سانس بھی نہیں لیا تھا کہ کسی کی جلتی ہوئی سگریٹ نے
ہلے ہماری قیمتی قمیض میں سوراخ کیا اور پھر کمر میں چٹکی لینے لگی بدحواسی میں ہم نے پیچھے کی جانب ہاتھ بڑھایا تو وہ پیچھے کھڑے
ئے کسی بھائی کے منہ میں جا گھسا۔وہ شاید جمائی لے رہے تھے انہوں نے غضب ناک ہو کر کسے پاگل کتے کی طرح ہمارے
ھ کو جھنجوڑ ڈالا چیخ مار کر ہم نے جو اپنا ہاتھ کھینچا تو ''چٹاخ'' کی آواز کے ساتھ وہ کسی اجنبی گال کے ساتھ ٹکرایا۔اور پھر کچھ ہی دیر
ر ہمیں اپنی کھوپڑی پر چٹاخ کی بازگشت سنائی دینے لگی۔آخر کار خدا خدا کر کے کئی منازل طے کرنے کے بعد ہم اپنے مطلوبہ
ام تک پہنچ گئے۔ہم اپنے پیروں پر چلنے کے قابل تھے اس لئے پھولے نہ سماتے تھے کہ بس کے سفر کا پہلا تجربہ کامیاب رہا،
پنے دوست کا دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک بچہ باہر آیا اس نے چند لمحے تک خوف وحیرت سے ہمارے حلیے کا جائزہ لیا اور پھر بھوت کہہ
ر بھاگ گیا۔

ھارون اور اس کی باندی

اصمعی نے کہا: میں امیر المومنین ہارون رشید کے پاس تھا، اتنے میں ایک شخص کنیز فروخت کرنے کے لئے خلیفہ کے پاس آیا۔رشید نے اسے غور سے دیکھا پھر کہا: اپنی کنیز لے جا، اگر یہ داغدار چہرے اور دبی ناک والی نہ ہوتی تو میں اسے خرید لیتا۔سوداگر کنیز کو لے کر جانے لگا جب کنیز چلمن کے پاس پہنچی تو کہنے لگی: امیر المومنین! مجھے اجازت مرحمت فرمائیں۔ابھی ابھی دو شعر میرے ذہن میں آئے ہیں وہی میں آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتی ہوں: خلیفہ نے اجازت دی اس نے کہا:

ما سلم الظبی علی حسنه　　کلا ولا البدر الذی یوصف

ہرن بھی حسین ہونے کے باوجود سلامت نہیں رہا، ہرگز نہیں، نہ چودھویں کا چاند، جس کی خوب خوب تعریف کی جاتی ہے۔

الظبی فیه خنس بین　والبدر فیه کلف یعرف

ہرن کی ناک دیکھو تو دبی ہوئی ہے اور چاند کے داغوں کو سبھی مانتے ہیں۔

خلیفہ کو اشعار پسند آئے، اس نے اس کو خرید لیا اس کو مقرب بنایا، یہ کنیز اس کی خوش قسمت باندیوں میں سے ایک رہی۔

نہلے پہ دہلا

شاہد احمد دہلوی لکھتے ہیں ایک موقعہ پر منٹو اور چراغ حسن حسرت کی آپس میں لڑائی ہوگئی۔ ایک محفل میں مولانا نے منٹو سے کہا! آپ نے ''مقامات حریری'' پڑھی ہے؟ آپ نے کیا پڑھی ہوگی، عربی میں ہے یہ کتاب۔ ''دیوان حماسہ'' پڑھا ہے؟ لیکن آپ نے کیا پڑھا ہوگا۔ کاش آپ کو ''عربی'' آتی ہوتی۔ اسی طرح مولانا حسرت نے کئی کتابوں کے نام لے لے کر اس سے پوچھا

منٹو خاموش بیٹھا پیچ و تاب کھاتا رہا۔ بولا تو صرف اتنا بولا! مولانا ہم نے عربی فارسی نہیں پڑھی تو کیا ہے، ہم نے اور بہت کچھ پڑھا ہے۔

بات شاید کچھ بڑھ جاتی لیکن کرشن چندر وغیرہ نے بیچ میں پڑ کر موضوع ہی بدل ڈالا۔

اگلے دن جب پھر سب جمع ہوئے تو منٹو نے جوابی حملہ شروع کر دیا! کیوں مولانا، آپ نے فلاں کتاب پڑھی ہے؟ مگر آپ نے کیا پڑھی ہوگی وہ تو انگریزی میں ہے اور فلاں کتاب، شاید آپ نے اس جدید مصنف کا نام بھی نہیں سنا ہوگا؟ اسی طرح منٹو نے کوئی پچاس غیر مشہور انگریزی کتابوں کے نام ایک ہی سانس میں گنوا دیئے اور مولانا سے کہلوا لیا کہ ان میں سے ایک بھی کتاب نہیں پڑھی۔ ہم عصروں اور ہم نشینوں میں یوں سبکی ہوتے دیکھ کو مولانا کو پسینے آ گئے۔

منٹو نے کہا! مولانا اگر آپ نے عربی پڑھی ہے تو ہم نے بھی انگریزی پڑھی ہے، آپ میں کوئی سرخاب کا پر لگا ہوا نہیں ہے۔ آیندہ ہم پر رعب جمانے کی کوشش نہ کیجئے! مولانا کے جانے کے بعد کسی نے منٹو سے پوچھا! یار تو نے اتنے سارے نام کہاں سے یاد کر لئے؟

منٹو نے مسکرا کر کہا! کل شام یہاں سے اٹھ کر سیدھا انگریزی کتب فروش ''جینا'' کے ہاں گیا۔ جدید ترین مطبوعات کی فہرست اس سے لے کر میں نے رٹ ڈالی۔

بالآخر احباب نے دونوں کو ایک پارٹی میں جمع کیا اور ان کی صلح کرادی۔

منٹو نے کہا! مولانا تم بھی فراڈ ہو اور میں بھی فراڈ ہوں۔

مولانا نے کہا! نہیں تم ''سمرسٹ ماہم'' ہو۔

منٹو نے کہا! تم ابن خلدون ہو۔

اور دونوں ایک دوسرے کے گلے لگ گئے۔

چالاک چور

ابوالفتح بصری نے بیان کیا کہ چوروں کی ایک جماعت بیٹھی تھی ان کے پاس سے ایک شیخ تھیلی لئے ہوئے گزرا جو صراف تھا۔ ان میں سے ایک چور بولا کیا رائے ہے، اس شخص کے بارے میں جو اس سے تھیلی اڑا لائے۔

انہوں نے کہا تو کیسے یہ کام کرے گا اس نے کہا دیکھو۔ پھر اس نے اس کے مکان تک اسکا پیچھا کیا اور وہ صراف تھیلی کو چبوترے پر رکھ کر اپنی لونڈی سے بولا کہ مجھ کو پیشاب کی ضرورت ہے پانی لے کر بالا خانہ پر آ جا اور اوپر چڑھ گیا (جب لونڈی اوپر چڑھ گئی) تو چور گھر میں گھس کر تھیلی اٹھالایا اور اپنے ساتھیوں کے پاس آ پہنچا اور ان کو قصہ سنایا۔

انہوں نے سن کر کہا تو نے کچھ نہ کیا اس کو اس طرح چھوڑ دیا کہ غریب لونڈی کو پیٹتا رہے اور عذاب دیتا رہے۔ یہ اچھی بات نہیں اس نے کہا پھر تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا لونڈی مار پیٹ سے بچ جائے اور تھیلی وصول ہو جائے۔

اس نے کہا اچھی بات ہے۔ تو پھر پہنچ گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ درحقیقت لونڈی کو مار رہا تھا، صراف نے کہا کون ہے؟ اس نے کہا آپ کے ہمسایہ دکان کا غلام، اس نے باہر آ کر کہا کیا کہتے ہو، اس نے کہا میرے آقا نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ آپ کا حافظہ خراب ہو گیا ہے آپ اپنی تھیلی دکان میں پھینک جاتے ہیں اور چل دیتے ہیں اور اگر ہم اس کو نہ دیکھ لیتے تو کوئی لے جاتا اور تھیلی نکال کر دکھاتے ہوئے کہا وہ یہی ہے نا؟

اس نے کہا ہاں واللہ اس نے سچ کہا۔ صراف نے اس کو لے لیا تو چور بولا کہ یہ تو مجھے دیدیں اور گھر میں جا کر ایک رقعہ پر یہ لکھ لائیے کہ مجھے تھیلی سپرد کر دی گئی تا کہ میں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤں اور آپ کا مال آپ کو واپس مل جائے تو اس نے تھیلی اس کو واپس کر دی اور گھر میں رقعہ لکھنے کے لئے گیا۔ اس نے تھیلی لے لی اور نو دو گیارہ ہوا۔

حضرت شیخ احمد عبدالحق اور ان کی دعوت

حضرت شیخ احمد عبدالحق نے ایک کتیا پال رکھی تھی۔ اس کے بچے ہوئے تو ولادت کی تقریب میں انہوں نے کھانا پکوایا اور شہر کے اکابر اور دوسرے لوگوں کو مدعو کیا۔ بہت سے لوگ اس دعوت میں شریک ہوئے۔

تھوڑے دنوں کے بعد ایک بزرگ شیخ جمال الدین نے حضرت شیخ احمد عبدالحق سے شکایت کی کہ مخدوم آپ نے دعوت دی تھی...... بہت سے لوگوں کو مدعو کیا لیکن مجھے کیوں فراموش کر دیا...... حضرت شیخ احمد عبدالحق نے فرمایا: ''کتیا کی خوشی تھی اس لیئے کتوں ہی کو بلایا تھا۔ جمال تم تو آدمی ہو، تم کو کیسے کتوں کے ساتھ بلاتا۔''

قدر مغرب

''یار! یہ جینز کا کیا فائدہ ہے؟ دیکھو ناراض نہ ہونا میں یہ سوال اس لئے کر رہا ہوں کہ میرے اندر شروع ہی سے جستجو ہے، جو مجھے اپنے اردگرد کی چیزوں کے متعلق دریافت کرنے پر اکساتی ہے۔''

''تم نے ایک خوبصورت سوال ایسے نادر لباس کے بارے میں کا ہے جو جتنا گھستا ہے اتنا ہی قیمتی ہو جاتا ہے۔ جینز کی دریافت کے لئے بھی ہمیں ترقی یافتہ ممالک کا رخ کرنا پڑے گا، کیونکہ مشرقی لوگ امیر ہونے کی وجہ سے ایسی چھوٹی موٹی چیزیں دریافت نہیں کرتے بلکہ مہذب کہلوانے کے لئے انگلش چیزیں اپناتے ہیں۔ مغربی ممالک نے اس کا آغاز کیوں کیا......؟ اس کا جواب بھی سیدھا سادا ہے۔ اب دیکھو شلوار پر کپڑا زیادہ لگتا ہے، اس کے برعکس جینز بیلٹ سے پائچوں تک تنگ رکھی جاتی ہے، اس طرح کپڑا بچتا ہے، جو ملک وقوم کی ترقی میں استعمال ہوتا ہے''۔

''لیکن یار! جینز کی قیمت شلوار سے زیادہ ہے، پھر اس کا کیا فائدہ ہوا؟''

''جینز کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایک ہی جینز کو ہر عمر اور قد کے طلبہ پہن سکتے ہیں۔ اگر یہ قد سے لمبی ہو تو پائچے فولڈ کر لیجئے۔ یہ بھی فیشن ہے۔ شلوار کے مقابلے میں جینز زیادہ عرصہ ساتھ نبھاتی ہے، اگر مسلسل استعمال سے اس کے گھٹنے گھس جائیں تو پچھلی جیبیں کٹوا کر گھٹنوں کی جگہ لگوائی جا سکتی ہیں۔ یہ پیوند بہت ترقی یافتہ معلوم ہوتا ہے۔ اگر پہننے والا زیادہ فیشن ایبل اور زیادہ مہذب نظر آنا چاہتا ہے تو پیوند کی بھی ضرورت نہیں، پھٹے گھٹنوں والی جینز کا فیشن بھی عام ہو چکا ہے۔ اگر جینز کا رنگ پھیکا پڑ جائے اور یہ زیادہ جگہوں سے پھٹ جائے تو رسی پر لٹکا کر کارتوس سے فائر کر دیں، یہ چھلنی ہو جائے گی اور اس کی قدر قیمت بہت زیادہ بڑھ جائے گی، مانو یار! یہ بھی ایک فیشن ہے اور اگر جینز کے پائنچے خراب ہو جائیں تو دھاگے نکال کر ایک جھالر سی بنا لو اس سے اس کا حسن دوبالا ہو جائے گا۔ لوگ تمہیں اس قسم کے لباس میں دیکھ کر ہنسیں تو گھبرانے کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ یہ بے چارے اس نئے فیشن سے ناواقف ہیں۔''

مشورہ کا استعمال

☆ ایک شخص نے نئی دکان کھولی۔ پہلے دن اس کے پاس ایک گاہک آیا، اس نے کہا، ایک کیپری صابن دے دو، اس نے کہا، کیپری تو نہیں ہے، اس نے کہا، تو پھر تبت صابن دے دو، اس نے کہا، تبت بھی نہیں ہے، گاہک منہ بناتا چلا گیا۔ ساتھ والے دکان دار نے اسے سمجھایا کہ اگر کوئی چیز نہ ہو تو ملتی جلتی دوسری اسے دے دیا کرو، اس نے کہا، اچھا۔ اب ایک اور گاہک آیا، اس نے کہا، بلیڈ دے دو، وہ بولا بلیڈ تو ہے نہیں، ریگ مال لے لو۔

ہندو طبیب اور بادشاہ کے لڑکے کی مزاحیہ حکایت

دیوبند کی حکایت ہے کہ شاہ دہلی کے شہزادے نے روزہ رکھا تھا روزہ کشائی کی تقریب دھوم دھام سے کی جارہی تھی۔ عصر کے وقت بچہ پیاس سے بے تاب ہوگیا اور کہنے لگا کہ میں تو روزہ توڑتا ہوں۔ سب کو فکر ہوئی کہ ایسی تدبیر ہو کہ روزہ بھی رہے اور بچہ کو تکلیف بھی نہ رہے۔ اطباء کو جمع کیا گیا اس سے معلوم ہوا کہ بادشاہ دیندار تھا۔ اگر آج کل کے نئی روشنی والوں کی طرح بے دین ہوتا تو کہہ دیتا کہ روزہ توڑ دو روزہ میں کیا رکھا ہے۔ مگر اس نے روزہ کا احترام کیا۔ غرض اطباء نے تدبیریں سوچیں کسی کی کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ ایک ہندو طبیب بھی حاضر تھا اس نے کہا ایک تدبیر میری سمجھ میں آئی ہے اگر اجازت ہو تو عرض کروں اس کو اجازت دی گئی تو اس نے کہا جلدی سے لیموں منگا لیجئے اور بچوں سے کہا اس کے سامنے تراش کر چاٹیں اور چٹخارہ لیتے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ منظر دیکھ کر شہزادے کے منہ میں لعاب کا دریا بہنے لگا۔ پھر طبیب نے کہا کہ میں نے علماء سے سنا ہے کہ لعاب نگلنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا شہزادہ اس لعاب کو نگل لے تو اس کی پیاس بجھ جائے گی علماء نے اتفاق کیا اور اس طرح شہزادے کا روزہ پورا ہوگیا۔

فائدہ: صاحبو! غضب ہے کہ کھٹائی اور مٹھائی کے نام میں اثر ہو کہ نام لینے سے منہ میں پانی بھر آئے اور خدا کے نام میں اثر نہ ہو۔ (اکسیر الاعمال: ص۲۵)

اکابر کی مسکراہٹیں

حضرت مولانا غلام اللہ خان مرحوم کا بدعتیوں کے ایک مشہور مولوی سے مناظرہ ہوا۔ مولانا نے اپنے دعویٰ کی تائید میں حدیث پڑھنے کے لئے جب یوں کہا:

''قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم''

تو بدعتی مولوی نے ایک دم شور مچانا شروع کر دیا۔ کہنے لگا: ''لوگو! حد ہوگئی یہ وہابی مولوی حضور پرنور کو قال قال (کالا کالا) کہہ رہا ہے۔''

جاہل عوام بھی اس کے ہمنوا ہوگئے اور مجلس مناظرہ درہم برہم ہوکر رہ گئی۔

حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں جانتا ہوں تم مجھ سے کب راضی ہوتی ہو اور کب ناراض ہوتی ہو؟''

میں نے عرض کیا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم! ''وہ کیسے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب تم خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو:

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پروردگار کی قسم!'' اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو:

''ابراہیم (علیہ السلام) کے پروردگار کی قسم!''

نواب اور گویا

اودھ کے نواب نصیر الدین حیدر کو نوجوانی ہی میں حکومت مل گئی تھی۔ان کے مزاج میں بھونڈی قسم کی نازک خیالی اور اختراع تھی۔گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ ہوتے رہتے تھے انہی کے ہم عصر کالے خاں تھے جو گانے کے فن میں یکتا تھے طبیعت میں استغنا اور بے نیازی اتنی تھی کہ اس کی حدیں بھولے پن سے جا ملتی تھیں اس لئے دربار سرکار سے دور ہی رہتے تھے۔ایک دن نصیر الدین حیدر کی سواری عام شاہراہوں سے گزر رہی تھی کہ سامنے کالے خاں نظر آ گئے مصاحبین نے نواب کے گوش گزار کیا''حضور مشہور زمانہ مغرور گویا کالے خاں سامنے موجود ہے۔

نواب نے حکم دیا اسے حاضر کیا جائے۔

لوگوں نے کالے خاں کو جبراً قریب لا کر کھڑا کر دیا نواب نے نرم لہجے میں کہا'' کالے خاں ہم نے تمہارے فن کا بڑا شہرہ سنا ہے کیا ہمیں اپنا گانا نہیں سناؤ گے؟

کالے خاں نواب کے ٹھاٹھ باٹھ سے ذرا بھی متاثر نہ ہوئے سادگی اور بے نیازی سے جواب دیا ضرور سناؤں گا لیکن ایک شرط پر نواب نے مسکرا کر پوچھا کون سی شرط؟ بیان کرو۔

کالے خاں نے عرض کیا۔جناب! مجھے کھیر کا بڑا شوق ہے گانے کے عوض کھیر کھاؤں گا۔

نواب نے جواب دیا یہ کون سی بڑی بات ہے ہم تمہیں کھیر کھلائیں گے۔دوسرے دن کالے خاں دربار میں پہنچ گیا اور گانے سے نواب کو بہت محظوظ کیا۔نواب کی نوابیت پھڑکی کہنے لگے۔کالے خاں ہم تمہارے گانے سے بہت خوش ہوئے ہیں تم واقعی ایک باکمال فن کار ہو۔لیکن اب تم ہمیں ایک ایسا راگ سناؤ جس سے ہم رونے پر مجبور ہو جائیں۔پھر کچھ تامل اختیار کیا اور بولے۔''اور اگر تم ہمیں رلانے میں ناکام رہے تو تمہیں اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑیں گے''۔

استاد کالے خاں گھبرا گئے اور دہشت سے ان کا برا حال ہو گیا۔پھر بھی انہوں نے اپنے حواس پر قابو رکھ کر ایک ایسا المیہ راگ چھیڑا کہ گیت کے ختم ہوتے ہوتے نواب کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے نواب کے ساتھ ہی مصاحبین بھی رونے لگے۔

گیت ختم ہو گیا اور کالے خاں نے سکوت اختیار کیا۔جب نواب کی طبیعت ذرا سنبھلی تو کالے خاں سے کہا۔کالے خاں ہم تمہیں شاباش دیتے ہیں ہم نے تمہارے فن کی جتنی تعریف سنی تھی تم اس سے بڑھ کر نکلے۔بولو ہم تمہیں کیا انعام دیں؟

کالے خاں نے کہنیوں سے ہاتھ جوڑتے ہوئے عرض کیا۔حضور والا! یہ خادم آپ سے ایک وعدہ لینا چاہتا ہے۔

نواب نے بے نیازی میں گردن ہلا دی۔ہمیں منظور ہے۔بولو تم کیا چاہتے ہو؟

کالے خاں نے عرض کیا۔حضور والا! اس ناچیز سے یہ وعدہ فرمائیں کہ آئندہ مجھے کبھی یاد نہیں کیا جائے گا؟

نواب کو حیرت تھی کہ اس سے روپے پیسے، دھن و دولت کی جگہ ایک فضول اور بے معنی وعدہ کیوں لیا جا رہا ہے؟ تعجب سے پوچھا یہ کیوں؟ ہم تمہیں مالا مال کر سکتے ہیں۔

کالے خاں نے جواب دیا'' وہ تو حضور نے بجا ارشاد فرمایا لیکن اس غلام کو یہ ڈر ہے کہ اگر اس خاکسار کو بار بار باریابی کا موقع ملا اور حضور اسی طرح رونے رلانے والے راگوں کی فرمائش کرتے رہے اور ناکام رہنے پر قتل کر دینے جانے کی دھمکی دیتے رہے تو میرا حشر کیا ہوگا۔ آج ہی اگر میں آپ کو رلانے میں ناکام رہتا تو حضور مجھے قتل کرا دیتے''۔ پھر سادگی سے عرض کیا۔'' اور حضور آپ کا کیا ہے اگر آپ مر جائیں گے تو کوئی دوسرا آپ کی جگہ لے لے گا اور اگر میں مر گیا تو مجھ جیسا دوسرا کہاں پیدا ہوگا؟

ناجائز دباؤ کا نتیجہ

حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ بخاری کا درس دے رہے ہیں۔ اور اس میں فرمایا کہ ایک شخص کے پاس ایک گھوڑا تھا۔ اس میں یہ خرابی تھی کہ وہ دو ایک فرلانگ جا کر لید کرتا اور اس کو وہ مڑ کے سونگھتا تھا۔ سونگھنے کے بعد چلتا تھا۔ اس پر لمبی مسافت اور لمبا سفر طے کرنا مشکل تھا۔

ایک مرتبہ اس نے اپنے کسی ساتھی سے کہا کہ بھائی میں ذرا لمبے سفر میں جانا چاہتا ہوں۔ گھوڑے میں یہ خرابی ہے، تم اپنا گھوڑا میرے پیچھے لگاؤ اور ہنٹر ہاتھ میں لو اور جب یہ لید کر کے مڑنے کی کوشش کرے تو زور سے ایک لگاؤ۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ اب گھوڑے کے پیچھے ایک ہنٹر والا آ رہا ہے۔ جب یہ مڑنے کی کوشش کرے وہ ایک ہنٹر مارتا ہے۔ گھوڑا آگے آگے ہے۔ اب بڑے خوش ہیں ایک جگہ لید کی، دوسری جگہ لید کی، تیسری جگہ لید کی، اب سیدھا سیدھا چل رہا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ پیچھے ہنٹر ہے۔ منزل قریب آ گئی۔ جب منزل قریب آ گئی تو پیچھے والے سے کہا بہت اچھا بھائی بہت بہت شکریہ۔ تم نے ہنٹر کے ذریعہ سے یہاں تک پہنچا دیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ اب گھوڑے نے پھر لید کی اور اپنی عادت کے مطابق مڑنے کی کوشش کی، دیکھا تو ہنٹر پیچھے نہیں ہے۔ تو اس نے سوچا کہ جب ہنٹر گیا ہے تو میں بے وقوف ہوں کہ جو میں یہ لید سونگھوں، وہ کیوں نہ سونگھوں، جو سب سے پہلے کی ہے ایک دم دوڑا چلا گیا اور وہیں پر پہنچ گیا جہاں سے چلا تھا پہلی لید سونگھی۔ اس نے کہا کہ ساری مسافت اور ساری کوشش اور محنت اکارت گئی۔

جو لوگ اسلام اور مسلمانوں کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ اگر تم دباؤ گے تو جب یہ دباؤ ہٹ جائے گا تو اسلام پہلے سے زیادہ ترقی یافتہ ہوگا۔

کتے خرگوش نہیں کھاتے

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ ایک مرتبہ ایک شیعہ مجتہد سے مناظرانہ گفتگو فرما رہے تھے ایک خرگوش شکار کیا ہوا کونے میں رکھا تھا، ایک کتا آیا اور اسکی طرف وہ کتا بڑھا یہ منظر دونوں دیکھ رہے تھے، کتا خرگوش کے پاس جا کر واپس لوٹ گیا تو شیعہ کے مجتہد نے کہا کہ دیکھئے مولانا اس کو کتے بھی نہیں کھاتے۔ (شیعوں کا مسلک یہی ہے کہ وہ خرگوش نہیں کھاتے۔) تو مولانا نے فرمایا کہ جی ہاں! واقعی اس کو کتے نہیں کھاتے۔ (انسان کھاتے ہیں)

بے وقوف کی حکایت

حکایت ہے کہ ایک بے وقوف نے بڑے پیالہ میں تلوں کا تیل خریدا پیالہ بھر گیا تیل باقی رہا دکاندار نے کہا کہ باقی تیل کس برتن میں لے گا؟ اس نے پیالہ الٹا کیا اور اس کے پیندے کی طرف اشارہ کر کے کہا اس میں ڈال دے اس نے پیندے میں ڈال دیا یہ تیل لے کر چلا اسے راستے میں ایک شخص ملا اس نے پوچھا یہ تیل کتنے کا خریدا؟ بے وقوف نے کہا اتنے کا وہ شخص بولا بس اتنا سا؟ تو اس نے پیالہ سیدھا کیا اور کہا کہ یہ بھی ہے۔

گنوار اور پادری

ایک گنوار کی حکایت ہے کہ وہ بازار میں سے گزر رہا تھا۔ سڑک کے کنارے پر ایک پادری کو کہتے ہوئے سنا کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔ گنوار نے آگے بڑھ کر کہا کہ تیرا خدا کتنی عمر کا ہے اس نے کہا خدا کی کوئی ابتداء ہی نہیں، وہ آسمان زمین سے بھی پہلے موجود تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ گنوار نے کہا کہ اتنی عمر میں تیرے خدا کے ایک ہی بیٹا ہوا۔ تیرے خدا سے تو میں ہی اچھا ہوں۔ اس وقت میری عمر پچاس سال سے اوپر ہے اور میرے بیس بچے ہو چکے ہیں اور اگر زندہ رہا تو اور بھی ہوں گے۔ اسی جواب سے پادری لاجواب ہو گیا۔ لوگوں نے اسے دھمکایا کہ بے وقوف خدا کی شان میں گستاخی کرتا ہے، کہا میں اپنے خدا کو تھوڑا ہی کہتا ہوں، اس کے خدا کو کہتا ہوں جس کا بیٹا یہ عیسیٰ علیہ السلام کو بناتا ہے۔ (اصلاح ذات البین: ص ۱۹)

سلطان محمود غزنوی اور شیخ ابوالحسن خرقانی

ایک بار محمود غزنوی صرف شیخ ابوالحسن خرقانی کی زیارت کے خیال سے خراسان گئے۔ وہاں پہنچ کر شیخ کی خدمت میں قاصد کے ذریعہ پیام کہلایا کہ: "وہ غزنی سے ان کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا ہے۔ اگر وہ اس کے خیمہ میں تشریف لائیں تو عنایت ہوگی۔" قاصد سے یہ بھی کہلایا کہ اگر شیخ آنے سے انکار کریں تو قرآن پاک کی یہ آیت شیخ کو ضرور سنائی جائے: "اے مؤمنو! اللہ، اس کے رسول اور مسلمان حاکموں کی اطاعت کرو"۔ لہٰذا قاصد نے مذکورہ بالا قرآنی آیت پڑھی تو شیخ نے برجستہ جواب دیا: "میں اللہ کی اطاعت میں اس قدر محو ہوں کہ ابھی تک اطاعت رسول کی نوبت نہیں آئی۔ جس کیلئے شرمندہ ہوں۔ مسلمان حاکموں کی اطاعت تو ابھی بہت دور ہے۔" (بحوالہ ہندوستان کی بزم رفتہ کی سچی کہانیاں، سید صباح الدین عبدالرحمن)

وصولِ چندہ کی مزاحیہ حکایت

ایک جگہ مسجد زیر تعمیر تھی سارا کام ہوگیا تھا صرف فرش باقی تھا تو ایک بزرگ واعظ نے عورتوں میں وعظ کہنا شروع کیا۔ اول تو مسجد بنانے کے فضائل بیان کئے پھر کہا اس وقت ایک مسجد زیر تعمیر تھی مگر وہ پوری ہوچکی جس کی قسمت میں جتنا ثواب تھا اتنا حصہ اس نے لے لیا مگر افسوس ہے کہ بیچاری عورتیں محروم رہ گئیں یہ ان کی قسمت ہے یہ غریب گھروں میں بیٹھنے والی ہیں ان کو کیا خبر کہ دنیا میں کیا ہورہا ہے کیا کیا دولتیں لٹ رہی ہیں۔ واقعی بہت افسوس ہوا کہ عورتیں اس ثواب میں شامل نہ ہوسکیں۔ جب واعظ نے دیکھا کہ عورتوں پر رنج وحسرت کا کافی اثر ہو چکا تو آپ فرماتے ہیں کہ اخاہ خوب یاد آیا میاں ابھی فرش تو باقی ہی ہے اور مسجد میں اصل چیز فرش ہی تو ہے فرش ہی پر نماز ہوتی ہے درو دیوار پر تھوڑا ہی پڑھی جاتی ہے۔ واقعی عورتیں بڑی خوش قسمت ہیں کہ اصل چیز انہی کے واسطے رہ گئی اب بیبیوں کو حصہ لینے کا خوب موقع ہے اور اے بیبیوں! اگر فرش تم نے بنوادیا تو کیسا لطف کا واقعہ ہوگا کہ مرد اس پر نماز پڑھیں گے اور فرشتے ان کی نمازیں لے کر دربار الٰہی میں جائیں گے تو یوں کہیں گے کہ لیجئے حضور بندوں کی نمازیں اور بندیوں کا جائے نمازیں۔ یہ کہنا تھا کہ پردہ کے پیچھے سے چھنا چھن کی آوازیں آنے لگیں، کسی نے پازیب اتار کر پھینکی کسی نے جھانور اور کسی نے بار وغیرہ۔ بندۂ خدا نے ایک شاعرانہ جملہ میں ہزاروں روپے کا زیور لے لیا۔

مولانا رومیؒ اور صبر وشکر

مولانا جلال الدین رومی حسب معمول اپنی مجلس میں جلوہ افروز تھے۔ ایک عقیدت مند حاضر خدمت ہوا اور سلام بجالایا تو مولانا نے عقیدت مند سے پوچھا: ''سناؤ کیسی گزر رہی ہے؟''...... وہ شخص بولا: ''جی: مل جائے تو کھالیتے ہیں ورنہ صبر کرتے ہیں''۔...... پھر عقیدت مند نے مولانا رومی سے دریافت کیا: ''حضور آپ کی کیسی گزر رہی ہے؟''...... جواب ملا: ''مل جائے تو لوگوں میں بانٹ دیتے ہیں ورنہ شکر ادا کرتے ہیں۔''

(بحوالہ ماہنامہ ''ہما'' نئی دہلی، دسمبر ۹۶ء، ص ۱۷۱)

لطیفہ

محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت سلیمان کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! میرے پڑوس میں ایسے لوگ ہیں جو میری بطخ چراتے ہیں، پھر آپ نے نماز کے لئے اعلان کرایا، (سب لوگ حاضر ہوگئے) پھر آپ نے خطبہ دیا، جس کے دوران فرمایا، تم میں ایک شخص اپنے پڑوسی کی بطخ چوری کرتا ہے، اور ایسی حالت میں مسجد میں آتا ہے کہ اسکا پر اسکے سر پر ہوتا ہے، یہ سن کر چور نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔ یہ دیکھ کر آپ نے حکم دیا کہ پکڑلو اس کو یہی وہ چور ہے۔

خلیفہ ہارون رشیداور شہزادی عباسہ

خلیفہ ہارون رشید کی ہمشیرہ شہزادی عباسہ کی جس سے شادی ہوئی تھی اس کا کچھ عرصہ بعد انتقال ہو گیا تھا۔ اس کے بعد عباسہ ایک دوسرے شخص سے وابستہ کردی گئی۔ کچھ عرصہ بعد اس کا بھی انتقال ہو گیا۔ پھر عباسہ ایک اور شخص سے منسوب ہوگئی اور یہ تیسرا شخص بھی کچھ عرصہ بعد مر گیا۔ ابھی چوتھے شخص سے شہزادی منسوب نہیں ہو پائی تھی کہ خلیفہ ہارون رشید نے ایک باغی کے خلاف سزائے موت کا حکم صادر کیا۔ دربار میں موجود ایک شاعر کی رگ ظرافت پھڑکی اور اس نے جان کا خطرہ مول لے کر چند اشعار عباسی خلیفہ کو سنا دیئے۔

شاعر نے اپنے اشعار میں کہا تھا:

''امیر المومنین! خطا کار باغی کا سر قلم کرنے سے تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ مجرم کو شہزادی عباسہ سے وابستہ کردیا جائے۔ وہ خود بخود انجام کو پہنچ جائے گا'' ہارون رشید اس تلخ اور دل آزار مزاح کو برداشت کر گیا اور مسکرا کر چپ ہو رہا۔

خالد بن صفوان کی تدبیر

پہلا عباسی خلیفہ ابوالعباس عبداللہ السفاح تھا اس کے ندیموں میں ایک شخص خالد بن صفوان تھا۔ ایک دفعہ خلیفہ نے دوسری شادی کرنے کا ارادہ کیا۔ اس کی بیوی ام سلمہ کو خبر ہوئی تو وہ پریشان ہوگئی اس موقع پر خالد بن صفوان نے خلیفہ کے پاس جا کر کچھ اشعار کہے جن کو سن کر اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

(۱) عرب میں سوکن کو ضرہ کہتے ہیں۔ اور بے شک یہ ضر (نقصان) سے مشتق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس نے ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کی اس نے ہمیشہ نقصان اٹھایا ہے۔

(۲) جس گھر میں تین بیویاں ہوں۔ تو وہ جہنم کا نمونہ ہے۔ یا یہ کہنا چاہئے کہ ایک دیگچی ہے۔ جو ہر وقت پکتی رہتی ہے۔

(۳) جس مرد کی چار بیویاں ہو وہ ہمیشہ مصیبت میں مبتلا رہے گا۔ یہ کم بخت اس کو قبل از وقت بوڑھا کردیں گی۔ خدا ان سے محفوظ رکھے۔

(۴) امیر المومنین آپ کے محل میں قبیلہ قریش کا ایک مہکتا ہوا پھول ہے (پھول سے مراد ام سلمہ تھی) اس پھول کے ہوتے ہوئے آپ دوسری عورتوں اور لونڈیوں کو تکتے جھانکتے ہیں۔

خالد بن صفوان کے ان اشعار سے خوش ہو کر ام سلمہ نے ان کو انعام کے طور پر دس ہزار دینار اور ایک گھوڑا سواری کیلئے دیا۔

دنیا کی بے وفائی

ایک دفعہ دوران سفر شیخ سعدی نے ایک دولت مند شخص کے مکان پر قیام کیا۔ رات کو جب کھانے سے فارغ ہوئے تو میزبان نے کہا:

''دنیا میں مجھے سب سے عزیز اپنا بیٹا ہے اس سے زیادہ پیار مجھے کسی چیز پر نہیں یوں تو اللہ نے مجھے سب کچھ دے رکھا ہے لیکن بیٹا تو میری زندگی کے باغ کا پھل ہے یہ مجھے ترس ترس کر ملا ہے۔ اس شہر میں ایک درخت ہے جو لوگوں کی زیارت گاہ ہے اور لوگ دور دور سے وہاں مرادیں مانگنے آتے ہیں چنانچہ میں کئی راتیں اس درخت کے نیچے جاگا اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتا رہا ہوں اب اخیر عمر میں اللہ نے میری سنی ہے اور یہ نور بصر جو میرے اندھیرے گھر کا اجالا ہے، دیا ہے۔''

شیخ سعدی فرماتے ہیں تھوڑی دیر کے بعد مجھے کسی ضرورت سے میزبان کے پاس سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں جانے کا اتفاق ہوا تو میں نے سنا کہ وہ لڑکا جس پر باپ جان دیتا تھا۔ اپنے یار آشناؤں میں بیٹھا کہہ رہا تھا:

''یارو دعا مانگو کہ یہ بڈھا جلد راہی ملک عدم ہو اور دولت کے ڈھیر میرے ہاتھ آ جائیں اور پھر خوب عیش کریں۔''

''آؤ دوستو! اس درخت کے نیچے جو زیارت گاہ ہے وہاں یہ دعا مانگیں کہ اس بڈھے کو جلد ہی موت آ ئے۔''

(حالات سعدی: ص ۵۵، ۵۶)

کتے نے پیشاب کر دیا

کچھ برس پرانی بات ہے کہ ایک ہندو مسلمان ہوا اس سے پوچھا گیا کہ اپنے مسلمان ہونے کی داستان سناؤ تو کہنے لگا میں ایک دن گاؤں سے شہر گیا تو وہاں سے بت خرید کر گاؤں کی طرف روانہ ہوا راستے میں ایک جگہ پیشاب کی حاجت ہوئی تو بت کو ایک کونے میں رکھا اور پیشاب کرنے بیٹھ گیا جب فارغ ہوا تو دیکھا کہ ایک کتا بت کے منہ کا نشانہ بنا کر اسے پیشاب سے نہلا رہا تھا تو مجھے سخت دھچکا لگا کہ یہ ہمارا کیسا معبود ہے جو مکھی مچھر اور پیشاب سے بھی اپنی حفاظت نہیں کر سکتا تو وہ ہماری کیا حفاظت کریگا۔

اسی طرح ہمارے خاندان میں ایک حاملہ عورت مر گئی جب اس کو جلایا گیا تو اسکا پیٹ پھٹا اس میں سے بچے کے رونے کی آواز آئی اور چند سیکنڈوں میں وہ بچہ بھی ماں کے ساتھ جلا دیا گیا۔ اس واقعہ سے میرے دل کی دنیا ہی بدل گئی اور بت پرستی سے مجھے نفرت ہو گئی اور میں نے اسلام قبول کر لیا۔

امام صاحب اور حجام

امام ابو حنیفہ ایک دن اپنے بال ترشوا رہے تھے۔ انہوں نے حجام سے کہا۔ "سفید بال چن لینا۔" حجام نے کہا "حضرت! بال چننے سے بڑھتے ہیں۔" تب امام نے کہا بہت اچھا تو سیاہ بال چن لینا۔

بہترین حیلہ

قاضی ابوالحسین بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ میری ایک چچازاد بہن تھی میں نے اس سے نکاح کرلیا۔ نکاح صرف میں نے اس کی دولت کی وجہ سے کیا تھا ورنہ وہ کوئی خاص خوبصورت نہ تھی اس کے علاوہ بھی میں نے ایک شادی خفیہ طور پر کی ہوئی تھی۔ اتفاقاً میری چچازاد کو میرے اس نکاح کا پتہ چل گیا تو مجھ سے ناراض ہوگئی۔ اور مجھے تنگ کرنا شروع کردیا کہ دوسری بیوی کو طلاق دیدو تو تب میں تمہارے پاس آسکتی ہوں ورنہ ہرگز تمہارے ساتھ نہیں رہوں گی۔ اور معاملہ کچھ زیادہ الجھ گیا میں دوسری بیوی کو طلاق دینا نہ چاہتا تھا کیوں کہ دوسری بیوی خوبصورت تھی اور وفا شعار اور نباہ کرنے والی تھی میری چچازاد نے جب زیادہ دباؤ ڈالا تو میں نے ایک ترکیب سوچی میں نے دوسری سے کہا تم اپنی کسی پڑوسن سے کوئی اعلیٰ قسم کا جوڑا عاریتاً لےلو اور اس کو پہن کر خوب بن سنور کر اور سولہ سنگھار کر کے میرے چچا کی بیٹی (یعنی میری پہلی بیوی) کے پاس پہنچو اور اس کے سامنے خوب رو بیٹھو اور اس کو دعائیں دو۔ جب وہ تمہارے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرے اور نرم ہوجائے تو وہ تمہارا حال پوچھے گی اور رونے کا سبب پوچھے گی تو یہ کہنا کہ میرے چچا کا ایک بیٹا ہے جس نے مجھ پر دوسرا نکاح کرلیا ہے تم اس سے کہنا کہ قاضی صاحب سے میری سفارش کردیں اس کی عدالت میں دعویٰ دائر کرنا چاہتی ہوں تاکہ قاضی صاحب میرے حق میں فیصلہ کردیں۔ چنانچہ قاضی ابوالحسین بن عتبہ کی دوسری بیوی ان کی پہلی بیوی جو قاضی صاحب کی چچازاد بہن بھی تھی کے پاس پہنچی اور رونا شروع کردیا اور اس کو خوب دعائیں دیں قاضی صاحب کی پہلی بیوی نے کہا بہن اپنی بپتا سناؤ کیا بات ہے کیوں روتی ہو اس نے کہا میرا چچازاد ہے جس نے میرے ساتھ شادی کی ہے۔ لیکن ایک اور میری سوکن بھی لے آیا ہے میں چاہتی ہوں کہ قاضی صاحب کی عدالت میں دعویٰ دائر کروں آپ میری سفارش کریں قاضی صاحب کی پہلی بیوی نے کہا بہن آپ کو کیا بتاؤں خود قاضی کا بھی یہی حال ہے اس نے بھی دوسری شادی کی ہوئی ہے بہرحال چلو میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں یہ دونوں قاضی صاحب کے دفتر میں پہنچیں اور قاضی صاحب کی چچازاد نے کہا کہ اس بدنصیب لڑکی کا حال بھی مجھ جیسا ہے اس کا حال سن اور انصاف کر۔ قاضی صاحب نے اس لڑکی سے پوچھا کیا معاملہ ہے اس نے کہا میرا چچازاد ہے جس نے میرے ساتھ شادی کی اور اب ایک میری سوکن بھی لے آیا ہے، قاضی ابوالحسن صاحب نے کہا کیا تو نے خود اس عورت کے ساتھ شوہر کو دیکھا ہے لڑکی نے کہا نہیں۔ میں نے نہیں دیکھا اور ساس کے مکان اور صورت سے بھی واقف نہیں ہوں قاضی صاحب نے کہا اے لڑکی خدا سے ڈر اپنے خاوند پر کیوں شک کرتی اور لوگوں کی باتوں پر یقین رکھتی ہو۔ لوگ تو ایسی بات کرتے رہتے ہیں وہ حسد کرتے ہیں یہ میری بیوی ہے اس کے کانوں میں بھی ایسی باتیں لوگوں نے ڈالدی ہیں میں اس بیوی کے سامنے یہ کہتا ہوں کہ اگر میری کوئی بیوی اس دروازے سے باہر ہو تو مجھ پر وہ طلاق ہے یہ سنتے ہی قاضی صاحب کی پہلی بیوی اٹھی اور قاضی صاحب کی منت کی معافی مانگی اور ہاتھ جوڑے کہ میں نے خواہ مخواہ آپ کو پریشان کیا ہے۔ اور لوگوں کے کہنے میں آکر میں نے یقین کرلیا حالانکہ یہ بات جھوٹی ہے دیکھئے کس خوبی سے قاضی صاحب نے اپنے آپ کو بچالیا کیوں وہ دونوں قاضی صاحب کی بیویاں تھیں اس وقت اس دروازہ سے باہر قاضی ابوالحسن کی کوئی بیوی نہ تھی دونوں سامنے موجود تھی۔

حضرت بہلولؒ اور بچے

ایک دن حضرت بہلول کو بچوں نے گھیر لیا کوئی پتھر مار رہا ہے کوئی تالی پیٹ رہا ہے کوئی ہنسی مذاق اڑا رہا ہے اور بچے پیچھے بھاگ رہے ہیں ایک گھر کا دروازہ کھلا تھا حضرت بہلول اندر داخل ہو گئے۔ صاحب خانہ اندر موجود تھا جس نے بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی اور سیدھی مانگ نکالی ہوئی تھی اور بالوں کو یوں دو حصوں میں تقسیم کیا ہوا تھا جیسے وہ سینگ ہوں حضرت بہلول سے پوچھنے لگا آپ اندر کیوں داخل ہوئے تو حضرت بہلول نے یہ آیت پڑھی:

یاذالقرنین ان یا جوج وماجوج مفسدون فی الارض۔ اے ذوالقرنین یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد کرتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت بہلول پر بچوں نے حملہ کر دیا یہ بھاگتے بھاگتے ایک مکان میں گھس گئے اندر داخل ہو کر دروازہ کو اندر سے کنڈی لگا دی۔ بچے باہر شور مچا رہے تھے دروازہ پیٹ رہے تھے صاحب خانہ نے حضرت بہلول کو بٹھایا اور کھانا منگوایا حضرت بہلول کھانا بھی کھا رہے ہیں ساتھ ساتھ یہ آیت بھی پڑھ رہے ہیں۔ فضرب بینھم بسور لہ باب باطنہ فیہ الرحمۃ وظاھرہ من قبلہ العذاب۔ یعنی ان فریقین میں ایک دیوار قائم کر دی جائے گی جن میں ایک دروازہ بھی ہوگا اس کے اندرونی جانب رحمت اور بیرونی جانب عذاب ہوگا۔

غالب کی جائے قیام

آخری دنوں میں غالبؔ کا مکان ایک مسجد کے پیچھے تھا۔ ایک دن کسی محفل میں ان سے پوچھا گیا۔

حضرت" آج کل قیام کہاں ہے؟ غالب نے فی البدیہہ جواب دیا۔

مسجد کے زیر سایہ اک گھر بنالیا ہے
یہ بندۂ کمینہ ہمسایۂ خدا ہے

شاعر کا مجسمہ

ایک بار بنگال کے مشہور شاعر قاضی نذر الاسلام کو اطلاع ملی کہ ڈھاکہ میونسپل کارپوریشن ان کی ادبی خدمات کے عوض ایک پارک میں ان کا مجسمہ نصب کرانا چاہتی ہے اور مجسمہ پر ایک لاکھ روپے خرچ کرے گی۔

قاضی نذر الاسلام نے اپنے دوستوں سے کہا اگر کارپوریشن یہ رقم مجھے دیدے تو میں خود اس پارک میں کھڑا رہوں گا۔

حکایات طوطی وبقال

طوطی۔طوطا۔بقال۔دوکاندار

ایک دوکاندار نے ایک طوطا پال رکھا تھا اور اس خوش آواز سبز رنگ کے طوطے سے اس دوکاندار کو بہت محبت تھی اور یہ طوطا بھی خوب باتیں کرتا اور خریداروں کو خوش کرتا۔اور جب دوکاندار نہ ہوتا تو دکان کی بھی وہ حفاظت کرتا۔

ایک دن دکاندار نہ تھا اور اچانک بلی نے کسی چوہے کو پکڑنے کے لئے حملہ کیا۔اس طوطے نے سمجھا کہ شاید مجھے پکڑنا چاہتی ہے۔یہ اپنی جان بچانے کے لئے ایک طرف کو بھاگا۔اسی طرف بادام کے تیل کی بوتل رکھی تھی۔اس کا سارا تیل گر گیا۔جب دکاندار آیا تو اس نے اپنی گدی پر تیل کی چکناہٹ محسوس کی اور دیکھا کہ بوتل سے تیل گر گیا ہے۔اس نے غصہ میں اس طوطے کے سر پر ایسی چوٹ لگائی جس سے اس کا سر گنجا ہو گیا۔یہ طوطا اس دکاندار سے ناراض ہو گیا اور بولنا چھوڑ دیا۔

طوطے کے اس فعل سے دکاندار کو سخت پریشانی ہوئی اور بہت ندامت ہوئی کہ میں اب کیا کروں کیونکہ دکاندار کو اس کی باتوں سے بڑا لطف ملتا تھا۔کئی روز تک اس طوطے کی خوشامد کی۔طرح طرح کے پھل دئے کہ خوش ہو جاوے۔لیکن طوطا بالکل خاموش تھا۔اس دکان پر جو خریدار آتے وہ بھی اس کے خاموش رہنے سے تعجب اور افسوس کرتے۔ایک دن اس دکاندار کے سامنے سے ایک کمبل پوش فقیر سر منڈائے ہوئے گزرے تو یہ طوطا فوراً بلند آواز سے بولا کہ اے گنجے تو کس سبب سے گنجا ہوا تو نے بھی بوتل سے تیل گرادیا ہوگا۔

طوطے کے اس قیاس سے لوگوں کو ہنسی آگئی کہ اس نے کمبل پوش فقیر کو بھی اپنے اوپر قیاس کیا۔

جاگتا قانون

کسی اعلیٰ عہدے پر فائز افسر کی گھڑی گم ہوگئی۔وہ بہت پریشان ہوئے۔اور جب گھڑی نہ ملی تو انہوں نے گھڑی کی گمشدگی کی تھانے میں رپورٹ درج کرادی۔پولیس نے جوش کارکردگی میں دن رات ایک کردیا اور گھڑی کی چوری کے شبے میں بارہ آدمی گرفتار کر لئے اور نہایت شدومد سے ان سے پوچھ گچھ شروع کردی۔دوسرے دن شام کو افسر نے پولیس اسٹیشن فون کرتے ہوئے کہا۔انسپکٹر صاحب ہمیں بہت شرمندگی ہے کہ ہماری گھڑی غسل خانے سے دستیاب ہوگئی ہے ہم نے آپکو خواہ مخواہ زحمت دی ہم بہت شرمندہ ہیں۔

دوسری طرف سے انسپکٹر نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا جناب والا اس میں شرمندگی کی کیا بات ہے ہم نے آپ کی گھڑی کی چوری کے شبے میں بارہ آدمی گرفتار کئے تھے اور اللہ کے فضل وکرم سے اس میں سے گیارہ نے تو اقبال جرم کرلیا ہے باقی رہا ایک تو اللہ نے چاہا رات گئے تک وہ بھی اقبال جرم کرے گا۔

مہمان نوازی

ایک بادشاہ نے ایک دیہاتی کو کسی علاقے کا والی بنا کر بھیج دیا۔ وہ ایک مدت تک اپنے اہل خانہ سے دور وہاں قیام پذیر رہا۔ ایک مرتبہ اس کی بستی کا کوئی شخص اس کے دروازے پر پہنچا۔ وہ بھوک کی شدت سے نڈھال تھا۔ دیہاتی نے اپنے اہل و عیال کی خیریت معلوم کرنے کی غرض سے اس کی بڑی آؤ بھگت کی۔ اس کے سامنے کھانا پیش کیا اور پھر اپنے اہل خانہ کے بارے میں پوچھنے لگا:

''میرے بیٹے عمیر کا کیا حال ہے؟''

''ماشاءاللہ اس نے تو آپ کے پوتے پوتیوں سے پورا محلہ آباد کر دیا ہے۔''

''عمیر کی ماں کیسی ہے؟''

''وہ بھی خوش و خرم زندگی گزار رہی ہے۔''

''میرے کتے کے بارے میں کچھ بتاؤ؟''

''تمہارا کتا تو دن رات بھونک بھونک کر سارا محلہ سر پر اٹھائے رکھتا ہے۔''

''اچھا! یہ بتاؤ، میرے اونٹ کس حال میں ہے؟''

''تمہارے اونٹ بھی موج کر رہے ہیں۔''

جب دیہاتی کو اپنے گھر بار کی تسلی ہوگئی تو اس نے نوکر کو آواز دی۔

''کھانا اور برتن اٹھا کر لے جاؤ۔''

ادھر مہمان ابھی تک سیر نہیں ہوا تھا، کھانا اٹھا لینے کا حکم سن کر جھلا کر رہ گیا اور دل ہی دل میں دیہاتی کو برا بھلا کہنے لگا دیہاتی اس کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔

''اللہ تجھے خوش رکھے جو کچھ تو نے کہا ذرا دوبارہ بتانا۔''

مہمان برا سا منہ کر کہ بولا:

''جی، آپ پوچھتے جائیے۔''

''میرے کتے کا کیا حال ہے؟''

آپ کا کتا تو مر گیا ہے۔''

''کیسے؟''

''آپ کے اونٹ کی کوئی ہڈی اس کے حلق میں پھنس گئی تھی۔''

دیہاتی نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا:

''کیا؟ میرا اونٹ بھی مر گیا ہے؟''

''ہاں! وہ بھی مر گیا ہے۔''

''کیسے؟''

''عمیر کی ماں کی قبر کے لئے پانی کی ضرورت تھی، بار بار پانی ڈھونے کی وجہ سے بے چارہ جان سے چلا گیا۔''

دیہاتی نے چلاتے ہوئے کہا:

''کیا..... عمیر کی ماں بھی چل بسی؟''

مہمان نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا:

''بے چاری محبت کی ماری بیٹے کی جدائی آخر کب تک برداشت کرتی۔''

''کیا میرا بیٹا بھی دنیا میں نہیں رہا؟''

''ہاں، افسوس! وہ غریب مکان تلے دب گیا تھا۔''

''ارے تو کیا میرا مکان بھی گر گیا ہے۔''

''افسوس تمہارا مکان بھی گر گیا ہے۔'' یہ سن کر دیہاتی نے ڈنڈا اٹھایا اور مہمان کے پیچھے دوڑا لیکن وہ تو دروازے سے باہر نکل چکا تھا۔

سچا آدمی

ایک دوست دوسرے دوست سے کہنے لگا: یار اب تم کبھی میرے پاس نہیں آتے۔ کوئی ناراضگی تو نہیں؟ اس نے جواب دیا کہ یار دل تو آپ سے ملاقات کرنے کے لئے چاہتا ہے۔ سچ پوچھو تو بات یہ ہے کہ جب میں تمہارے پاس آتا ہوں تو تم بہت تکلف کرتے ہو۔ کہنے لگا اچھا یہ بات ہے تو ٹھیک ہے اب تم آنا میں کسی قسم کا تکلف نہیں کروں گا۔ کچھ عرصہ گزرا وہ دوست گیا، میز بان نے تین چار دن کی باسی روٹی لی اس پر سرخ مرچیں رکھیں۔ پانی میں نمک ملا کر آگے رکھ دیا۔ اتنے میں ایک فقیر نے دروازے پر سوال کیا کہ اللہ کے لئے کچھ دو۔ میز بان کہنے لگا، چلے جاؤ ورنہ ٹانگیں توڑ دوں گا لیکن فقیر ضدی تھا اور آواز لگا تا رہا۔ مہمان فقیر سے مخاطب ہوا اور کہا بھئی بہتر یہ ہے کہ چلے جاؤ ورنہ اس نے سچ مچ تیری ٹانگیں توڑ دینی ہیں کیونکہ دنیا میں اس بڑھ کر سچا آدمی میں نے نہیں دیکھا۔ (احمد محمد اضلیب الاعمش الظریف اخبارہ ونوادر: ص ٤٤٦)

رائے

ایک بار ایک افسانہ نگار نے عمیق حنفی کو اپنا افسانہ سنانے کے بعد ان کی رائے پوچھی۔
عمیق حنفی نے افسانہ نگار سے کہا۔ ''پہلے اپنا دایاں ہاتھ افسانے کی داہنے جانب رکھئے، اور پھر بایاں ہاتھ بائیں جانب۔
پھر افسانہ کو زور سے پکڑ کر بائیں ہاتھ کو مضبوطی سے اپنی جگہ پر قائم رکھئے، اور دایاں ہاتھ افسانے سمیت اپنی طرف کھینچئے''۔
اس کا آسان مطلب یہ تھا کہ افسانہ پھاڑ ڈالا جائے۔
پھر انہوں نے ازراہِ احتیاط، افسانہ نگار سے یہ بھی پوچھ لیا۔ ''کہیں تمہارے گھر اس کی فاضل کاپی تو نہیں ہے؟''

لطیفہ

گاما پہلوان کو (۱۹۵۸ء-۱۸۷۶ء) کو ۲۰ سال کی عمر میں ''رستم ہند'' اور اس کے بعد رستم زماں کا خطاب ملا تھا، ایک بار جلسہ ہو رہا تھا، ڈاکٹر محمد اقبال صدر تھے، گاما بھی جلسہ میں موجود تھے، لوگ بول چکے تو آخر میں ڈاکٹر اقبال نے اعلان کر دیا کہ اب گاما اپنے خیالات کا اظہار کریں گے۔
گاما پہلوان کھڑے ہوئے، کچھ دیر انہوں نے جسم کو حرکت دی، ہاتھ ادھر ادھر ہلایا اور کہا:
''بھائیو!.........ورزش کیا کرو''
جب وہ اپنی مختصر تقریر ختم کر کے بیٹھے تو دیکھنے والوں نے یہ دیکھا کہ گاما پہلوان کی نہ صرف پیشانی پر پسینے کے قطرات نمایاں تھے بلکہ کرتا بھی بھیگ چکا تھا۔

صدر آپ ہونگے اور یا بھی آپ ہی ہوں گے۔

فرمایا جب دیو بند میں دار القضاء قائم ہوا تو دار العلوم کے ایک مفتی صاحب (مفتی احمد علی سعید صاحب) نے مجھ سے کہا کہ اس دار القضاء کا صدر یا تو میں رہونگا یا آپ رہیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ کوئی بھلا نیک آدمی تھا۔ بیوی تیز مزاج تھی ایک روز وہ صاحب نماز پڑھ کر گھر پہنچے۔ بیوی نے کہنا شروع کیا کہ تو نے فلاں کام خراب کر دیا، ایسا ویسا کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے تو ایسا نہیں کیا۔ بیوی نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے اس پر اس شخص نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا یا اللہ یا تو میں مرجاؤں بس اتنا ہی کہہ پایا تھا آگے کہنا چاہتا ہے کہ یا یہ میر بیوی مرجائے کہ بیوی نے جو چولھے کے پاس بیٹھی تھی چمٹا اٹھا کر کہا اور یا؟ اس نے کہا بس یا بھی میں ہی مرجاؤں۔ اسی طرح دار القضاء کے صدر آپ ہوں گے اور یا بھی آپ ہی ہوں گے۔

ملٹن اور عورتوں کی زبانیں

ایک دن ملٹن سے کسی نے پوچھا: ''اپنی لڑکیوں کو کتنی زبانوں میں مہارت حاصل کرانا چاہیے؟'' ملٹن نے فی البدیہہ جواب دیا: ''عورتوں کی ایک زبان ہی سے بے چارے مرد کو پناہ نہیں ملتی، اگر دو چار زبانیں اور سیکھ گئیں تو خدا کی پناہ بھی ناکافی ہوگی۔''

(بحوالہ ''ادیبوں کے لطیفے'' مرتبہ کے ایل، نارنگ ساقی: ص ۲۰۲، ماہنامہ ''چہار رنگ'' دہلی مارچ ۸۴ء: ص (۲۱)

دیہاتی کا ھبہ

اصمعی کہتے ہیں کہ میں ایک دیہاتی کے پاس سے گزرا وہ نماز پڑھا رہا تھا تو میں بھی نماز میں شامل ہوگیا تو اس نے پڑھا۔(والشمس وضخا والقمر اذتلاها کلمته منتها هالن یدخل النارولن یراها رجل نهی النفس عن هواها) تو میں نے کہا یہ قرآن کے الفاظ نہیں ہیں تو اس نے کہا کہ تم مجھے کچھ سکھاؤ تو میں نے اسے سورۃ فاتحہ اور سورہ اخلاص یاد کرائی پھر میں کچھ دن بعد یہاں سے گزرا تو وہ صرف فاتحہ ہی پڑھ رہا تھا میں نے کہا کہ دوسری سورت کو کیا ہوا۔ اس نے کہا کہ وہ میں نے اپنے چچازاد بھائی کو ھبہ کر دی اور معزز شخص ھبہ میں رجوع نہیں کرتا۔

قافیہ

ایک مختصر سی نشست میں کنور مہندر سنگھ بیدی اپنا کلام سنا رہے تھے۔ انہوں نے ایک غزل پڑھی جسکے قافیہ میں ''سود و زیاں'' آیا تھا۔ شعر اچھا تھا۔ مگر جناب شنکر پرشاد نے فرمایا۔

''یہ آپ نے سکھ ہوتے ہوئے بنیے والا قافیہ کیسے باندھ دیا۔''

غلط فہمی

معروف ادیب کنہیالال کپور نے کسی شخص پر خفا ہوتے ہوئے کہا میں تو آپ کو شریف آدمی سمجھا تھا۔ اس شخص نے بلا سوچے سمجھے کہہ دیا کہ میں بھی آپ کو شریف آدمی سمجھا تھا تو کپور نے نہایت عاجزی سے کہا کہ آپ ٹھیک سمجھے مجھ کو ہی غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ سن کر وہ شخص بغلیں بجانے لگا۔

بخاری اور مسلم

فرمایا: کسی کو بخار تھا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا اچھا ہوا پہلے تو مسلم تھے اب بخاری بھی ہو گئے۔ اسی طرح ایک موقع پر کسی نے درد کی شکایت کی۔ فرمایا لوگ درد کی تلاش میں ہیں اور تم کو مفت میں مل گیا ہے۔(فیوض الرحمن: ص ۱۴)

قہقہہ کی آفات

بزرگ فرماتے ہیں:
قہقہہ لگا کر ہنسنے سے بہت ہی بچو کہ اس میں چھ (6) آفتیں ہیں۔
☆علم و عقل والے تیری مذمت کریں گے۔
☆ بے وقوف اور جاہل لوگ تجھ پر دلیر ہو جائیں گے۔
☆اس سے آئندہ گناہوں پر جرأت ہوتی ہے کیونکہ ہنسی سے دل سخت ہو جاتا ہے۔
☆اس سے موت اور اس کے بعد کے حالات سے غفلت اور نسیان ہو جاتا ہے۔
☆ تجھے دیکھ کر جو ہنسے گا، اس کا بوجھ بھی تجھ پر ہو گا۔
☆اس ہنسی کی وجہ سے آخرت میں بہت زیادہ رونا پڑے گا۔

مچھر کا خون

امام یزید بن حبیبؒ تابعی ایک دفعہ علیل تھے۔ ابن سہیل والی مصران کی عیادت کو آیا۔ اثنائے کلام میں اس نے پوچھا کہ جس کپڑے پر مچھر کا خون لگا ہو اس میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ امام نے یہ سن کر غصہ سے منہ پھیر لیا اور کچھ نہیں کہا۔ تب امیر نے چلنے کا قصد کیا تو اس کو نظر بھی کر دیکھا اور فرمایا کہ تو روزانہ خدا کے بندوں کا خون بہاتا ہے، اور مچھر کے خون کا فتویٰ پوچھنے چلا ہے۔ (علمائے سلف)

شکاری پیر

ایک جعلی پیر تھا، وہ مریدوں کے پاس آیا انہوں نے اس کو ہار دیا تو وہ مجلس میں ناچنے لگا تو اس کی پگڑی گر گئی، اس کو فکر لاحق ہوئی کہ کہیں پیسے تو نہیں گر گئے جو پگڑی میں بندھے ہوئے تھے، تو ناچ بھی رہا تھا اور کہہ بھی رہا تھا کہ:

بگذاشتم بگذاشتم آن چہ در سر داشتم بگذاشتم

ترجمہ: گر گیا، گر گیا جو سر میں رکھا ہوا تھا گر گیا۔

تو خلیفہ نے جواب میں کہا:

برداشتم برداشتم غم مخور خواجہ کہ من برداشتم

آقا پرواہ نہ کرو، جو گر گیا ہے وہ میں نے اٹھا لیا ہے۔ تو ناچ تارہ، فقیری دکھا تارہ تا کہ لوگ پھنسیں۔

چانڈیو قوم کے لوگوں نے ایک پیر صاحب کو بلایا، اس پیر صاحب نے مرثیہ پڑھا وہ بہت زیادہ روئے، حافظ محمد ھارون صاحب نے پیر صاحب کی پگڑی، جوتا اور تولیہ اٹھوا لیا، اس نے دیکھا ہی نہیں، پھر اخبار میں لکھا کہ علیؓ کے لاڈلے کو کوفیوں نے ننگے پاؤں گھر بھیج دیا۔

میرا کام انگریز کی کشتی میں سوراخ کرنا

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تبلیغی سلسلہ میں سرینگر (کشمیر) تشریف لے گئے۔ تانگہ پر سوار ہوئے تو ایک ہندو پہلے سے اسی تانگہ پر سوار تھا۔ اس ہندو نے شاہ جی سے سوال کیا:

جناب! آپ کیا کام کرتے ہیں؟

شاہ جی نے فرمایا:

جس کشتی میں انگریز سوار ہو اس میں سوراخ کرنا میرا کام ہے اور مجھے عطاء اللہ شاہ بخاری کہتے ہیں۔''

ہندو یہ سنتے ہی فوراً تانگے سے اتر گیا اور امیر شریعت شاداں وفرحاں اپنی منزل کو روانہ ہو گئے۔

مشورہ

ایک شخص نے امام ابوحنیفہ سے دریافت کیا کہ جب میں نہانے کے لئے کپڑے اتار کر نہر میں داخل ہو جاؤں تو منہ قبلہ کی طرف کروں یا پیٹھ؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ بہتر ہے کہ منہ اپنے کپڑوں کی طرف کرو کہ کوئی چرا نہ لے جائے۔

سوتا سوتا بڑبڑا رہا ہوں

ارشاد فرمایا کہ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب ابن مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کسی موقع پر بھٹیاری سرائے میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اتفاق سے وہاں رنڈی بھڑوے بھی ٹھہرے ہوئے تھے ان میں چھیڑ چھاڑ شروع ہوگئی مولانا موصوف لیٹے ہوئے تھے رنڈی نے بھڑوے سے کہا کہ ٹھہر تو جا مسافر (مولانا) جاگ رہا ہے بھڑوے نے کہا کہ وہ تو سو رہا ہے رنڈی نے کہا نہیں جاگ رہا ہے اس نے کہا اچھا آزمانا چاہئے چنانچہ آواز دی او مسافر تو مولانا کہتے ہیں ہوں اس نے پوچھا کہ آپ سو رہے ہیں یا جاگ رہے ہیں فرمایا سو رہا ہوں اس نے پوچھا کہ پھر بات کیسے کر رہے ہو؟ تو فرمایا کہ سوتا سوتا بڑبڑا رہا ہوں۔

ابے فلانے مجھے لوٹا تو دیمے وضو کا

مولانا موصوف بڑے ہوشیار اور تیز تھے۔ایک شخص نے ان کی دعوت کی۔وقت مقررہ پر بلانے کے لئے آیا۔اس کے ساتھ تشریف لے گئے یہاں تک کہ وہ مولانا کو ایک مکان کے سامنے کھڑا کر کے خود اس کے اندر چلا گیا کہ اطلاع کر دے۔ مکان پر پردہ پڑا ہوا تھا ذرا دیر بعد پردہ کے پیچھے سے آواز دی کہ تشریف لے آیئے اور خود ایک طرف کواڑ کے پیچھے چھپ گیا، جب مولانا مکان کے اندر داخل ہوگئے تو چپ چاپ نکل کر بھاگ گیا مولانا نے اندر دیکھا کہ میاں بیوی کھانے میں مشغول ہیں، انہوں نے مولانا کو دیکھا تو ڈانٹ کر کہا یہ کون چلا آ رہا ہے مکان میں، اس پر مولانا بتکلف نابینا بن گئے اور ہاتھوں سے در و دیوار کو ٹٹولتے ہوئے فرمایا ارے فلانے مجھے لوٹا تو دیدے وضو کا یہ سن کر مالک مکان نے سمجھا کہ بے چارہ کوئی نابینا ہے غلطی سے مسجد کے بجائے یہاں آ گیا اس لئے ان کا ہاتھ پکڑ کر دروازہ سے باہر پہنچا دیا اور مسجد کا راستہ بتا کر اندر چلا گیا تب مولانا وہاں سے قیام گاہ پر تشریف لائے۔

ظالم شوہر

ایک تنگ مزاج شوہر بات بات پر بیوی کو دھنک دیا کرتا تھا۔ایک رات گرمیوں کے موسم میں دونوں میاں بیوی مکان کی چھت پر اپنی اپنی چارپائی پر لیٹے ہوئے بڑے خوشگوار موڈ میں باتیں کر رہے تھے، دونوں کی چارپائیوں میں تھوڑا سا فاصلہ تھا، میاں نے اپنی بیوی سے پوچھا، بیگم یہ جو میری چارپائی کے ٹھیک اوپر ستاروں کی ایک سڑک سی بنی ہوئی ہے یہ کیا ہے؟ وہ بے چاری دیہات کی سیدھی سادی عورت تھی۔اس نے کہا میرے سرتاج! مجھے زیادہ معلومات تو نہیں ہیں میں بچپن میں سنا کرتی تھی کہ یہاں سے فرشتے اپنے گھوڑوں پر گزرتے ہیں، تو یہ گویا ان کے آنے جانے کا راستہ ہے۔ میاں صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً جوتا اٹھا کر بیگم کی پٹائی شروع کر دی۔

بیگم نے روتے ہوئے پوچھا بھلے آدمی مجھے میرا قصور تو بتا دو تم نے کیوں بلاوجہ میری دھنائی شروع کر دی ہے؟

سڑیل اور پاگل میاں نے جواب دیا، بدبخت تو نے میری چارپائی یہاں پر اس لئے ڈالی ہے تاکہ گھوڑوں کی لید مجھ پر پڑے۔تو اس قسم کے جو ظالم شوہر ہیں ان کو نہ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے نہ اللہ کا رسول پسند کرتا ہے۔

ایک ادنیٰ جنتی کی جنت

حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کا حال بیان فرمایا کہ سب سے آخر میں جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ ایسا شخص ہوگا جو اپنے اعمال بد کی پاداش جہنم میں ڈال دیا جائے گا، کیونکہ اگر آدمی مؤمن ہی کیوں نہ ہو، لیکن اگر اعمال خراب کئے ہیں تو پہلے اس کو ان اعمال کی سزا بھگتنی پڑے گی، اس لئے اس کو پہلے جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اب وہ شخص جہنم میں جھلس رہا ہوگا تو اس وقت وہ اللہ تعالیٰ سے کہے گا کہ یا اللہ! اس جہنم کی تپش اور اس کی گرمی نے تو مجھے جھلسا دیا ہے، آپ کی بڑی مہربانی ہوگی کہ آپ مجھے تھوڑی دیر کے لئے جہنم سے کر نکال اوپر کنارے پر بٹھا دیں تاکہ میں تھوڑی دیر کے لئے جلنے سے بچ جاؤں۔

اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے اگر ہم تمہیں وہاں بٹھا دیں گے تو تم کہو گے کہ مجھے اور آگے پہنچا دو۔ وہ بندہ کہے گا کہ یا اللہ! میں وعدہ کرتا ہوں کہ بس ایک مرتبہ یہاں سے نکال کر اوپر بٹھا دیں، پھر آگے جانے کے لئے نہیں کہوں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اچھا تمہاری بات مان لیتے ہیں۔ چنانچہ اس کو جہنم سے نکال کر اوپر بٹھا دیا جائے گا۔ جب وہاں تھوڑی دیر تک بیٹھے گا اور کچھ اس کے ہوش وحواس ٹھکانے پر آئیں گے تو تھوڑی دیر کے بعد کہے گا یا اللہ! آپ نے مجھے یہاں بٹھا دیا اور جہنم سے نکال تو دیا لیکن ابھی جہنم کی لپٹ یہاں تک آ رہی ہے، تھوڑی دیر کیلئے اور دور کر دیں کہ یہ لپٹ بھی نہ آئے۔

اللہ فرمائیں گے کہ تم نے ابھی وعدہ کیا تھا کہ آگے جانے کے لئے نہیں کہوں گا، اب تو وعدہ خلافی کر رہا ہے؟ وہ کہے گا یا اللہ! مجھے تھوڑا اور آگے بڑھا دیں تو پھر میں کچھ نہیں کہوں گا اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کو تھوڑا سا اور دور کر دیں گے۔ اور اب اس کو اس جگہ سے جنت نظر آنے لگے گی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد کہے گا کہ یا اللہ! آپ نے مجھے جہنم سے تو نکال دیا اور اب مجھے یہ جنت نظر آ رہی ہے، آپ تھوڑی اجازت دیدیں کہ میں جنت کا تھوڑا سا نظارہ کرلوں اور اس کے دروازے کے پاس جا کر دیکھ آؤں کہ یہ جنت کیسی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو پھر وعدہ خلافی کر رہا ہے۔ وہ شخص کہے گا کہ یا اللہ! جب آپ نے اپنے کرم سے یہاں تک پہنچا دیا تو ایک جھلک مجھے جنت کی بھی دکھا دیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جب تمہیں ایک نظر جنت کی دکھاؤں گا تو تو کہے گا کہ مجھے ذرا اندر بھی داخل کر دیں۔ وہ شخص کہے گا نہیں یا اللہ! مجھے صرف جنت کی ایک جھلک دکھا دیں، اس کے بعد پھر کچھ نہیں کہوں گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی ایک جھلک دکھا دیں گے۔ لیکن جنت کی ایک جھلک دیکھنے کے بعد وہ اللہ تعالیٰ سے کہے گا یا اللہ! آپ ارحم الراحمین ہیں؟ جب آپ نے مجھے جنت کے دروازے تک پہنچا دیا تو اب اے اللہ! اپنے فضل سے مجھے اندر بھی داخل فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ دیکھ ہم تو تجھ سے پہلے ہی کہہ رہے تھے کہ تو وعدہ خلافی کرے گا لیکن چل، جب ہم نے تجھے اپنی رحمت سے یہاں تک پہنچا دیا تو اب ہم تجھے اس میں داخل بھی کر دیتے ہیں اور جنت میں تجھے اتنا بڑا رقبہ دیتے ہیں جتنا پوری زمین کا رقبہ ہے۔ وہ شخص کہے گا یا اللہ! آپ ارحم الراحمین ہیں اور میرے ساتھ مذاق کرتے ہیں؟ میں کہاں اور جنت کا اتنا بڑا رقبہ کہاں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں مذاق نہیں کرتا ہوں، تمہیں واقعی جنت کا اتنا بڑا رقبہ عطا کیا جاتا ہے۔

حضور قبلہ آپ کا آفتابہ چاھیے

ارشاد فرمایا کہ ایک باریش بوڑھے شخص ریل میں سفر کررہے تھے چندلڑکے بھی ان کے ڈبہ میں تھے جو علی گڑھ داخلے کے لئے جارہے تھے انھوں نے ان کا مذاق بنایا، ایک آیا اور کہنے لگا حضور قبلہ مجھے آپ کا آفتابہ (لوٹا) چاہیے انھوں نے اجازت دیدی یہ اس کو لے کر بیت الخلا گیا اور وہاں سے فارغ ہوکر لوٹا واپس کردیا اور ان کا شکریہ اداء کیا۔ پھر دوسرا اٹھا اس نے بھی اسی طرح مانگا اور ضرورت پورا کر کے واپس لاکر رکھدیا۔ پھر تیسرا اٹھا اس نے بھی اسی طرح کیا۔ پھر آپس میں بات ہوئی کہ اب ہمارا تعارف ہوجانا چاہئے ان میں سے ایک بولا مجھے احمد مختار کہتے ہیں، دوسرا بولا مجھے سید ابرار کہتے ہیں۔ تیسرا بولا مجھے حیدر کرار کہتے ہیں، اس کے بعد ان باریش سے کہا کہ حضرت قبلہ! آپ کو کیا کہتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ مجھے پروردگار کہتے ہیں، یہ بات تو گاڑی میں ہوگئی یونیورسٹی پہنچ کر جب ان کو داخلہ کے مراحل پیش آئے تو واسطہ انھیں باریش شخص سے پڑا جو وہاں کے پرنسپل تھے اب سمجھے کہ یہ تو واقعی پروردگار نکلے اور اپنی شرارت پر نادم ہوئے۔

ناک نامہ

قدرت کی دوراندیشی کا جواب نہیں، چشمے کی ایجاد سے بہت پہلے انسانی چہرے پر ناک فراہم کردی تاکہ چشمہ وہاں آسانی سے ٹکا رہے۔ لیکن یہ تو ناک کا ایک ادنیٰ سا استعمال ہے۔ کسے اندازہ تھا کہ اس تکونے عضو نزول کو میں اتنی اہمیت حاصل ہوجائے گی کہ انسان اس پر مکھی بھی نہیں بیٹھنے دے گا۔ اپنی ناک یعنی جھوٹی عزت رکھنے کے لئے انسان کیا کیا جتن نہیں کرتا۔ کہنے کو ناک ایک سہ حرفی لفظ ہے، لیکن ساری دنیا خاص طور پر پاکستانی معاشرے کو اس نے جس طرح ناکوں چنے چبوائے ہیں اسے تین سو الفاظ میں بھی بیان کرنا مشکل ہوگا۔ یوں سمجھے کہ اسی موم کی ناک کے ہاتھوں انسان کا ناک میں دم ہے۔

اس اکلوتی ناک کا، معاشرے میں وجود برقرار رکھنے کے لئے ہزاروں انسان اپنی جان پر کھیل جاتے ہیں۔ لوگوں کو چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانے کا مشورہ دیا جاتا ہے مگر ناک کا بھرم رکھنے کی خاطر انسان اپنی چادر ہی سے پاؤں باہر نہیں نکال لیتا بلکہ جب موقع ملتا ہے دوسروں کی چادر میں گھس جاتا ہے اور پھر گھستا ہی چلا جاتا ہے۔

انسان خطا کا پتلا ہے، بھٹک بھی جاتا ہے مگر ناک خطر کا لبادہ اوڑھ کر ''خطرناک'' بنتی ہے تو انسان کو شیطان بننے پر مجبور کردیتی ہے۔ ہم میں سے تقریباً ہر شخص رسم ورواج کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اور ہر وقت اس کشمکش میں رہتا ہے کہ کس طرح برادری میں اپنی ناک بچائے۔ اکثر لوگوں کی معاشی حالت ایسی ہوتی ہے کہ وہ بس عزت سے روٹی کمانے کے قابل ہیں مگر ناک کی لاج رکھنے کی دھن میں خود کو مسائل ومصائب کے بھنور میں پھنسا لیتے ہیں۔

یہ بھنور بظاہر دیدہ زیب اور بہت خوبصورت نظر آتا ہے لیکن اس میں پھنس جانے کے بعد انسان کے اعصاب، قوت ارادی، راست بازی اور مستقل مزاجی کا خاتمہ بالخیر ہوجاتا ہے اور وہ ناک کے دردناک عذاب اکیلا ہی سہتا رہتا ہے۔ اس کے دکھ درد بانٹنے میں اس کے دوست احباب کم ہی اس کا ساتھ دیتے ہیں کیوں کہ وہ سب اپنی اپنی ناکوں کی صحت وسلامتی کے لئے کوشاں ہوتے ہیں اور ضرورتمند کو دیکھ کر ناک بھوں چڑھانے لگتے ہیں۔

شیریڈن اور ان کی معذرت

برطانیہ کے مشہور طنز نگار شیریڈن پارلیمنٹ کے ممبر بھی تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے تقریر کرتے ہوئے کہا: ''اس ایوان کے آدھے ممبر گدھے ہیں۔

پارلیمنٹ کے ممبروں نے ان کے الفاظ پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور اعتراض کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ شیریڈن اپنے الفاظ غیر مشروط طور پر واپس لیں۔ چنانچہ شیریڈن اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے اور انہوں نے معذرت کرتے ہوئے کہا: ''ایوان کے آدھے ممبر گدھے نہیں ہیں۔'' (بحوالہ ''ادیبوں کے لطیفے'' مرتبہ کے ایل، نارنگ ساقی: ص ۲۰۱)

حکایت

ایک شخص گدھے پر سوار کسی خانقاہ میں پہنچ گیا، رات وہیں گزاری، ذاکرین جہری ذکر میں مشغول تھے۔ ذکر کرتے کرتے سب پر حال طاری ہو گیا اور یک زبان ہو کر پکارنے لگے:

''خر برفت وخر برفت وخر برفت، خر برفت وخر برفت وخر برفت۔''

اس شخص نے جب یہ منظر دیکھا تو اسے بھی جوش اٹھا اور کچھ سوچے سمجھے بغیر یہ بھی شروع ہو گیا:

''خر برفت وخر برفت وخر برفت۔''

قصہ یہ ہوا کہ خانقاہ والے کئی دنوں سے بھوکے تھے۔ یہ لوگ دل کے بادشاہ ہوتے ہیں بھوک سے مر جائیں تو بھی کسی سے سوال نہ کریں۔ انہوں نے جب دیکھا کہ ان کی خانقاہ میں کہیں سے گدھا آ گیا ہے اور کوئی مالک بھی نظر نہیں آ رہا تو خوش ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ نے غیب سے مدد فرمائی ہے۔ اسے لے جا کر بیچا اور کچھ گوشت اور کھانے پکانے کا سامان لے آئے۔ کھا پی کر جب ذکر کرنے بیٹھے تو ایک تو ذکر کی مستی دوسرے گوشت کی گرمی سے مست ہو کر شروع ہو گئے:

''خر برفت وخر برفت وخر برفت''

''گدھا گیا، گدھا گیا، گدھا گیا۔''

یعنی گدھا ہمارے پیٹ میں پہنچ گیا۔ صبح ہوئی تو اس شخص نے خادم سے کہا کہ گدھے پر پالان رکھو خادم نے کہا: ''کون سا گدھا؟ آپ کا گدھا تو یہ لوگ رات کو کھا پی گئے'' اس شخص نے کہا کہ ''تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟'' خادم بولا کہ ''آپ تو خود ہی رات ان کے ساتھ مل کر کہہ رہے تھے ''خر برفت وخر برفت وخر برفت'' میں تو سمجھا کہ آپ نے خود ہی گدھا ان کے حوالے کر دیا۔ اس شخص نے کہا کہ ''نہیں مجھے تو کچھ پتا نہ تھا وہ سارے ایک بات کہہ رہے تھے ان کی دیکھا دیکھی میں نے بھی کہنا شروع کر دیا۔''

اللہ کا غلام

ایک بادشاہ کا غلام گھوڑے پر سوار غرور کے عالم میں چلا آ رہا تھا۔ سامنے سے ایک بزرگ آ گئے۔ انہوں نے اس مغرور غلام سے کہا:

''یہ اکڑ خانی تو اچھی نہیں۔''

غلام نے اور زیادہ اکڑ کر کہا:

''میں فلاں بادشاہ کا غلام ہوں اور وہ بادشاہ مجھ پر بہت بھروسہ کرتا ہے، جب وہ سوتا ہے تو میں اس کی حفاظت کرتا ہوں، جب اسے بھوک لگتی ہے تو میں اسے کھانا دیتا ہوں، کوئی حکم دیتا ہے تو فوراً بجالاتا ہوں۔''

اس پر بزرگ نے پوچھا:

''اور جب تم سے کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو؟''

غلام نے جواب دیا:

''اس صورت میں مجھے کوڑے لگتے ہیں۔''

اس پر بزرگ بولے:

''تب تو تم سے زیادہ مجھے اکڑنا چاہئے۔''

غلام نے حیران ہو کر پوچھا:

''وہ کیسے؟''

بزرگ بولے:

''میں ایسے بادشاہ کا غلام ہوں کہ جب میں بھوکا ہوتا ہوں تو وہ مجھے کھلاتا ہے، جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ شفا دیتا ہے، جب میں سوتا ہوں تو وہ ہر طرح میری حفاظت کرتا ہے۔''

یہ سن کر اس مغرور غلام نے کہا:

''تب تو مجھے بھی اس کا غلام بنا دیں۔''

بزرگ فوراً بولے:

''بس تو پھر اللہ کا ہو جا۔''

حکایتِ دباغ

دباغ۔ جو خام چمڑوں کی دباغت کرتے ہیں اور خام چمڑوں کی بدبو سے ان کا دماغ مانوس ہو جاتا ہے۔

ایک دباغ ایک دن بازار سے گزر رہا تھا کہ اچانک عطاروں کے بازار میں پہنچ گیا۔ اور یہ عطر فروشوں کی دکانوں کی خوشبو کا تحمل نہ کر سکا اور عطر کی خوشبو سے بے ہوش ہو کر سڑک پر گر پڑا۔ ایک خلق کا ہجوم ہو گیا کوئی وظیفہ پڑھ کر دم کر رہا ہے کوئی اس پر گلاب کا پانی چھڑک رہا ہے۔ کوئی ہاتھ پاؤں اور تلوؤں کی مالش کر رہا ہے لیکن ان تدابیر سے بجائے افاقہ ہونے کے بے ہوشی اور بڑھتی جا رہی تھی۔ اس کے بھائی کو جب خبر ہوئی تو دوڑ کر آیا اور فوراً خوشبو سونگھ کر سمجھ گیا کہ یہ اسی خوشبو سے بے ہوش ہوا ہے اس نے اعلان کیا کہ خبردار اب اس پر نہ تو گلاب پاشی کی جاوے اور نہ کوئی اور خوشبو قریب لائی جاوے۔ یہ فوراً وہاں سے غائب ہوا اور کتے کا پائخانہ آستین میں چھپا کر ہجوم کو چیرتا ہوا بھائی کے پاس پہنچا اور اس کی ناک میں داخل کر دیا اور اس کی بدبو سے فوراً اسے ہوش آ گیا۔ خلق حیران رہ گئی کہ اس کے بھائی نے کونسا قیمتی نخلخہ سونگھا دیا جو یہاں عطاروں کے پاس بھی نہ مل سکا تھا۔

مولانا فرماتے ہیں:

اند کے سرگین سگ در آستیں   خلق رابشگافت وآمد باچنیں

اس کا بھائی دوڑ کر کتے کا پائخانہ آستین میں چھپا کر لایا او ہجوم کو چیرتا ہوا اپنے بھائی کے پاس پہنچا۔

سربگوشش برد ہمچو راز گو   پس نہادہ چرک بر بینی اد

اپنے بھائی کے پاس اپنا سر لے گیا جیسے کوئی راز کی بات اس سے کہنی ہے۔ اور پھر اس کی ناک پر کتے کا پائخانہ رکھ دیا۔ اس علاج سے فوراً اس کو ہوش آ گیا۔

ملٹن اور انکی حسین بیوی

انگریزی کے مشہور شاعر ملٹن بیچارے نابینا تھے۔ لیکن ان کی شادی ایک بہت ہی خوبصورت عورت کے ساتھ ہوئی تھی جو انتہائی شعلہ مزاج اور لڑاکو تھی۔

ملٹن کے ایک دوست نے ایک دن کہا: ''ملٹن! تم نہیں جانتے تمہاری بیوی کس قدر خوبصورت ہے۔ بالکل گلاب کی طرح..... ملٹن نے جواب دیا: ''سچ کہتے ہو میرے دوست! میں گلاب کی خوبصورتی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن کانٹوں کی چبھن رات دن محسوس کرتا ہوں۔'' بحوالہ ''ادیبوں کے لطیفے'' مرتبہ کے ایل، نارنگ ساقی، (ص ۲۰۲)

حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''اللہ کی قسم! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حجرے کے دروازے پر دیکھا اس وقت حبشی مسجد کے صحن میں بڑے کمال دکھا رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر سے میرے لئے آڑ کر رکھی تھی تا کہ میں آپ کے کان اور کاندھے کے بیچ سے ان کا کھیل دیکھ سکوں آپ اس وقت تک کھڑے رہے جب تک میں خود لوٹ کر نہ آئی اس لئے تم بھی کھیل کی خوگر نو عمر لڑکیوں کا خیال رکھا

ایک پرندہ کی حکایت

ایک پرندہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں ایک مادہ سے کہا کہ اگر تو میرے ساتھ مل جائے تو میں تجھ کو ملک سلیمان دے دوں گا۔ یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام نے سن لی کیونکہ وہ پرندوں کی زبان کے عالم تھے۔ فوراً اس پرندہ کو بلایا اور فرمایا نالائق یہ کیا گستاخی تھی۔ آپ میرا ملک دینے والے کون ہوتے ہیں؟ اس نے کہا اے اللہ کے نبی! میں عاشق ہوں اور لسان عشق معذور ہوتی ہے۔ اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کا قصور معاف کیا۔

جدت پسندوں کو تنبیہ

بعض لوگ سوچتے ہیں بائبل بڑی چھوٹی سی ہے۔ Pocket (پاکٹ) میں آجاتی ہے قرآن مجید کیوں اتنا چھوٹا نہ ہو کہ ہماری پاکٹ میں آجائے۔ یہ ایک ہزار جگہ پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ کیا ضرورت ہے سب جگہ سے نکال دو۔ ایک جگہ باقی رہنے دو۔ قرآن مجید مختصر ہو جائے گا۔ صبر کی آیتیں قرآن کریم میں 75 ہیں۔ کیا ضرورت ہے۔ 74 نکال دو۔ ایک باقی رہنے دو اور جب آپ قرآن کریم کے یہ مکرر جز نکال دیں گے۔ تو قرآن چھوٹا ہو جائے گا ایسے بائبل کی طرح پاکٹ میں رکھنے کے قابل ہو جائے گا۔

حضرت مولانا تھانویؒ نے بڑی اچھی بات کہی ہے۔ فرمایا آپ کے سوچنے کا انداز تو بہت اچھا ہے۔ لیکن کبھی آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ کہا کہ اللہ میاں آپ نے دیکھنے کیلئے دو آنکھیں عطا فرمائی ہیں۔ اس فضول خرچی سے کیا فائدہ ایک واپس لے لو۔ ایک ہی سے دیکھا کریں گے اور جن لوگوں کے پاس ایک آنکھ ہے تو آپ کو معلوم ہے وہ دنیا میں کیا غضب ڈھاتے ہیں دنیا میں ایک آنکھ والے مشہور ہیں۔ جن کو ایک آنکھ سے نظر آئے ایک آنکھ سے نظر نہ آئے۔ وہ ضرور کوئی نہ کوئی فتنہ پیدا کرے گا۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی حاضر جوابی

خطابت کے میدان میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے تہلکہ مچا دیا۔ ان کی تقریر سن کر ہندو بھی مسلمان ہو جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ذہانت ایسی دی تھی کہ حاضر جواب بہت تھے۔

☆......ایک دفعہ ایک صاحب کہنے لگے، حضرت! آپ تو انگریز کو Show (تماشہ) دکھاتے ہیں۔ فرمایا بھئی! میں انگریز کو Show نہیں دکھاتا، میں تو انگریز کو Shoe (جوتا) دکھاتا ہوں۔

❁......❁......❁

☆......ایک دفعہ ایک صاحب حضرت بخاریؒ سے ملے اور کہنے لگے، حضرت! زندگی کیسی گذری؟ فرمایا، بھئی! اپنی آدھی ریل میں گذری اور آدھی جیل میں گذری۔

❁......❁......❁

☆......ایک دفعہ سید ابوالاعلیٰ مودودی کے ساتھ شاہ جیؒ کی ملاقات ہوئی تو ابوالاعلیٰ مودودی فرمانے لگے، شاہ صاحب! آپ کی جماعت کو تقریر کا بڑا ہیضہ ہے۔ شاہ جیؒ نے جواب دیا، جیسے آپ کی جماعت کو تحریر کا ہیضہ ہے۔

❁......❁......❁

☆......ایک جلسہ گاہ میں ہندوؤں اور مسلمانوں کا مجمع تھا۔ شاہ جیؒ نے چاہا کہ میں مسلمانوں اور ہندوؤں سے کچھ پوچھوں۔ چنانچہ حساب کا چھوٹا سا سوال پوچھا۔ ہندوؤں نے تو جواب دے دیا مگر مسلمان نہ دے سکے۔ اب مسلمانوں کی ہونی تو سبکی تھی مگر شاہ جی فرمانے لگے، واہ مسلمانو! تم یہاں بھی بے حساب ہو جبکہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آگے بھی بے حساب والا معاملہ فرمائے گا۔ ماشاءاللہ۔

❁......❁......❁

☆......ایک شخص کہنے لگا، شاہ جی! کیا مردے سنتے ہیں یا نہیں؟ شاہ جیؒ نے فرمایا بھئی! ہماری تو زندہ بھی نہیں سنتے ہم مردوں کی کیا بات کریں۔

❁......❁......❁

☆......ایک دفعہ علیگڑھ پہنچے۔ بعض طلباء نے پروگرام بنایا ہوا تھا کہ تقریر نہیں کرنے دینی۔ شاہ جیؒ اسٹیج پر آئے تو طلباء اٹھ کھڑے ہوئے اور شور مچانا شروع کر دیا کہ بیان نہیں کرنے دینا۔ شاہ جیؒ نے کہا، بھئی! ایک بات سنو، میں اتنا سفر کر کے آیا ہوں، اگر اجازت ہو تو میں ایک رکوع پڑھ لوں۔ اب طلباء میں اختلاف ہو گیا۔ کچھ کہنے لگے، جی تلاوت میں کیا حرج ہے اور کچھ کہنے لگے یہ بھی نہیں سننی۔ حتی کہ تلاوت کی تائید کرنے والے غالب آ گئے۔ انہوں نے کہا، جی آپ رکوع سنا دیں۔ شاہ جیؒ نے رکوع پڑھا۔ پھر فرمایا عزیز طالبعلمو! اگر اجازت ہو تو اس کا ترجمہ بھی پیش کر دوں۔ طلباء پر تلاوت کا ایسا اثر تھا کہ سب خاموش رہے چنانچہ شاہ جیؒ نے تقریباً دو گھنٹے تقریر فرمائی۔

سبق آموز حکایت

یاد رکھئے کہ جب آپ معاشرہ کے ڈر سے کسی اسلامی حکم کو قربان کرتے ہیں تو بدکار اور غلط کار لوگوں کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ ضرور ہم حق پر ہیں تب ہی تو انہوں نے ہماری خاطر اسلامی حکم کو پس پشت ڈال دیا اگر یہ حق پر ہوتے تو ضرور اپنے مؤقف پر ڈٹے رہتے اور ہماری پرواہ نہ کرتے۔

اسی سلسلے میں سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ ہم معاشرے کو خوش کرنے کے لئے اپنے رب کا حکم چھوڑ دیتے ہیں تاکہ یہ لوگ ہم سے خوش ہو جائیں اور ہمیں کوئی ملاقسم کے لوگ نہ سمجھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی فطرت کچھ ایسی بنائی ہے کہ وہ کسی نہ کسی بات پر ضرور اعتراض کر ڈالیں گے۔ اگر آپ نے داڑھی (نعوذ باللہ) منڈھوا دی ہے تو پھر آپ کے مسجد جانے پر باتیں بنیں گی اور اگر وہ بھی چھوڑ دیا تو پردہ پر آوازیں کسی جائیں گی اور اگر اس کو بھی اپنے گھر سے رخصت کر دیا تو فحاشی و بے حیائی کے کاموں میں شرکت نہ کرنے پر دقیانوسیت کے طعنے ملیں گے۔ غرض یہ کہ جب تک اسلام سے مکمل طور پر دست بردار نہیں ہو جاتے آپ غلط لوگوں کو خوش نہیں کر سکتے۔

اس بارے میں ایک واقعہ بہت مشہور ہے جو حقیقت میں ہے تو ایک لطیفہ لیکن ہے سبق آموز۔ کہتے ہیں کہ ایک باپ بیٹا کسی بستی سے گزر رہے تھے، ساتھ میں ان کا ایک گدھا بھی تھا۔ دونوں پیدل جا رہے تھے، لوگوں نے دیکھ کر کہنا شروع کر دیا کہ ارے یہ دیکھو! دونوں بے وقوفوں کو کہ گدھے کو خالی چھوڑ رکھا ہے اور خود پیدل چلنے کی مشقت مفت میں اٹھا رہے ہیں۔ باپ بیٹے نے ''معاشرے والوں'' کی یہ بات جب سنی تو فوراً گدھے پر سوار ہو گئے۔ اب اگلی بستی پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ارے یہ دیکھو! بے چارہ کمزور سا جانور ہے اور دونوں ہٹے کٹے جوان اس پر سوار ہو گئے۔ بہر حال بیٹا تو بیٹھا ہی رہا، باپ اتر کر پیدل چلنے لگا۔ جب اگلی بستی میں پہنچے تو لوگوں نے کہا کہ ارے یہ دیکھو! کیسا بے شرم بیٹا ہے، خود مزے سے سوار ہے اور باپ پیدل چل رہا ہے۔ انہوں نے ایسا کیا کہ باپ تو سوار ہو گیا اور بیٹا پیدل چلنے لگا۔ اب اگلی بستی میں پہنچے تو لوگوں نے کہا یہ دیکھو! باپ تو سوار ہو گیا ہے اور بیٹا بے چارہ پیدل چل رہا ہے۔ ذرا بھی اولاد پر رحم نہیں آتا، اب باپ بیٹے ہر طریقہ آزما چکے تھے، انہوں نے غصے میں آ کر گدھے کو اپنے سر پر اٹھا کر چلنا شروع کر دیا، راستے میں جو بھی ملتا تو عبرت کے لئے اس کو بھی اپنی صورتحال سنا دیتے۔

سوچنا چاہئے کہ ہم بھی تو کہیں اسی طرح درجہ بدرجہ اور آہستہ آہستہ ''بددینی کے گدھے'' کو اپنے سروں پر سوار نہیں کر رہے۔

میں غلام نہیں

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تجارت کی غرض سے ملک شام گئے۔ ان کے ساتھ حضرت نعمان اور حضرت سویبط رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔ اس سفر میں حضرت سویبط رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھانے کا انتظام کرنے کے ذمے دار بھی تھے۔

ایک مقام پر قیام کیا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کام سے چلے گئے، ادھر حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھوک محسوس ہوئی، انہوں نے حضرت سویبط رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا:

''مجھے بھوک لگی ہے، کھانا دیں''

جواب میں سویبط رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔

''ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آجائیں تو پھر اکٹھے کھائیں گے۔''

حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قدرے غصہ آگیا، ساتھ ہی انہیں ایک خیال آیا۔ قریب ہی کچھ لوگ اپنے جانوروں کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔ یہ ان کے پاس پہنچے اور ان سے بولے:

- ''میرا ایک طاقت ور اور چست و چالاک غلام ہے، کیا تم لوگ اسے خریدنا پسند کرو گے۔''

وہ بولے:

''ضرور خریدیں گے''

اس پر حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے:

''لیکن ایک بات کا خیال رہے، وہ ذرا باتونی ہے، شاید وہ تم سے کہے، میں غلام نہیں، آزاد ہوں، تم بس اس کی بات پر اعتبار نہ کرنا، اگر اس کی بات پر اعتبار کرنا ہے تو اس سے بہتر ہے، سودا نہ کرو۔''

یہ سن کر وہ بولے۔

''ہم اس کی بات پر دھیان نہیں دیں گے، آپ فکر نہ کریں اور اسے بالکل نہیں چھوڑیں گے۔''

چنانچہ دس اونٹنیوں کے بدلے سودا طے ہوگیا۔ حضرت نعمان انہیں ساتھ لئے حضرت سویبط کے پاس آئے، وہ لوگ اونٹنیاں بھی دھکیل کر ساتھ لائے تھے۔ نزدیک آتے ہی حضرت نعمان نے کہا:

''یہ ہے وہ غلام جسے میں نے تمہارے ہاتھ فروخت کیا ہے''

''کیا مطلب کیا کہا غلام......!؟'' حضرت سویبط رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکے۔

ادھر وہ لوگ ان کی طرف بڑھے اور انہیں پکڑ لیا، ان کے گلے میں رسی ڈال دی۔ یہ چلائے۔

''یہ کیا کر رہے ہیں آپ، میں غلام نہیں، آزاد ہو، یہ غلط کہہ رہے ہیں، میرے ساتھ مذاق کر رہے ہیں۔''
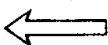
یہ سن کروہ لوگ بولے:

''ہمیں پہلے ہی پتا ہے تم یہ کہو گے، ہم نے تمہیں دس اونٹنیوں کے بدلے خریدا ہے۔ اب نہیں چھوڑیں گے۔''

''اوہو! میں غلام نہیں، آزاد ہوں میری بات پر اعتبار کرو۔''

''ہرگز نہیں کریں گے'' وہ سب بولے۔

اوران کے گلے میں ڈالی ہوئی رسی کو لگے کھینچنے۔ حضرت سویبط نے گھبرا کر حضرت نعمان سے کہا۔

''بھائی نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ! بہت مذاق ہو چکا......اب انہیں بتائیں......میں آزاد ہوں، آئندہ میں آپ کو کھانا دینے میں سے انکار نہیں کروں گا۔''

اسی وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے، وہ یہ منظر دیکھ کر حیران ہوئے اور فرمایا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے؟''

حضرت سویبط رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جلدی جلدی ساری بات انہیں بتائی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہنس پڑے۔ پھر ان لوگوں کو اصل بات بتائی۔ تب کہیں جا کر انہوں نے حضرت سویبط رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑا اور اپنی اونٹنیاں واپس لے گئے۔

مدینہ واپس پہنچنے پر ان حضرات نے یہ واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بہت ہنسے۔ پھر جب بھی یہ واقعہ یاد آ جاتا، ہنس پڑتے سال بھر ہنستے رہے۔

حضرت شاہ جیؒ کی ذہانت

خطیب ایشیا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ نے ایک بار جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے یہ بات اپنے مخصوص خطیبانہ انداز میں بیان فرمائی کہ جنت میں اہل جنت جو مانگیں گے وہ ملے گا جو چاہیں گے حاضر کر دیا جائے گا تو ایک سیدھے سادے دیہاتی نے سوال کیا۔ حضرت آپ فرماتے ہیں۔ جنت میں ہر چاہت پوری کی جائے گی۔ تو میں حقے کا عادی ہوں میرا اس کے بغیر گذارہ نہیں ہو سکتا تو اگر میرے دل میں حقے کا کش لگانے کی خواہش پیدا ہوئی تو کیا مجھے حقہ دیا جائے گا؟ شاہ صاحب نے جواب دیا کیوں نہیں بابا جی آپ کو حقہ ضرور دیا جائیگا مگر اس کے لئے آگ آپ کو جہنم سے جا کر لانی پڑے گی۔

شاہ صاحب کے اس ظریفانہ جواب پر پورا مجمع کشت زعفران بن گیا۔

حضرت بخاریؒ کی بھی کیا بات تھی! ایسا جواب دیتے تھے کہ بڑوں بڑوں کا ناطقہ بند کر دیتے تھے۔

ایک لطیفہ

محدث میر مبارکؒ کے متعلق ایک لطیفہ بھی سننے کے قابل ہے۔

مولانا آزاد بلگرامیؒ فرماتے ہیں کہ ان کے زمانے میں ایک غریب تھا جو مسجد میں کبھی نماز کے لئے نہیں آتا تھا۔ ایک روز میر صاحب نے اس سے کہا کہ میاں تم مسجد میں نہیں دکھائی دیتے۔

کہنے لگا کہ مسجد میں آنے جانے میں دیر لگنے سے میرا نقصان ہوتا ہے۔ اس لئے میں نہیں آتا۔

میر صاحب نے فرمایا کہ کتنا نقصان یومیہ ہوتا ہے؟

کہنے لگا کہ ایک پیسہ۔

میر صاحب نے کہا کہ مجھ سے لے لیا کرو۔

چنانچہ ایک پیسہ روز لیتا رہا اور مسجد میں آتا رہا۔

ایک دن میر صاحب نے دیکھا کہ وہ آیا اور وضو کئے بغیر جماعت میں شریک ہو گیا۔

میر صاحب نے کہا کہ بھائی تم تو بلا وضو نماز پڑھتے ہو۔ یہ کیوں کر درست ہو گی۔

اس نے کہا کہ ایک پیسہ میں دو کام نہیں ہو سکتے۔

میر صاحب ہنس پڑے اور فرمایا کہ اچھا دو پیسے لے لیا کرو۔

اب دو پیسے ملنے لگے۔ کچھ دن مداومت کے بعد وہ پکا نمازی بن گیا اور پیسہ کی خواہش ختم ہو گئی۔

مشاعروں میں

احمق پھپھوندوی ایک مشاعرے میں بلائے گئے جس میں بہت سے شاعران کی پسند کے نہ تھے۔

انہوں نے اپنے تخلص کا سہارا لے کر یہ مقطع پڑھا:

ادب نوازئ اہلِ ادب کا کیا کہنا
مشاعروں میں اب احمق بلائے جاتے ہیں

شرم

ایک نئے ادیب نے اپنی تازہ تصنیف میں مشہور فلسفی سر برٹرینڈ رسل کے بیشمار حوالے درج کر لئے۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ سر برٹرینڈ رسل ہی سے اس کتاب کا تعارف لکھنے کے لئے درخواست کی۔

رسل نے جواب دیا۔ ''جناب مجھے اپنی تعریف خود کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔''

زور

حفیظ جالندھری مرحوم آخری مرتبہ ہندوستان کا دورہ کر کے واپس پاکستان گئے۔ ایک مشاعرے کے بعد چائے کا دور شروع ہوا تو انہوں نے اپنے قیام ہند کے دوران شاعروں میں اپنی مقبولیت اور فتوحات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ''دہلی کے اس علاقے میں جو اہل زبان کا گڑھ ہے، میں نے اپنی وہ شہرۂ آفاق غزل پڑھی اور مشاعرہ لوٹ لیا جس کا مقطع ہے۔

حفیظ! اہل زباں کب مانتے ہیں
بڑے زوروں سے منوایا گیا ہوں

دوسرا مصرعہ پڑھتے ہوئے انہوں نے زور پیدا کرنے کے لئے دانت کچکچائے، دایاں بازو سینے کے سامنے لاتے ہوئے اس کی مٹھی زور سے بھینچی اور اسے آگے پیچھے ہلایا بھی۔ اس پر قریب بیٹھے ہوئے نوجوان شاعر خالد احمد نے کہا ''حفیظ صاحب! کام تو پھر بھی زور ہی آیا۔''

شیخ سعدی اور ان کی بیوی

شیخ سعدی ایک بار سیاحت کے خبط میں فلسطین کے بیابانوں میں پہنچ گئے۔ یہ صلیبی جنگوں کا زمانہ تھا۔ وہاں عیسائیوں نے انہیں پکڑ کر طرابلس الشرق کے علاقہ میں خندق کھودنے کے کام پر لگا دیا۔ شیخ صبر وشکر سے یہ مشقت برداشت کرتے رہے کہ مدت کے بعد حلب کا ایک معزز آدمی ادھر سے گزرا۔ وہ شیخ کو جانتا تھا۔ ان کو اس حالت میں دیکھ کر بہت ملول ہوا اور دس دینار دیکر قید فرنگ سے چھڑالیا اور اپنے ساتھ حلب لے گیا...... یہی نہیں بلکہ اس انسان نے اپنی ناکتخدا بیٹی کا نکاح شیخ سے سو دینار مہر مؤجل پر کر دیا...... مگر بیوی سخت بدمزاج اور زبان دراز نکلی۔ اس نے شیخ کا ناک میں دم کر دیا۔

ایک دن اس نے شیخ کو طعنہ دیا: ''تم وہی تو ہو جسے میرے باپ نے دس دینار میں خریدا تھا......'' شیخ نے برجستہ جواب دیا: ''جی ہاں! میں وہی ہوں۔ آپ کے باپ نے مجھے دس دینار میں خریدا تھا اور سو دینار میں آپ کے ہاتھ بیچ ڈالا۔''

شکر ھدیہ کرنے والے کا واقعہ

ارشاد فرمایا کہ گاؤں کے ایک آدمی نے حضرت تھانویؒ کی خدمت میں کچھ شکر پیش کی حضرت نے قبول فرما کر حاضرین مجلس میں تقسیم کرادی سب نے کھالی اب اس نے عرض کیا کہ حضرت اب مجھے بیعت فرمالیجئے فرمایا کہ ہمارے یہاں قانون ہیں بیعت ہونے کا اس نے کہا کہ میں قانون وانون نہیں جانتا مجھے تو بیعت کرلو میں تو مرید ہوں گا نہیں تو میری شکر لاؤ۔ حضرت نے فرمایا کیا اسی لئے شکر لائے تھے۔ اس نے کہا جی ہاں اسی لئے لایا تھا آپ نے فرمایا کہ پھر پہلے سے کیوں نہیں بتلایا اس پر اس نے کہا کہ آپ نے پوچھا کب تھا؟ آپ نے پوچھا کہ تیری شکر کتنی تھی اس نے کہا کتنی وتی کی بات نہیں میں تو وہی لوں گا۔

بالآخر اسکو بیعت فرمالیا اس نے عرض کیا، مجھے وظیفہ بھی بتاؤ جبکہ بیعت اور وظیفہ جمع کرنے کا قانون نہ تھا حضرت نے وظیفہ بھی بتادیا پھر کہا کہ مجھے تبرک بھی دو اسکو تبرک (تسبیح) بھی دیا پھر عرض کیا خدمت بھی کرونگا آپ نے اسکا بھی موقعہ دیا اسکے بعد وہ رخصت ہوا تب حضرت نے فرمایا کہ بڑی پکی قسمت کا تھا ایک ہی مجلس میں سب ضدیں پوری کر گیا۔

عورتوں سے پردہ نہ کرانے والے پیر کی مزاحیہ حکایت

بمبئی میں سنا ہے کہ ایک پیر صاحب ایسے تھے جو عورتوں کو زبردستی اپنے سامنے بلاتے اور کہتے تھے دیکھو جی تم ہم سے اس لئے مرید ہوئی ہو، تا کہ قیامت میں تم کو بخشوائیں۔ سو جب ہم تم کو دیکھیں گے نہیں تو ہم قیامت میں کیسے پہچانیں گے اور اور کیسے بخشوائیں گے۔ ایک شخص نے اس کے جواب میں خوب کہا کہ قیامت میں تو ننگے اٹھیں گے اور تم نے یہاں اپنی مریدنیوں کو کپڑے پہنے دیکھا ہے تو وہاں ننگیوں کو کیسے پہچانو گے، لہٰذا ان کو بالکل ننگا کر کے دیکھنا چاہئے، بس پیر صاحب کو اس کا جواب کچھ نہ آیا اور اپنا سامنہ لیکر رہ گئے۔

فائدہ: آج کل پیروں کے یہاں یہ آفت ہے کہ خود عورتوں کو پردہ نہ کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ صاحبو! یہ پیری مرید ہے یا راہزنی اور ڈاکہ ہے۔ پیر تو خدا کا مقرب بنانے کے لئے ہوتا ہے، مگر ان کی حرکتیں خدا سے دور کرنے والی ہیں، یہ پیر خود خدا سے دور ہیں، دوسرے کو کیا مقرب بنائیں گے۔ آج کل کے پیروں کو خدا کے حقوق کی پرواہ ہے نہ بال بچوں کی نہ اعزا کی، بس اسی کا نام فقیری رکھ لیا ہے کہ تمام اہل حقوق ضائع کر کے پیر صاحب کے حقوق ادا کیے جائیں۔

یہ سب باتیں اللہ کے رسول کی تعلیمات کے خلاف ہیں۔ یاد رکھو جو شریعت کے خلاف کرے گا وہ پیر نہیں ہوسکتا۔ پیر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے کہ جو تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اس کو بصیرت اور تجربہ کے ساتھ مریدوں تک پہنچاتا ہے تو جو شخص نبی کے خلاف عمل و تعلیم کرتا ہے تو اسکو نبی کا نائب کہنا کہاں درست و جائز ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ [illegible] تو رسول اللہ ﷺ کے [illegible] ہیں رسول اللہ ﷺ کے خلاف عمل۔

([illegible] ص ۲۲، ۲۳)

خوش مزاجی

حضرت نعمان انصاری رضی اللہ عنہ ایک خوش مزاج صحابی تھے۔ مدینہ منورہ میں جب کوئی چیز بکنے کے لئے آتی تو اس میں سے خرید کر آپ ﷺ کے لئے لاتے اور عرض کرتے:

"اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ میں نے آپ کے لئے خریدی ہے اور ہدیہ ہے"۔

آپ ان سے وہ چیز لے لیتے، جب چیز کا مالک دام مانگنے آتا تو حضرت نعمان اسے بھی آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے اور عرض کرتے فلاں چیز کے دام اسے عنایت کر دیں۔ آپ ﷺ فرماتے: تو نے تو ہدیہ دی تھی۔ وہ عرض کرتے: میرے پاس دام نہیں تھے، لیکن یہ چاہتا تھا کہ آپ اس کو کھائیں۔ اس لئے خرید کر لے آیا تھا۔

آپ ﷺ ہنس کر قیمت ادا کر دیتے۔

اندازِ تعارف

اکبرالہ آبادی کے بیٹے عشرت حسین سیتاپور میں کلکٹر تھے، اکبران سے اوران کے بچوں سے ملنے سیتاپور گئے، وہاں کچھ عرصہ ٹھہر کرالہ آباد جارہے تھے۔اسٹیشن پرانہیں ریل کا انتظار تھا۔ پلیٹ فارم پران کے لئے آرام دہ کرسی بچھادی گئی تھی۔کئی آدمی انہیں رخصت کرنے آئے ہوئے تھے۔

عشرت حسین صاحب ذرادور تھے۔سیتاپور کے تحصیل داربھی کسی ضرورت سے اسٹیشن آئے تھے۔انہوں نے اکبراور مجمع کو دیکھاتو پوچھایہ کون ہیں، جواب ملالسان العصر خان بہادر سیداکبر حسین صاحب جج اور مشہور ومعروف شاعرتشریف رکھتے ہیں۔
تحصیل دارنے سوچاکہ ہوں گے،اورکوئی اثر نہ لیا، کچھ دیر بعدانہیں معلوم ہواکہ یہ ڈپٹی صاحب کے والد ہیں۔تحصیل دار لپک کے اکبر کے پاس آئے،کوئی خدمت ہوتو فرمائیے، چپراسی سے انہوں نے کہا، جج صاحب کوپنکھا جھلو۔ٹھنڈا پانی بھی پینے کے لئے منگوایا۔غرض بڑی خاطر تواضع کرنے لگے۔اکبرنے ان کی شروع کی بے رخی تاڑی تھی، کہنے لگے ایک بار اللہ میاں یورپ میں جارہے تھے،خلقت کی نظر پڑی تو سوال ہوایہ کون بوڑھا ہے جواب ملاکہ اللہ میاں سے واقف نہیں ہو، یہ وہی ہیں جنہوں نے چاند سورج، ستارے اور ساراعالم پیدا کیا،مگر سوال کرنے والوں پر مطلق اثر نہ ہوا۔اس دوران ایک صاحب بول اٹھے کہ یہ حضرت عیسیٰ کے والد ہیں، یہ سنناتھا کہ خلقت ٹوٹ پڑی۔

اعجاز مسیحائی

علامہ اقبال آموں کے بے حد شوقین تھے۔اکبرالہ آبادی آپ کی پسند کے پیش نظر آپ کوالہ آباد کالنگڑا آم بھیجا کرتے تھے۔ایک دفعہ اقبال نے آموں کاٹوکراوصول کیاتو یہ شعر بطور رسید لکھ کرارسال کیا۔

اثر یہ تیرے اعجاز مسیحائی کا ہے اکبر
الہ آباد سے "لنگڑا" چلا لاہور تک پہنچا

تقویٰ اور فتویٰ

امام ابوحنیفہ بازار سے گزر رہے تھے کہ کہیں سے آپ کے لباس پر ناخن بھرمٹی آپڑی۔آپ اسی وقت دجلہ کے کنارے گئے اورلباس دھوڈالا......لوگوں نے کہا: "امام صاحب! آپ نے نجاست کی ایک متعین مقدار جائز قرار دی ہے۔پھر آپ اتنی سی مٹی کیوں دھور ہے ہیں؟"......انہوں نے کہا: "وہ فتویٰ ہے اور یہ تقویٰ ہے"۔بحوالہ ماہنامہ "ہما" نئی دہلی، دسمبر ۹۶ء، ص ۱۴

بوجھ بجھکڑ کا قصہ

ایک گاؤں میں ایک شخص کھجور کے درخت پر چڑھ گیا۔ کسی طرح چڑھ تو گیا لیکن اس سے درخت سے اترا نہیں جا رہا تھا، اب اس نے اوپر سے گاؤں والوں کو آواز دی کہ مجھے اتارو۔ اب لوگ جمع ہو گئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ کس طرح اس کو درخت سے اتاریں۔ کسی کی سمجھ میں کوئی طریقہ نہیں آ رہا تھا۔ اس زمانے میں گاؤں کے اندر ایک بوجھ بجھکڑ ہوتا تھا جو سب سے زیادہ عقل مند سمجھا جاتا تھا۔ گاؤں والے اس کے پاس پہنچے اور اس سے جا کر سارا قصہ سنایا کہ اس طرح ایک آدمی درخت پر چڑھ گیا ہے۔ اس کو کس طرح اتاریں؟ اس بوجھ بجھکڑ نے کہا کہ یہ تو کوئی مشکل نہیں، ایسا کرو کہ ایک رسہ لاؤ۔ اور جب رسہ لایا گیا تو اس نے کہا کہ اب رسہ اس شخص کی طرف پھینکو۔ اور اس شخص سے کہا کہ تم اس رسے کو اپنی کمر سے مضبوطی سے باندھ لو۔ اس نے جب رسہ باندھ لیا تو اب لوگوں سے کہا تم اس رسے کو زور سے کھینچو، جب لوگوں نے رسہ کھینچا تو وہ شخص درخت سے نیچے گرا اور مر گیا۔ لوگوں نے اسے خوب کوسا کہ اس نے کیسی غلط ترکیب بتائی ہے اس نے جواب دیا کہ معلوم نہیں کیوں مر گیا شاید اس کی قضا آ گئی تھی اسلئے مر گیا، ورنہ میں نے اس طریقے سے بے شمار لوگوں کو کنویں سے نکالا ہے اور وہ صحیح سالم نکل آئے۔

امام ابو حنیفہؒ کی ذہانت

ایک مجلس میں سونے کے عطر دان میں خوشبو پیش کی گئی۔ دوسروں نے اس سے احتراز کیا لیکن امام ابو حنیفہ نے انگلی سے خوشبو نکال کر پہلے اپنی ہتھیلی پر رکھی اور پھر ہتھیلی سے کپڑوں پر لگالی اور فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انس بن مالک کے سامنے چاندی کے برتن میں کھجور اور گھی کا بنایا ہوا، حلوہ پیش کیا گیا۔ انہوں نے اسے روٹی پر انڈیل لیا اور کھا لیا۔ لوگوں نے امام صاحب کی ذہانت کی تعریف کی۔

واضح رہے کہ چاندی کے برتن براہ راست استعمال کرنا منع ہے۔

بے وقوف قاضی

علی بن ہشام سے مروی ہے کہ حجاج کی طرف سے بصرہ میں ایک قاضی مقرر تھا جسکو "ابوحمیر" (گدھے کا باپ) کہا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ یہ جمعہ پڑھنے کی غرض سے روانہ ہوا راستے میں اسے ایک عراقی ملا اس نے پوچھا کہاں چلے۔ ابوحمیر نے کہا کہ جمعہ پڑھنے۔ عراقی نے کہا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ حجاج نے آج جمعہ مؤخر کر دیا ہے۔ تو یہ سن کر ابوحمیر واپس گھر آ گیا دوسرے دن حجاج کے پاس حاضر ہوا تو حجاج نے پوچھا تم کل جمعہ میں ہمارے پاس کیوں نہیں آئے۔ اس نے جواب دیا کہ میں تو آ رہا تھا مگر مجھے راستے میں ایک عراقی نے کہا کہ آپ نے جمعہ مؤخر کر دیا ہے تو میں واپس چلا گیا یہ سن کر حجاج بہت ہنسا اور اس نے کہا کہ ابوحمیر کیا تمہیں نہیں معلوم کہ جمعہ مؤخر نہیں ہو سکتا۔

اپنے منہ میاں مٹھو

ابن اعرابی کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن مسہر بیان کرتے ہیں کہ قاضی ابو یوسفؒ نے مجھے جبل نامی جگہ کا قاضی بنایا تھا۔ مجھے اطلاع ملی کہ ہارون رشید بصرہ واپس آ رہے ہیں تو میں نے اہل جبل سے کہا کہ امیرالمومنین کے سامنے میری تعریف کرنا انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا اور منتشر ہو گئے لیکن ان کے حالات دیکھ کر میں مایوس ہو گیا تو میں نے اپنی داڑھی کو کنگھی کی اور شہر سے باہر نکلا تو ''حراقہ'' کے قریب میری ہارون اور قاضی ابو یوسفؒ سے ملاقات ہوئی میں نے کہا۔ امیرالمومنین جبل کا قاضی بہت اچھا ہے اس نے ہمارے درمیان انصاف سے کام لیا ہے اور بہت اچھا کام کیا اور میں اپنی تعریفیں کرنے لگا اتنے میں قاضی ابو یوسف نے مجھے پہچان لیا تو اپنا سر ہلایا اور ہنسے تو ہارون نے کہا کہ کیوں ہنس رہے ہو تو قاضی ابو یوسفؒ نے کہا کہ یہ قاضی خود اپنی تعریفیں کر رہا ہے تو ہارون بھی خوب ہنسا اور اپنے پاؤں پر ہاتھ مارنے لگا اور کہا کہ یہ بڑا نیچ اور بیہودہ بوڑھا ہے اسے معزول کر دو تو انھوں نے مجھے معزول کر دیا۔

گنوار کی لیاقت

ایک گنوار جولا ہے کا قصہ ہے کہ اس کا لڑکا انگریزی پڑھتا تھا کسی نے پوچھا کہ تمہارا لڑکا انگریزی پڑھتا ہے اب کتنی لیاقت ہوگئی؟ کہنے لگا کہ کھڑے کھڑے موتنے لگا ہے اب ذرا سی کسر باقی رہ گئی ہے!

فائدہ: بس کھڑے ہو کر موتنے لگنا اس کے نزدیک بڑی لیاقت تھی کہ اس کے بعد کامل لیاقت میں ذرا ہی سی کسر رہ جاتی ہے شاید وہ کسر یہ ہو کہ کھڑے کھڑے ہگنے بھی لگے۔ حقیقت یہ ہے کہ اوچھا آدمی ذرا سی بات میں اترانے لگتا ہے کہ جو بات کسی درجہ میں قابل فخر نہیں ہوتی وہ اسی پر ناز کرنے لگتا ہے اور یہ ساری خرابی جہل کی ہے ان لوگوں کو اصلی کمالات کی خبر نہیں۔

تاج محل

ممتاز محل نے شاہ جہاں سے کہا کہ میرا ایسا مقبرہ بنانا کہ دنیا میں کسی کا نہ ہو۔ دہلی کی گلشن آراء بیگم باغ بنوا گئیں۔ زبیدہ خاتون نے بھی مال خرچ کروایا اور مکہ میں پانی کے لئے نہر بنوا گئی۔ جس کی وجہ سے اس کی آخرت بن گئی۔ فقیر نے سوچا تاج محل میں کونسی ایسی بات ہوگی جو آج کے ترقی یافتہ دور میں اس جیسی عمارت بنانا ممکن نہیں۔ لیکن جب اسے دیکھا تو حیرت زدہ رہ گیا۔ سنگ مرمر کی بے جوڑ، بے داغ بڑی بڑی چادریں لگائی گئی ہیں۔ ایسے انداز سے لگائی گئی ہیں کہ اگر پتھر کے ایک کونے پر لائٹ ماری جائے تو سارا پتھر روشن ہو جائے۔ پتھر میں پھول بوٹے بنانے کا کام عجیب ہے۔

مرغا

ایک دن اکبر بادشاہ باغ میں حوض کے کنارے اپنے آٹھ رتنوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ بات ہو رہی تھی کہ ملا دو پیازہ ہر ایک پر وار کر جاتا ہے۔ مگر خود ہار نہیں کھاتا۔ بیربل نے کہا، مہاراج آج ملا دو پیازہ ضرور ہار جائے گا۔

اکبر نے پوچھا وہ کیسے؟

بیربل نے کہا کہ ہم اس حوض میں آٹھ انڈے رکھ دیتے ہیں۔ جب ملا دو پیازہ آئے تو آپ باری باری سب سے کہیں کہ جاؤ حوض سے انڈا نکال لاؤ۔ جب سب انڈے نکال لئے جائیں۔ تو ملا دو پیازہ سے انڈا لانے کو کہا جائے۔ اس طرح وہ ہار جائے گا۔

اکبر کو یہ تجویز پسند آئی۔ چنانچہ آٹھ انڈے حوض میں رکھ دیے گئے۔

اتنے میں ملا دو پیازہ بھی آ گئے۔ تھوڑی دیر بعد اکبر نے ایک رتن سے کہا کہ حوض سے انڈا نکالو۔ وہ انڈا نکال لایا۔ اس طرح بادشاہ نے سب سے کہا اور وہ حوض سے باری باری انڈا لے آئے۔

اب ملا دو پیازہ کی باری تھی۔ اکبر نے کہا: ملا جی! اب آپ بھی حوض سے انڈا لائیں۔ ملا جی حوض میں کود پڑے۔ بہت ڈھونڈا مگر کوئی انڈا نہ ملا۔ ملا صاحب نے پانی سے سر نکالا۔ اور بلند آواز میں کہا۔

”ککڑوں کوں“

اکبر نے پوچھا ملا جی یہ کیا؟ انڈا لائے ہو؟“

ملا نے کہا ”حضور! اتنی مرغیوں میں ایک مرغا بھی تو ہونا چاہیے۔“

تم چاہتے کیا ہو!

سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدے پر فائز ایک شخص کو انگریزی سے بے حد محبت تھی، لیکن وہ انگریزی سے ناواقف تھا۔ اس نے اپنی اس کمزوری کو کبھی کسی پر ظاہر ہونے نہیں دیا تھا۔ جب کوئی درخواست گزار انگریزی میں درخواست لکھ کر اس کی خدمت میں پیش کرتا۔ وہ درخواست پکڑ کر، آنکھوں پر عینک لگاتا۔ تھوڑی دیر تک توجہ سے درخواست کو گھورتا رہتا...... پھر اسے میز پر رکھ کر عینک اتارتا اور کہنیاں میز پر ٹکا کر درخواست دینے والے سے کہتا:

”تمہاری درخواست تو میں نے پڑھ لی ہے...... اب مختصر طور پر مجھے بتاؤ کہ تم چاہتے کیا ہو۔“

ایک چٹکلہ

بعض حالات میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا درجہ بڑھا دیا ہے، کسی اسکول کے اندر انسپکٹر اف اسکول (Inspector Of School) گیا اور وہاں جا کر اس نے ایک بچہ سے یہ سوال کیا کہ میاں! یہ بتاؤ کہ جو زبان تم بولتے ہو یہ ماں اور باپ دونوں کی زبان ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اسے مادری زبان کہتے ہیں؟ پدری زبان کیوں نہیں کہتے؟ بچے نے بڑا اچھا جواب دیا، اس نے کہا بات اصل میں یہ ہے کہ ہماری امی جان اتنا بولتی ہیں کہ ابا کو بولنے ہی نہیں دیتیں اس لئے یہ مادری زبان کہلاتی ہے۔ بات اس نے بڑے پتے کی کہی۔

ایک واعظ کی چالاکی

ایک چندہ جمع کرنے والے واعظ کے وعظ میں ایک عورت نے اپنی ایک پازیب دی تو فرمانے گئے۔ ایک پاؤں تو جنت میں گیا، ایک پاؤں دوزخ ہی میں رہا خیال تو کیجئے، یہ کیسی ترکیبیں کرتے ہیں؟

اس بیچاری نے دوسری بھی دے دی۔ واعظ کو آگے نہیں سوجھی ورنہ یوں کہنے لگتے کہ ہائے افسوس ٹانگیں تو جنت میں گئیں مگر اوپر کا جسم جنت کے باہر ہی رہا۔

فائدہ: خیال تو کیجئے یہ کیسی ترکیبیں کرتے ہیں اور اگر کسی کو ترکیب ہی کرنا ہو تو اس کے لئے قرآن وحدیث کو کیوں آڑ بنایا جائے، یہ تو بہت سخت بات ہے کہ ترکیبوں کے لئے قرآن وحدیث سے کام لیا جائے۔

حافظا مے خورد رندی و خوش باش والے
دام تزویر مکن چوں و گراں قراں را

اگر ناجائز کام کرنا ہی ہے تو ناجائز طریقے سے کرو، دین کو اس کے لئے ذریعہ کیوں بناتے ہو۔ غرض واعظوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ اگر ان کو اپنا کوئی مطلب نکالنا ہوتا ہے تو عورتوں کو عذاب سے ڈراتے دھمکاتے ہیں، اور ترکیبوں، چالاکیوں سے جو کچھ ہو سکتا ہے ان سے وصول کر لیتے ہیں، مجھے تو یہ ترکیبیں پسند نہیں، یہ تو پالیسی ہے۔ شریعت نے ہم کو پالیسی کی تعلیم نہیں دی بلکہ حدود کے اندر رہنے کا حکم دیا ہے، خواہ چندہ آئے یا نہ آئے۔ (کساء النساء: ص ۱۲۔ ۱۳)

داد

ایک مرتبہ مولانا حالی سہارنپور تشریف لے گئے اور وہاں ایک معزز رئیس کے پاس ٹھہرے۔ گرمی کے دن تھے۔ مولانا کمرے میں سوئے ہوئے تھے۔ اس وقت اتفاق سے ایک کسان آ گیا۔ رئیس نے کہا: یہ جو صاحب آرام آ رہے ہیں ان کو پنکھا جھل۔ وہ بے چارہ پنکھا جھلنے لگ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے چپکے سے رئیس سے پوچھا!

یہ جو صاحب پلنگ پر سو رہے ہیں کون ہیں۔ ان کو پہلی مرتبہ یہاں دیکھا ہے؟

رئیس نے کہا! ارے کمبخت تو انہیں نہیں جانتا حالانکہ سارے ہندوستان میں ان کا چرچا ہو رہا ہے۔ یہ مولوی حالی ہیں۔

اس پر غریب کسان نے تعجب سے پوچھا! ہالی بھی مولوی ہوتے ہیں؟

وہ بیچارہ حالی کو ہالی سمجھا۔ (یعنی ہل چلانے والا)

مولانا لیٹے ہوئے تھے۔ یہ فقرہ سنا تو پھڑک اٹھے اور رئیس سے کہا! اس تخلص کی جو داد آج ملی ہے کبھی نہیں ملی۔

اور وہ بھاگا

''السلام علیکم!''۔ خالد نے حلوائی سے کہا۔ ''وعلیکم السلام!'' حلوائی نے جواب دیا۔

''تمہارے پاس برفی ہے، ایک کلو دے دو۔''

برفی ابھی ختم ہوئی ہے، کوئی اور چیز لے لو''۔ ''چلو ایک کلو گلاب جامن دے دو''۔ ''بھئی گلاب جامن تو میں بناتا ہی نہیں ہوں، اس کے علاوہ جو مانگو، وہ مل جائے گا''۔

''اچھا تو دو درجن سموسے دے دو''۔ ''اوہو! میرے پاس دو درجن سموسے تھے مگر وہ ابھی ابھی رمضان پان والا لے گیا ہے''۔ ''تو پھر دو کلو لڈو ہی دے دو''۔

''دیکھو جھوٹ نہیں کہتا، لڈو والا تھال خالی پڑا ہے، صبح ہی فروخت ہو گئے تھے''۔

خالد اکتاتے ہوئے۔ ''دو کلو پیڑے ہی دے دو''۔ حلوائی تول کر دیتا ہے، خالد جانے لگتا ہے۔ ''بھئی پیڑوں کے پیسے تو دیتے جاؤ''۔

''کیسے پیسے پیڑے یہ تو میں نے لڈو کے عوض خریدے ہیں''۔ ''اچھا لڈو کے پیسے ہی دیدو''۔ ''مگر لڈو تو میں نے سموسوں کے عوض خریدے ہیں''۔ ''تو سموسے کے ہی پیسے دے دو''۔ ''بھئی سموسے تو میں نے گلاب جامن کے عوض لئے ہیں''۔

''گلاب جامن کے پیسے دے دو''۔ ''گلاب جامن تو میں نے برفی کے عوض لئے ہیں''۔

حلوائی اکتاتے ہوئے۔ ''اچھا برفی کے ہی دے دو''۔ ''مگر برفی تو میں نے خریدی ہی نہیں''۔ یہ کہا اور پیسے دیئے بغیر بھاگ گیا۔

موروثی پیر کی حکایت

ایک گوجر کے یہاں ایک میراثی پیر آیا۔ گوجر بولا کہ اب کے تو بہت دبلے ہو رہے ہو؟ پیر صاحب بولے تم نماز نہیں پڑھتے تمہارے بدلے میں پڑھتا ہوں، تم روزہ نہیں رکھتے میں یہ رکھتا ہوں، علیٰ ھذا سب اعمال، پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ پل صراط پر جو کہ بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے تمہارے عوض چلنا پڑتا ہے تو کہاں تک دبلا نہ ہوں۔ گوجر بولا: تجھے بہت کام کرنے پڑتے ہیں جا میں نے فلاں کھیت تجھے دے دیا۔ پیر خوش ہوئے کہا کہ قبضہ کرا دے وہ ساتھ چلا۔ دھانوں کی پتلی پتلی ڈولیں ہوتی ہیں ایک جگہ پیر صاحب پھسل کر گر پڑے گوجر نے ایک لات دی کہ تو پل صراط پر کیا چلتا ہوگا۔ تو جھوٹا ہے میں ایسے جھوٹے کو کھیت نہیں دیتا۔ اب وہ کھیت بھی چھین لیا او چوٹ بھی لگی۔

فائدہ: یہی حال آجکل جاہل پیروں کا ہے کہ خود تو خدا سے دور ہیں اور مریدوں کو بھی خدا سے دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اشعب لالچی

اہل عرب میں اشعب نامی ایک صاحب (متوفی ۱۵٤ھ) لالچی ہونے میں بہت مشہور تھے، یہاں تک کہ ان کا لقب ''طامع'' (لالچی) مشہور ہو گیا اور وہ حرص وطمع کے معاملہ میں ضرب المثل بن گئے ہیں۔ جس کسی شخص کے بارے میں یہ کہنا ہو کہ وہ بہت لالچی ہے تو کہتے ہیں کہ ''وہ تو اپنے وقت کا اشعب ہے'' یا ''یہ تو اشعب سے بھی بڑھ گیا۔'' عربی زبان کے یہ جملے بہت سنے تھے۔ آج خطیب کی تاریخ بغداد میں ان کے کچھ واقعات نظر پڑ گئے ضیافت طبع کے لئے حاضر ہیں۔

(۱) اصمعی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ بچے اشعب کے پیچھے لگ گئے اور اسے طرح طرح سے ستانے لگے، اشعب عاجز آ گیا اور اس نے بچوں سے کہا:

''ارے جاؤ، سالم بن عبداللہ کھجوریں بانٹ رہے ہیں۔''

بچے یہ سن کر حضرت سالم کے گھر کی طرف دوڑ پڑے۔ اشعب نے یہ دیکھا تو خود بھی بچوں کے پیچھے دوڑنا شروع کر دیا کہ کیا ''خبر یہ بات سچ ہی ہو اور سالم واقعی کھجوریں بانٹ رہے ہوں۔''

(۲) ضحاک کہتے ہیں کہ اشعب طامع کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جو (فروخت کرنے لئے) تھال بنا رہے تھے اشعب نے ان سے کہا:

''ذرا بڑے بڑے بناؤ۔''

''وہ کیوں؟'' انہوں نے پوچھا۔

''ہوسکتا ہے کوئی شخص کبھی انہی تھالوں میں سے میرے واسطے کوئی تحفہ ہدیہ لے کر آئے۔''

(۳) اشعب خود کہتے ہیں کہ ''جب بھی میں کسی جنازہ میں شریک ہوا اور وہاں دو آدمیوں کو سرگوشی کرتے دیکھا تو ہمیشہ مجھے یہ محسوس ہوا کہ مرنے والا میرے لئے کوئی وصیت کر کے گیا ہے اور اسی کے سلسلے میں بات کر رہے ہیں''۔

(تاریخ بغداد للخطیب: ص۴۲، ۴۳، ج۷)

چندہ وصول کرنے والوں کی مزاحیہ حکایت

ایک جگہ مسجد زیر تعمیر تھی سارا کام ہوگیا تھا صرف فرش باقی تھا تو ایک بزرگ واعظ نے عورتوں میں وعظ کہنا شروع کیا۔ اول تو مسجد بنانے کے فضائل بیان کئے پھر کہا اس وقت ایک مسجد زیر تعمیر تھی مگر وہ پوری ہو چکی جس کی قسمت میں جتنا ثواب تھا اتنا حصہ اس نے لے لیا مگر افسوس ہے کہ بیچاری عورتیں محروم رہ گئیں یہ ان کی قسمت ہے یہ غریب گھروں میں بیٹھنے والی ہیں ان کو کیا خبر کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے کیا کیا دولتیں لٹ رہی ہیں۔ واقعی بہت افسوس ہوا کہ عورتیں اس ثواب میں شامل نہ ہو سکیں۔ جب واعظ نے دیکھا کہ عورتوں پر رنج و حسرت کا کافی اثر ہو چکا تو آپ فرماتے ہیں کہ اخاہ خوب یاد آیا میاں ابھی فرش تو باقی ہی ہے اور مسجد میں اصل چیز فرش ہی تو ہے فرش ہی پر نماز ہوتی ہے در و دیوار پر تھوڑا ہی پڑھی جاتی ہے۔ واقعی عورتیں بڑی خوش قسمت ہیں کہ اصل چیز انہی کے واسطے رہ گئی اب بیبیوں کو حصہ لینے کا خوب موقع ہے اور اے بیبیوں! اگر فرش تم نے بنوا دیا تو کیسا لطف کا واقعہ ہوگا کہ مرد اس پر نماز پڑھیں گے اور فرشتے ان کی نمازیں لے کر دربار الٰہی میں جائیں گے تو یوں کہیں گے کہ لیجئے حضور بندوں کی نمازیں اور بندیوں کا ثواب [illegible]۔ یہ کہنا تھا کہ پردہ کے پیچھے سے چھنا چھن کی آوازیں آنے لگیں، کسی نے پازیب اتار کر پھینکی کسی نے چھاگل [illegible] کسی نے [illegible] وہ بندہ خدا نے ایک شاعرانہ جملہ میں ہزاروں روپے کا زیور لے لیا۔

ہچکیوں کے بند ہونے کی مزاحیہ حکایت

ایک طبیب کے پاس ایک شخص آیا کہ فلاں شخص ہچکیوں کا علاج کرتے کرتے تھک گیا ہے مگر ہچکیاں بند نہیں ہوتیں انہوں نے اس کو دیکھ کر بتایا کہ بھائی اب یہ مریض بچے گا نہیں۔ نسخہ وغیرہ لکھ کر کیا کروں کسی نے ان کی یہ رائے مریض تک پہنچا دی وہ فکر میں پڑ گیا اور فوراً ہچکی بند ہوگئی طبیب کو اس کی اطلاع ہوئی انہوں نے کہا کہ اب اطمینان رکھو اچھا ہو گیا۔ مریض کو بھی اس کی اطلاع ہوئی اور فوراً ہچکیوں کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا طبیب کو دوبارہ اطلاع دی گئی انہوں نے کہا کہ میں نے مریض کی خاطر سے ایسا کہہ دیا تھا ورنہ حقیقتہً اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں۔ مریض کو پھر خبر ہوئی اور موت کا یقین آ گیا اور اس کے ساتھ ہی ہچکیاں بند ہو گئیں کیونکہ پھر طبیب نے امید کی بات نہیں کی۔

فائدہ:

واقعی ہچکیوں کے دفع کرنے کی یہ آسان ترکیب بہت کارآمد بھی جاتی ہے کہ مریض کے خیال کو کسی دوسری طرف متوجہ کر دیا جائے اور کسی فکر میں مشغول کر دیا جائے اس ترکیب سے ہچکی فوراً بند ہو جاتی ہے عوام میں یہ مشہور ہے کہ مریض سے کہتے ہیں [illegible] (تبدیل خیال) کا ایک جزو ہے ان باتوں سے آدمی دوسری طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ ([illegible])

مولانا اشرف علی تھانوی اور ان کا مشورہ

مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مکان کے قریب ایک سب انسپکٹر پولیس بھی رہتا تھا اور اس کے یہاں کی رنگ رلیوں سے مولانا بہت پریشان تھے..... جب یہ معاملہ بہت بڑھ گیا تو انہوں نے ایک ایجنٹ کے معرفت مکان خریدنے کا ارادہ کیا اور اسے تاکید کی کہ سب انسپکٹر پولیس کو خریدار کے نام کا علم نہ ہو..... ایجنٹ نے بڑی بھاگ دوڑ کے بعد اس شخص کو مکان بیچنے پر آمادہ کرلیا۔

سب انسپکٹر نے مکان بیچنے سے پہلے مولانا سے مشورہ چاہا اور اس سلسلے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا..... مولانا کے لئے یہ موقع بہت عجیب وغریب تھا مگر انہوں نے مکان نہ بیچنے کا مشورہ دیا۔ ایجنٹ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو وہ بہت حیران ہوا اور اس نے اس سلسلے میں مولانا سے کہا: ''حضور! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟''..... مولانا نے جواب دیا: ''مسئلہ تو اپنی جگہ پر ہے مگر میں اسے غلط مشورہ نہیں دے سکتا تھا۔''

(بحوالہ ماہنامہ ''تلاش جدید'' دہلی مئی ۹۸ء، ص ۹۷)

بچے کی تربیت میں ماں کا کردار

ارشاد فرمایا بچوں کی اچھی تربیت کرنا ماں کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ماں ہی بچے کو اچھے اخلاق کا درس دیتی ہے، اسے ادب آداب سکھاتی ہے۔ بچپن میں ہی روک ٹوک کرکے بچے کی پرورش کے ساتھ ساتھ اس کی اصلاح کی جاتی ہے۔ چھوٹی عمر میں کچھ سکھا دینا زیادہ آسان ہوتا ہے کیونکہ بچے بڑے شوق سے نئی نئی باتیں اور خاص طور پر ماں کی باتیں نوٹ کرکے بڑی جلدی سیکھ جاتے ہیں۔ نقل کے ذریعے سیکھنا ہر بچے کا فطری جذبہ ہے۔ ایک واقعہ ارشاد فرمایا کہ منگلا میں ہمارے ایک دوست چیف انجینئر تھے جب بھی فون آتا تو وہ فون اٹھاتے ہی کہہ دیتے چیف انجینئر منگلا بول رہے ہیں۔ ان کا بچہ ہر چیز نوٹ کرتا رہتا۔ ایک دن وہ غسل کر رہے تھے تو کوئی فون آ گیا۔ ان کے بچے نے ریسیور اٹھایا اور فون اٹھاتے ہی توتلی زبان میں کہنے لگا *Hello Chief Engineer Mangla Speaking*. پس ثابت ہوا کہ بچے خود ماں باپ کی نقل کے ذریعے زبان اور آداب سیکھ جاتے ہیں۔ اگر ماں باپ ایک دوسرے کے آداب کا خیال نہیں رکھیں گے تو بھلا بچے کہاں سے ایک دوسرے کے آداب کا خیال رکھیں گے۔

پہچان یہ ہے ناز تو پہچان جائیے

ایک بخیل لیکن چالاک شخص کو اپنی ڈاک میں ایک لفافہ ملا۔ جس میں کسی سینما کے دو ٹکٹ رکھے ہوئے تھے ٹکٹوں کے ساتھ چند سطری پرچہ درج تھا اس میں لکھا تھا۔

آپ دونوں میاں بیوی کے لئے دو ٹکٹ بھیجے جا رہے ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ ہمیں پہچان بھی پاتے ہیں یا نہیں" ہم اپنے بارے میں کچھ بھی نہ بتائیں گے خود ہی پہچاننے کی کوشش کیجئے۔

شوہر بڑی دیر تک سر کھپاتا رہا لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا آخر ایک دیرینہ دوست پر نظر پڑ گئی اور اس نے اپنی بیوی سے کہا" بیگم میرا خیال ہے یہ ٹکٹ ظفر نے بھیجے ہیں اس مسخرے کو اس قسم کے مذاق کرنے کی عادت ہے"۔ بیگم نے اپنے شوہر کی بات نہ مانی فرمانے لگیں۔ "نہیں ایسا ظفر نہیں کر سکتا میرا خیال ہے یہ ٹکٹ بھائی جان نے بھیجے ہیں کیونکہ وہ اکثر اس قسم کی شوخیاں فرماتے رہتے ہیں۔

رات کو دونوں فلم دیکھنے چلے گئے اور بھیڑ بھاڑ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے محسن کو تلاش کرتے رہے لیکن وہاں کوئی بھی ایسا شخص نظر نہ آیا جس پر شبہ کیا جا سکتا۔

رات کو بارہ بجے فلم دیکھ کر جب دونوں گھر واپس پہنچے تو معلوم ہوا کہ گھر کا صفایا ہو چکا ہے اور لکھنے پڑھنے کی میز پر ایک پرچہ رکھا ہوا ہے اس میں لکھا تھا۔

جناب والا میرا خیال ہے کہ آپ نے اپنے محسن کو اچھی طرح پہچان لیا ہوگا، بہت بہت شکریہ؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور شیطان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے کہ شیطان نے آپ سے مل کر کہا کہ تیرا یہ عقیدہ ہے کہ تم کو وہی پیش آتا ہے جو خدا نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا بیشک۔ اس نے کہا اچھا ذرا اس پہاڑ سے اپنے کو گرا کر دیکھ اگر خدا نے تیرے لئے سلامتی مقدر کر دی ہے تو پھر تو سلامت ہی رہے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اے ملعون! اللہ عزوجل ہی کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے بندوں کا امتحان لے، بندے کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ خدائے عزوجل کا امتحان لے۔

خاندانی غنڈہ گردی

ایک لڑکا امتحان میں فیل ہوا، گھر پہنچا تو باپ سے پوچھنے لگا: ابا جی! جب آپ فیل ہوئے تو دادا جان نے آپ کے ساتھ کیا کیا تھا؟ باپ نے کہا میری سخت پٹائی ہوئی تھی، لڑکے نے کہا: جب دادا جان فیل ہوئے تو پردادا جان نے کیا کیا تھا؟ باپ نے کہا: ان کی ٹانگ توڑ دی تھی۔ بیٹے نے نہایت معصومیت سے کہا: ابا جان اگر آپ میرے ساتھ تعاون کریں تو یہ خاندانی غنڈا گردی ہمیشہ کیلئے ختم کی جا سکتی ہے، باپ نے گرج کر کہا تمہارا کیا مطلب؟ بیٹے نے کہا: اس لئے کہ میں بھی فیل ہو چکا ہوں۔

ناکو آگیا

ایک جگہ بہت سے نکٹے بیٹھے ہوئے تھے وہاں ایک ناک والا چلاگیا تو انہوں نے کہا ارے! ناکو آ گیا، ناکو آ گیا۔ اس نے چاقو نکالا اور اپنی ناک کاٹ کر پھینک دی۔ یہ ایسا ہی بہادر تھا جیسے کہ آجکل کا مسلمان ہے، اس کا دین کہتا ہے، اس کا ضمیر کہتا ہے، اس کی عقل کہتی ہے کہ مسلمان کی صورت بناؤ، عورتوں میں بے پردگی بے حیائی کا خاتمہ کرو، دنیا بھر کے مصائب اور لعنتوں کی وجہ اللہ کی نافر مانیاں ہیں اگر ساری باتیں سمجھنے کے باوجود یہ اس پر عمل نہیں کر رہا تو صرف اور صرف اس لئے کہ اگر دنیا کے ساتھ نہیں چلیں گے تو لوگ ذلیل سمجھیں گے۔ جیسے نکٹوں نے ناکو کو ذلیل سمجھا تو اس نے سوچا کہ ٹھیک ہے میں ان کے سامنے معزز بن جاؤں، معاشرے میں میری ذلت ہو رہی ہے سب ناکو ناکو کہہ رہے ہیں تو اس نے اپنی ناک کاٹ کر لوگوں کے طعنوں سے نجات حاصل کر لی اور لوگوں کی نظر میں ذلیل ہونے سے بچ گیا۔

تین نام

ابن قتیبہ نے بیان کیا کہ ابوالعاج حوالی بصرہ کا عامل (گورنر) تھا۔ اس کے سامنے ایک عیسائی شخص لایا گیا۔ ابوالعاج نے اس سے نام پوچھا تو اس نے اپنا نام بندار شہر بندار بتایا عامل نے کہا کہ پھر تو تم تین ہو اور ایک جزیہ دیتے ہو نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہوسکتا۔ اس سے تین جزیے وصول کیے۔

شکر

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو اہل جنت کو ان کے دائیں پہلو سے اور اہل نار کو ان کے بائیں پہلو سے نکالا اور وہ زمین پر چلنے لگے تو ان میں سے بعض اندھے، گونگے اور مختلف تکالیف میں مبتلا تھے، یہ دیکھ کر حضرت آدمؑ نے کہا کہ اے رب! کیا تو نے میری اولاد ایک جیسی پیدا نہیں کی، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدم میں چاہتا ہوں کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔

مصریؒ کا مرید

حضرت ذوالنون مصریؒ کا ایک مرید اسم اعظم سیکھنے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اٹھارہ مہینے تک برابر اسی خواہش میں لگا رہا۔ ایک روز اس نے حضرت ذوالنونؒ کو قسم دے کر کہا۔ آپ مجھے اسم اعظم سکھا دیجئے۔ تو آپ نے اس کو کپڑے سے ڈھکا ہوا ایک برتن دے کر فرمایا کہ اے شخص اس کو فلاں شخص کے پاس لے جا۔ چنانچہ وہ اس برتن کو لے کر چلا تو راستہ میں خیال آیا کہ دیکھوں تو سہی آخر اس میں ہے کیا۔ جیسے ہی اس نے برتن کا منہ کھولا تو اس برتن سے ایک چوہا نکل کر بھاگ گیا۔

یہ دیکھ کر وہ غصہ کی آگ سے بھڑک اٹھا اور ذوالنون مصری کے پاس واپس آیا اور تیور بدل کر ان سے کہا۔ آپ مجھ سے دل لگی کرتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا۔ میاں دل لگی میں ہم نے تو ایک چوہے پر تیری آزمائش کی تھی اس میں بھی تو نے خیانت کی۔ پھر تجھ پر کس طرح یقین کیا جا سکتا ہے کہ تو اسم اعظم کی امانت پر ثابت قدم رہ سکے گا۔

بچہ کس کا ہے؟

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں حضرت ابوہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ دو عورتیں سفر میں تھیں اور ہر ایک کی گود میں بچہ تھا۔ ان میں سے ایک کے بچہ کو بھیڑیا لے گیا۔ اب دوسرے بچہ پر دونوں عورتوں نے جھگڑنا شروع کر دیا (ہر ایک اس کو اپنا کہتی تھی) اب دونوں نے یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے دونوں میں سے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا (کہ بچہ پر اسی کا قبضہ تھا اور دوسری عورت ثبوت کوئی بھی پیش نہ کر سکی تھی) واپسی میں ان عورتوں کا گزر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے سے ہوا۔ آپ نے ان سے حال دریافت کیا تو انہوں نے پورا قصہ کہہ سنایا۔ آپ نے یہ سن کر حکم دیا کہ چاقو لاؤ میں اس بچہ کے دو ٹکڑے کر کے دونوں پر تقسیم کر دوں گا، چھوٹی نے پوچھا کہ کیا واقعی آپ اسے کاٹ ڈالیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ اس نے کہا کہ آپ اسے نہ کاٹئے میں اپنا حصہ اسی کو دیئے دیتی ہوں۔ یہ سن کر آپ نے فیصلہ کر دیا کہ یہ بچہ چھوٹی کا ہے اور اس کو دیدیا۔ اس کا ذکر بخاری و مسلم میں ہے۔

علاج دنداں

ایک روز حضرت شاہ صاحب کے پاس محلہ کا ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔ شاہ جی میں مر رہا ہوں اور آپ توجہ نہیں کرتے (اس شخص کے دانت میں درد ہو رہا تھا) شاہ جی نے فرمایا:

بھائی بیٹھو! میں ذرا ہاتھ صاف کرلوں۔ ہاتھ صاف کر کے تشریف لائے اس آدمی کے روبرو بیٹھ گئے۔ اور فوراً منہ کھول کر اپنے مصنوعی دانت نکال لئے اور پھر فرمایا کہ بھائی دیکھ سید کا ایک دانت بھی باقی نہیں بچا ایک ایک کر کے سب گر گئے۔ اب تیرے دانت کا کیا علاج کروں؟ ڈاکٹر کے پاس جاؤ دانت نکلواؤ اور درد میں آرام کا [illegible] اللہ تعالیٰ تمہیں جلد شفا عطا فرمائیں اور [illegible] بات کی تو ایک بات اور بھی بتادوں جس سے [illegible] بھی متفق ہیں۔ پھر مسکرائے اور فرمایا:

علاج دنداں اخراج دنداں

ٹھگی کے گر

کسی شخص نے کہا کہ ایک پیر صاحب کے مرید ذکر کرتے وقت چیختے ہیں اور لوگوں کی نماز خراب ہوجاتی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ یہ اسلام سے مذاق ہے، چیخنا، چلانا، مٹی میں لیٹنا اور بیوقوفی اور پاگل پن والا نمونہ [illegible] کرنا یہ اسلام نہیں، یہ ہمارے [illegible] کی گئی رسمیں ہیں، اسلام میں ایسی تعلیم نہیں دی گئی ہے۔ اللہ والوں کے طریقے یہ نہیں ہوتے، وہ مخلوق کی رضا سے بے نیاز ہوتے ہیں۔

۱۸۵۷ء کی ایک نصیحت آمیز حکایت

حضرت تھانویؒ فرمایا کہ ہمارے ماموں جو ایک آزاد منش درویش تھے۔انہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے زمانے کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مقام پر بہت سی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ایک لالہ جی (یعنی بنیا) دور کھڑے ہو کر تماشہ دیکھ رہے تھے۔لاشوں میں سے ایک زخمی جو ابھی مرا نہیں تھا اس نے لالہ جی کو آواز دی کہ لالہ جی یہاں آؤ۔لالہ جی گھبرا گئے اور بھاگنے لگے کہ مردہ بول اٹھا۔اس نے پھر آواز دی کہ لالہ جی گھبراؤ نہیں میں مردہ نہیں ہوں بلکہ زخمی ہو گیا ہوں اور مرنے والا ہوں اور میری کمر میں بہت سے روپے بندھے ہوئے ہیں، مجھے یہ خیال آیا کہ اب یہ روپے میرے کام کے تو نہیں۔تمہیں ہی دیدوں۔تمہارے کام آ جائیں گے۔روپیہ کا نام سن کر لالہ جی پگھل گئے اور ڈرتے ڈرتے زخمی کے پاس گئے۔جب بالکل قریب آ گئے تو زخمی نے تلوار اٹھائی اور لالہ جی کی ٹانگ کاٹ دی،اب لالہ جی گر پڑے اور کہتے ہی اس کی مراد پوری ہوئی۔اس نے ہنس کر کہا کہ میدان جنگ میں کون روپیہ باندھ کر لایا کرتا ہے۔بس بات اتنی ہے کہ یہاں سب مرے پڑے ہیں اور میں تنہا زندہ ہوں، رات ہو رہی ہے، میں نے چاہا کہ بات چیت کے لئے آدمی ہو تو رات آسان ہو جائے گی۔تمہیں ویسے ٹھہرنے کو کہتا تو تم کہاں رکتے، میں نے انس کے لئے تمہیں اپنے ساتھ کر لیا ہے۔لالہ جی غصے میں بھر رہے تھے مگر کیا کر سکتے تھے۔نہ خود چلے نہ دوسروں کو چلنے دے۔

ماموں صاحب نے یہ حکایت بیان کر کے سنایا کہ آج اللہ کے راستے میں لوگوں کا یہی حال ہے کہ خود تو چلتے ہی نہیں، کوئی دوسرا چلنا چاہے تو اس کے راستے میں بھی روڑے اٹکاتے ہیں۔

ملا دوپیازہ اور ان کا استاد

ملا دوپیازہ مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر کے نورتنوں میں سے تھے، لیکن اس سے قبل وہ دہلی کی مسجد میں امامت کیا کرتے تھے اور وہیں انہوں نے ایک مکتب بھی قائم کیا تھا۔

ان کی ظرافت و بذلہ سنجی اور حاضر جوابی تو بچپن ہی سے بڑھی ہوئی تھی۔ان کے لڑکپن کی حالت یہ تھی کہ جس وقت آپ نے مولوی عبدالرحمٰن صاحب جو ایک چشم تھے بسم اللہ شروع کی تو استاد نے ان سے کہا: ''پڑھو الف! خالی، بے کے نیچے ایک نقطہ اور ت کے اوپر دو نقطے''......تو آپ پڑھتے ہیں: ب کے نیچے دو نقطے اور ''ت'' کے اوپر چار نقطے'' استاد نے کہا: نامعقول میں ایک اور دو نقطے کہتا ہوں تو دو اور چار کہاں سے لایا؟''

ہونہار شاگرد نے جواب دیا: ''اجی استاد جی! آپ تو ایک آنکھ سے دیکھ کر ایک اور دو نقطے کہتے ہیں، مجھے خدا نے دو آنکھیں دی ہیں اس لئے میں چار کہتا ہوں''۔(بحوالہ ''بزم خیال'' مؤلفہ عندلیب مرزاپوری،ص ۱۰۰)

ایک بادشاہ نے نجومی سے اپنی باقی عمر پوچھی۔
اس نے بتایا۔ دس سال باقی ہیں۔ بادشاہ بہت فکر مند ہوا۔ وزیر کو پتا چلا تو اس نے بادشاہ کے سامنے نجومی سے پوچھا۔
''تمہاری اپنی عمر کتنی باقی ہے''
نجومی نے فوراً کہا۔
''میری عمر کے بیس سال ابھی باقی ہیں۔''
اسکی بات سنتے ہی وزیر نے تلوار سے اسکی گردن اڑادی اور بادشاہ سے بولا۔
''اس جھوٹے کی بات پر پریشان ہیں آپ۔''

بس اللہ ھی نے دیا

لندن میں کابلی پٹھان رہتے ہیں، ان میں سے کسی کو وطن سے اطلاع ملی کہ اس کے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے، بس وہ خوشی میں پھولے نہ سمایا، دوستوں کی دعوت کی۔
انہوں نے کہا کس چیز کی دعوت ہے؟ کہا ہمارے یہاں لڑکا ہوا ہے، انہوں نے کہا چار سال سے تو تو یہاں ہے بیوی کے پاس نہیں گیا پھر لڑکا کیسے ہوگیا؟ اس پر جواب دیا کہ بس اللہ ہی نے دیا۔

حفیظ صاحب کا وضوء

حفیظ جالندھری ''فارغ البال'' تھے۔ کسی دوست نے پوچھا!
حفیظ صاحب، سر کے بال نہ ہونے سے کوئی تکلیف تو نہیں ہوتی؟
حفیظ صاحب نے جواب دیا، میاں تکلیف کیا ہونی ہے، بس وضو کرتے وقت یہ معلوم نہیں ہوتا کہ منہ کہاں تک دھونا ہے۔

شاہ صاحبؒ

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے بارے میں سنا کہ وہ ایک صاحب کے گھر تشریف لے گئے۔ ان صاحب کا بچہ شاہ صاحب کے پاس آنے سے گھبرا رہا تھا۔ آپ نے پیار کرنے کے لئے اسے اٹھانا چاہا تو رونے لگا۔ ایک دوسرے صاحب داڑھی مونچھ صفاچٹ بیٹھے تھے انہوں نے اس کو پچکارا تو ان کے پاس وہ فوراً چلا گیا۔ انہوں نے ازراہ مذاق کہا ''شاہ صاحب کیہہ گل اے ایہہ بچہ مولویاں کولوں کیوں ڈردا اے'' شاہ صاحب نے فرمایا: ''مولوی ایہنوں مرد نظر اوندا اے تے تہاڈی شکل اسدی ماں دے نال ملدی جلدی اے'' اس نے کہا تھا کہ کیا بات ہے شاہ صاحب، یہ بچہ مولویوں کے پاس جانے سے گھبراتا ہے آپ نے جواباً فرمایا کہ مولوی اسے مرد معلوم ہوتا ہے جبکہ آپ کی شکل اس کی والدہ سے ملتی جلتی ہے اور بچہ فطرتاً ماں کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے۔

داغ اور انگریز

ایک دفعہ ایک مشاعرہ میں ایک صاحب بہادر بھی موجود تھے۔ مرزا داغ کی جوانی تھی۔ طبیعت میں شوخی وشرارت تھی۔ انگریز نے ان سے ہاتھ ملایا اور انگریزی میں ان سے کچھ پوچھا۔ انہوں نے اسی لب ولہجہ میں جواب دیدیا۔ وہ ان کا لب ولہجہ دیکھ کر متعجب ہوا اور اردو میں پوچھا! آپ کہاں کے رہنے والے ہیں۔

مرزا نے جواب دیا! امریکا کا باشندہ ہوں۔

یہ سن کر وہ انگریز ان کے رنگ وروپ پر غور کرنے لگا۔ مرزا نے یہ دیکھ کر کہا! آپ میری روسیاہی پر نہ جائیں۔ میں نے سمندری سفر بہت کیا ہے، یہ رنگ، دھوپ، سمندر کی آب وہوا اور جہاز کے دھوئیں نے سیاہ کیا ہے۔ اس جملہ پر تمام حاضرین ہنس پڑے۔ وہ انگریز بھی ہنس پڑا۔

تاج محل کی خوبصورتی

ایک مرتبہ ایک روسی جوڑا ابھی تاج محل دیکھ رہا تھا۔ روسی مرد نے محبت میں آ کر بیوی سے کہا کہ آپ کے لئے بھی میں ایسا مقبرہ بنوادوں گا۔ اس عورت نے کہا کہ تو اس سے آدھا خوبصورت بھی بنوادے تو میں ابھی مرنے کے لئے تیار ہوں۔ اتنا عجوبہ روزگار ہے عقل حیران ہوتی ہے۔ ایک شاعر نے اس پر عجیب شعر کہا ہے۔

اک شہنشاہ نے دولت کے نشے میں آ کر ہم غریبوں کی محبت کا اڑایا ہے مذاق

اقبال اور پردہ

اقبال سے ہر قسم کے لوگ ملنے آتے تھے اور وہ سب کی باتیں غور سے سنتے اور ان کا جواب دیتے تھے۔ دوسرے تیسرے دن کالجوں کے کچھ طلبہ بھی آجاتے تھے۔ ایک مرتبہ گورنمنٹ کالج کے چار پانچ طالب علم اقبال کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ جانتے ہیں کہ کالج کی مخلوق میں بننے سنورنے کا شوق زیادہ ہے۔ پاؤڈر اور سرخی کا استعمال روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ ابروؤں کو خم دینے، زلفوں میں بل ڈالنے، ہونٹوں کو سرخی کے استعمال سے ''لعلین'' بنانے کا شوق زیادہ ہوتا جارہا ہے۔ ایک تو یہ چاروں پانچوں گل چہرہ اور نازک اندام، اس پر بناؤ سنگھار کا خاص اہتمام۔ انہوں نے آتے ہی پردہ کی بحث چھیڑ دی اور ایک نوجوان کہنے لگا۔

''ڈاکٹر صاحب! اب مسلمانوں کو پردہ اٹھادینا چاہئے''۔

ڈاکٹر صاحب مسکرا کر بولے: ''آپ عورتوں کو پردے سے نکالنا چاہتے ہیں اور میں اس فکر میں ہوں کہ کالج کے نوجوانوں کو بھی پردے میں بٹھادیا جائے''۔

ایک بھروپیئے کا واقعہ

حضرت اورنگزیب عالمگیر کے دربار میں ایک بہروپیا آیا کرتا تھا۔ بادشاہ ہر دفعہ اس کے بہروپ کو پہچان لیتا تھا۔ وہ کہتا انعام دو۔ بادشاہ کہتا ہمیں دھوکہ دے کر دکھاؤ تو تب انعام ملے گا۔ اس بہروپیئے نے سوچا کہ عالمگیر اولیاء اللہ کا قدردان ہے۔ اولیاء اللہ کا بھیس بدل کر ہی اسے دھوکہ دیا جا سکتا ہے۔

بدل کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

وہ اولیاء اللہ کا بھیس بدل کر جنگل میں بیٹھ گیا۔ وہ لوگوں سے کچھ نہ لیتا۔ لوگ اس کے پاس دعائیں کروانے آتے۔ اورنگزیب عموماً اولیاء اللہ کے پاس جاتے رہتے تھے۔ جب ان کی شہرت ہوئی تو اورنگزیب بھی اسے ملنے پہنچا اور دعا کے لئے درخواست کی۔ دعا کے بعد اورنگزیب نے پیسوں کی تھیلی پیش کی۔ اس نے انکار کر دیا۔ اورنگزیب اپنی تھیلی لے کر واپس آ گیا۔ دوسرے دن وہی بہروپیا اورنگزیب کے دربار میں آ گیا اور کہا کہ میرا انعام دو۔ اورنگزیب نے پوچھا اپنا کوئی پارٹ بتاؤ۔ اس نے کہا کہ کل جنگل میں کس کے پاس دعا کروانے گئے تھے؟ وہ تو میں ہی اللہ والا بنا ہوا تھا۔ اورنگزیب نے کہا کل میں نے تجھے اشرفیوں کی تھیلی پیش کی تھی، کل کیوں نہیں قبول کی تھی؟ اب خود مانگ رہے ہو۔ اس نے کہا کل میں اولیاء اللہ کے روپ میں تھا، وہاں میں پیسے نہیں لے سکتا تھا۔ اس لئے کہ میں اولیاء اللہ کے نام کو بٹا لگانا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے شرم آئی کہ اولیاء اللہ کے روپ میں مال و دولت کی حرص مجھے زیب نہیں دیتی۔ ہمیں اس واقعہ سے سبق سیکھنا چاہئے کہ اگر ایک بہروپیا اللہ والوں کے بھیس کی لاج رکھ سکتا ہے تو پھر ہمیں بھی مسلمانی تقاضوں کی لاج رکھنی چاہئے۔ خصوصاً دل کو ہوس سے پاک رکھیں اور نگاہ کو غیر محرم سے محفوظ رکھیں۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہٰ تو کیا حاصل دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

لاجواب جواب

فرزوق نے ایک چھوٹے بچے کو کہا کہ کیا یہ بات تجھے پسند ہے کہ میں تیرا باپ بن جاؤں۔ بچے نے کہا نہیں لیکن یہ صحیح ہے کہ آپ امی بن جائیں تاکہ میرے والد آپ کی اچھی باتوں سے لطف اندوز ہوں۔ (کیونکہ فرزوق شاعر تھے)

فرزوق بچپن ہی سے شاعر تھا۔ آپ کے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خاص عقیدت مندوں میں سے تھے۔ وہ ایک دفعہ فرزدق کو اپنے ساتھ حضرت علیؓ کی خدمت میں لے گئے اور بتلایا کہ یہ بچہ شاعر ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ بچہ حافظ قرآن ہوتا۔

جب گھر لوٹے تو فرزوق نے قسم کھالی کہ جب تک قرآن مجید حفظ نہ کرلوں گا گھر سے باہر نہ نکلوں گا چنانچہ آپ نے گھر میں قرآن پاک یاد کرلیا۔

استاد کی حکایت

ایک مدرسہ کے طالب علموں نے اتفاق کرلیا کہ آج چھٹی ہونی چاہئے اورتو کوئی تدبیر نہ نکل سکی آخر یہ رائے ٹھہری کہ جب استادصاحب آئیں تو سب باری باری ان کا مزاج پوچھیں اوران کو بیمار بتلائیں۔ چنانچہ جب استادصاحب تشریف لے آئے تو ہر طالب علم باری باری آتا اور مصافحہ کر کے کہتا حضرت کیابات ہے کہ آج ہاتھ کچھ گرم ہیں، چہرہ مبارک بھی سرخ ہے، دو چار لڑکوں کوتو استاد نے جھڑک دیالیکن جب بار بار سب نے یہی کہا تو استادصاحب بھی سوچنے پر مجبور ہو گئے اور چونکہ قاعدہ ہے کہ جس بات کا وہم غالب ہوجاتا ہے وہ بات سچ مچ ہو جاتی ہے، آخر استاد کی طبیعت بگڑ گئی اور وہ اپنے کو واقعی بیمار سمجھ کر گھر جا کر لیٹ گئے اور طالب علموں کی چھٹی ہوگئی۔ تو جیسے یہ استادلڑکوں کے کہنے سے اپنے کو بیمار سمجھنے لگے یہی حال ان لوگوں کا ہے جودوسروں کے کہنے سے گناہ کونیکی اور حرام کوحلال زہر کوتریاق کانٹے کو پھول اورتاریکی کوروشنی سمجھنے لگتے ہیں۔

بعض لوگ ایسے ہیں کہ گانا بجانے کوگناہ سمجھتے بھی ہیں لیکن اس کے باوجوداس سے بچنے کی تدبیر نہیں کرتے بظاہر دیندار ہوتے ہیں نماز روزے کی پابندی بھی کرتے ہیں، گھر میں ریڈیواورٹی وی اورٹیپ ریکارڈ پر موسیقی کی کثرت سے کبھی کبھی پریشانی بھی ہوتی ہے مگراس سے بچنے کی سچی کوشش نہیں کرتے۔

ایک لطیفہ

ایک سبزواری لکڑی خریدنے کے لئے لکڑی لانے والوں کے راستے میں بیٹھا تاکہ جنگل سے لکڑی لانے والے جب ادھر سے گزریں تو اس سے لکڑی خریدلیں۔ چنانچہ ایک لکڑی والا آیا۔ سبزواری نے اس سے پوچھا کہ تمہارانام کیاہے؟

لکڑی والے نے جواب دیا کہ میرانام ابوبکر ہے۔ سبزواری کورنج ہوااوراس کو بھگادیا۔

اس کے بعد دوسرا آیا۔ اس سے بھی نام کا سوال کیا۔ اس نے کہا عمر! اس کوبھی سخت رنج وغصہ کے ساتھ روانہ کردیا۔

تیسرا پہنچا۔ اس نے اپنا نام عثمان بتایا۔ اسے بھی رخصت کردیا۔

پھر چوتھا شخص آیا تو اس نے اپنا نام علیؓ بتایا۔

سبزواری نے کہا کہ اے پیشوائے اہل اسلام! آپ لکڑی ڈھونے میں بھی سب سے پیچھے ہیں یعنی خلافت میں تو سب کے بعد تھے، ایک معمولی کام میں بھی سبقت نہیں ملی۔

پادری کا حال

ایک فوج کے ملازم نے اپنا قصہ بیان کیا کہ میں ملک شام کے سفر کے لئے روانہ ہو۔ میں ایک بستی میں جانا چاہتا تھا کہ راستہ میں تھا اور چند کوس کا فاصلہ طے کر چکا تھا اور تھک گیا تھا۔ میں ایک جانور پر سوار تھا اور اس پر میرا زادراہ اور روپیہ تھا اور شام قریب آ چکی تھی۔ دفعتہً میری نظر ایک بڑے قلعہ پر پڑی اور اس میں ایک راہب کو دیکھا جو صومعہ میں تھا۔ وہ میری طرف آیا اور میرا استقبال کیا۔ مجھ سے اپنے پاس رات گزارنے کی خواہش ظاہر کی اور یہ کہ میں اس کی ضیافت قبول کروں۔ میں اس پر تیار ہو گیا۔ جب میں اس کلیسا میں پہنچا تو اپنے سوا مجھے کوئی اور نظر نہیں آیا۔ اس نے میری سواری کو پکڑ کر باندھا اور اس کے آگے جو ڈالے اور میرے سامان کو ایک کمرے میں رکھا اور گرم پانی لے کر آیا۔ یہ زمانہ سخت سردی کا تھا اور برف گر رہی تھی اور میرے سامنے بہت سی آگ روشن کر دی گئی اور بہت اچھا کھانا لا کر کھلایا۔ جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو میں نے سونے کا ارادہ کیا۔ میں نے اس سے سونے کی جگہ اور بیت الخلا کا راستہ معلوم کیا۔ اس نے مجھے راستہ بتایا۔ بیت الخلا بالا خانہ پر تھا۔ جب میں قضاء حاجت کیلئے اوپر گیا اور بیت الخلا کے دروازے پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا بوریہ ہے۔ پھر جب میں نے دونوں پاؤں اس پر رکھے تو میں نیچے آ گرا اور اب میں کلیسا سے باہر میدان میں پڑا تھا۔ وہ بوریہ چھت سے باہر کے حصہ پڑا ہوا تھا اور اس رات بہت برف گر رہی تھی۔ میں بہت چلایا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر میں کھڑا ہو گیا۔ میرا بدن زخمی تھا مگر اعضاء سالم تھے۔ میں برف سے بچنے کے لئے ایک محراب کے نیچے کھڑا ہو گیا جو اس قلعہ کے دروازہ میں تھی۔ دفعتہً ایک اتنا بڑا پتھر آ کر پڑا کہ اگر وہ میرے سر پر آ لگتا تو مجھ کو پیس دیتا۔ میں وہاں سے بھاگتا اور چلاتا ہوا نکلا تو اس نے مجھے گالیاں دیں تو میں نے سمجھا کہ یہ سب اس کی شرارت ہے جو میرے تمام سامان کو لوٹنے کے لئے ہے۔ جب میں نکلا تو مجھ پر برف گرتی رہی جس سے میرے کپڑے بھیگ گئے اور میں نے اپنی حالت پر نظر کی کہ میرا بدن اکڑا جا رہا ہے۔ سردی اور برف سے تو میں نے یہ ترکیب سوچی کہ تقریباً تیس سطل (پندرہ سیر) کا پتھر تلاش کر کے اپنے کندھے پر رکھا اور صحرا میں بھاگ کر ایک لمبا چکر لگایا۔ میں تھک گیا اور بدن گرم ہو گیا تو آرام کرنے بیٹھ گیا۔ پھر جب سکون ہو گیا اور مجھے سردی لگی تو پھر میں نے وہی پتھر سنبھالا اور اسی طرح بھاگنا شروع کر دیا۔ رات بھر یہ عمل جاری رہا۔ طلوعِ آفتاب سے پہلے جب کہ میں اس قلعہ کی پشت پر تھا تو میں نے اس کلیسا کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی اور دفعتہً راہب پر نظر پڑی کہ وہ نکلا اور اس موقع پر آیا جہاں میں گرا تھا۔ جب اس نے مجھے نہ دیکھا تو اس نے کہا اے میری قوم اس نے کیا کیا اور میں اس کے کلمات سن رہا تھا اور میرا خیال ہے کہ اس منحوس نے یہ سوچا کہ وہ قریب کی بستی میں یہ دیکھنے کے لئے جائیگا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ اب اس نے چلنا شروع کیا تو میں دروازے تک اس کے پیچھے چھپتا ہوا پہنچ گیا اور قلعہ میں داخل ہو گیا اور وہ مجھے ڈھونڈنے کے لئے آگے بڑھ گیا اور میں دروازے کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور میری کمر میں ایک

خنجر تھا جس کی اس راہب کو خبر نہ تھی۔ اس کو گھوم پھر کر میرا کوئی نشان نہ ملا تو وہ لوٹ کر آ گیا اور اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کیا۔ اس وقت جب کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ یہ مجھے دیکھا ہی چاہتا ہے میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کو زخمی کر کے بچھاڑ دیا اور ذبح کر ڈالا۔ اپنے اوپر سے کپڑے اتار کر پھینکے اور اپنے اسباب کو کھولا اس میں سے دوسرے کپڑے نکال کر پہنے اور راہب کی چادر لیکر اس میں سو گیا۔

مجھے رات کی تکلیف سے افاقہ عصر سے پہلے نہ ہو سکا۔ پھر میں بیدار ہوا اور قلعہ میں گھوما یہاں تک کہ میں کھانے کی چیزوں تک پہنچ گیا۔ وہاں کھانا کھا کر سکون حاصل کیا اور مجھ کو اس قلعہ کے کمروں کی چابیاں بھی ہاتھ لگ گئی تھی اب میں نے ایک ایک کمرے کو کھول کر دیکھا تو وہاں عظیم اموال جمع تھے سونا اور چاندی اور بیش قیمت اشیاء اور کپڑے اور قسم قسم کے آلات اور لوگوں کے کجاوے اور ان کا اسباب اور سامان بہت کچھ تھا۔ اس راہب کی عادت تھی کہ وہ ہر اس شخص کے ساتھ جو ادھر سے تنہا گذرتا تھا یہی معاملہ کرتا تھا جو اس نے میرے ساتھ کیا تھا اور اس کے اموال پر قابض ہو جاتا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ مال کو کیسے لیجاؤں۔ میں نے یہ ترکیب کی کہ چند کپڑے راہب کے پہن کر کچھ دور تک جب گاؤں والے اس مقام سے گذرتے تھے دور سے اپنے کو دکھاتا رہا تاکہ لوگ مجھے وہی راہب سمجھیں اور جب کچھ قریب ہوتے تو ان کی طرف پشت کر لیا کرتا۔ اس طرح یہ معاملہ مخفی رہا پھر چند روز کے بعد وہ کپڑے اتار ڈالے اور میں نے اس کے سامان میں سے دو گونیں نکال کر ان کو مال سے بھر دیا۔ ان کو اپنے خچر پر لاد کر ایک قریب کی بستی میں لے گیا جہاں میں نے ایک مکان کرایہ پر لے لیا۔ برابر وہاں سے ایسی قیمتی چیزوں کو منتقل کرتا رہا جن کے جسم ٹھوس ہیں اور پھر ایسی اشیاء کو منتقل کیا جن کا ہلکا جسم تھا اور قیمت زیادہ تھی۔ میں نے وہاں صرف وہی اشیاء چھوڑیں جو زیادہ وزنی تھیں۔ پھر ایک روز بہت سے خچر اور گدھے اور مزدور کرایہ پر لئے اور جس قدر قدرت ہو سکی وہ سب اشیاء لاد لاد کر ایک بڑے قافلہ کے ساتھ چل پڑا اور یہ زبردست اموال غنیمت لیکر اپنے وطن میں آ گیا۔ مجھ کو وہاں سے دس ہزار درہم نقد اور بہت سے دینار اور قیمتی سامان دستیاب ہوا تھا۔ میں نے اس سامان کو زمین میں گاڑ کر رکھ چھوڑا کسی کو میرے حال کی قطعی خبر نہ ہو سکی۔

ٹھگ کا بیٹا اور اس کا واقعہ

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص ٹھگ تھا۔ بیوی بچوں والا تھا۔ اس کا انتقال ہوگیا۔ اس لئے آمدنی کا سلسلہ بند ہوگیا۔ ایک روز اس کے بیٹے نے اپنی والدہ سے پوچھا کہ ابا کیا کام کرتے تھے جس سے گھر کے اخراجات پورے ہوتے تھے۔ اس نے بتلایا کہ وہ ٹھگ تھا لوگوں کو ٹھگا کرتا تھا۔ اس نے کہا کہ میں ٹھگ کا بیٹا ہوں میں بھی باہر جاؤں گا لوگوں کو ٹھگا کروں گا۔ اس کی والدہ نے منع کیا اور کہا کہ بیٹا ابھی تو بچہ ہے جب بڑا ہو جائے گا تب یہ کام کرنا۔ اس نے اصرار کیا اور کہا کہ میں تو جاؤں گا میرے لئے کھانا پکا دو، والدہ نے کھانا دیدیا اور یہ کھانا لے کر چل دیا۔

چلتے چلتے ایک بستی آئی جس کے باہر ایک کنواں تھا جس پر چار عورتیں پانی بھر رہی تھیں۔ اس نے ان سے پوچھا کہ اس بستی کا کیا نام ہے۔ انھوں نے بتلایا کہ یہ ٹھگوں کی بستی ہے۔ یہ سن کر بڑا خوش ہوا کہ میں بھی ٹھگ کا بیٹا ہوں۔ پھر ان سے ان کا اور ان کے باپ کا نام معلوم کیا سب نے بتلا دیا، اس نے محفوظ کر لیا پھر ادھر ادھر کی باتوں میں مشغول ہوگیا۔ جب وہ پانی بھر کر جانے لگیں تو اس نے کہا اری مجھے کس پہ چھوڑ چلی ہو۔ اس پر وہ اس کو ساتھ لے آئیں اور چوپال میں لاکر ٹھہرا دیا اور خود اپنے اپنے گھروں میں چلی گئیں، اس نے ہر ایک کو دیکھ لیا کہ فلانی اس گھر میں گئی، فلانی اس گھر میں، جب شام ہوئی اور رات قریب ہوئی تو ان عورتوں کے شوہر باہر سے واپس آئے۔ چوپال میں دیکھا کوئی مہمان ہے جب کھانا کھا کر چوپال میں آئے اور حقہ پینے کا وقت آیا تو بات چیت شروع ہوئی۔ ان میں سے ایک نے کہا خالی پیلی کیا بات کرتے ہو کچھ ہار جیت کی بات ہونی چاہئے، دوسروں نے کہا ہاں مگر ایک شرط ہے وہ یہ کہ ہر شخص ایک ایک بات کہے گا اور جو شخص کسی کی بات جھوٹا بتلائے گا اسکو پانچ سو روپیہ جرمانہ دینا ہوگا لڑکے نے بھی بڑے زور وشور سے اس کو منظور کر لیا، اس کے بعد گفتگو شروع ہوئی۔

ایک نے کہا کہ ہمارے دادا کے یہاں ایک بھینس تھی جو اتنا دودھ دیتی تھی کہ پوری بستی کے لوگ اس کے دودھ میں کھیر پکا لیا کرتے تھے لڑکے نے کہا ضرور ہوگی پہلے خیر و برکت کا زمانہ تھا، دوسرے نے کہا کہ ہمارے دادا کے یہاں ایک بھینس تھی جو اتنا پیشاب کرتی تھی کہ جس میں کشتی چلتی تھی، لڑکے نے اس کی بھی تصدیق کی اور کہا کہ ضرور ہوگی جب اتنا دودھ دینے والی بھینس ہوسکتی ہے تو اتنا پیشاب کرنے والی بھینس بھی ہوسکتی ہے اس میں کیا اشکال ہے، تیسرے نے کہا کہ ہمارے دادا کے یہاں چاول کا ایک اتنا بڑا دانہ تھا کہ اس میں سے توڑ توڑ کر ہمارے دادا تمام بستی والوں کو دیتے رہتے اور وہ اس کی کھیر پکاتے۔ لڑکے نے اس کی بھی تصدیق کی۔ چوتھے نے کہا کہ ہمارے دادا کے یہاں اتنا لمبا بانس تھا کہ جس کو بادل میں مار مار کر پانی جھاڑ لیا کرتے تھے، بارش کروالیا کرتے تھے۔ لڑکے نے اس کی بھی تصدیق کی۔ جب یہ چاروں فارغ ہوگئے تو اس لڑکے سے کہا کہ تم بھی کچھ سناؤ۔ اس نے کہا کہ میں چھوٹا سا تھا۔ میرے والد نے میری شادی کردی، بیوی کافی عمر کی تھی اس لئے ہمارا نباہ نہ ہوسکا وہ گھر

سے چلی آئی۔ دوسری شادی کی تو وہ بھی اتفاق سے بڑی عمر کی عورت سے کر دی اس سے بھی نباہ نہ ہو سکا بالآخر وہ بھی ناراض ہو کر چلی آئی۔ تیسری شادی کی بدقسمتی سے وہ بھی زیادہ عمر کی نکلی ہمارا کام نہ چلا اس لئے وہ بھی چلی آئی چوتھی شادی کی تو وہ بھی قسمت سے بڑی عمر کی تھی اس سے بھی میل نہ کھایا وہ بھی گھر سے آ گئی۔ اس کے بعد کوئی شادی نہیں کی کہ اسلام میں بیک وقت چار سے زیادہ بیوی رکھنا جائز نہیں اور میں چونکہ نابالغ ہوں اس لئے میری طلاق بھی نہیں پڑ سکتی۔ آج جب میں سفر کر کے آ رہا تھا تو کنویں پر دیکھا کہ چار عورتیں پانی بھر رہی ہیں غور کیا تو چاروں میری بیویاں تھیں اور دیکھو پہلی بیوی کا نام یہ باپ کا نام یہ مکان کی طرف اشارہ کر کے کہا اس مکان میں ہے اور دوسری کا نام یہ اس کے باپ کا نام یہ ہے اور دوسرے مکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا وہ اس مکان میں موجود ہے اور تیسری کا نام یہ باپ کا نام یہ ہے اور تیسرے مکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔ اس مکان میں ہے اور چوتھی کا نام یہ اس کے باپ کا نام یہ ہے اور چوتھے مکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ اس مکان میں ہے یعنی چاروں تمہارے مکانوں میں ہیں، اب اگر میری بات کو سچا سمجھتے ہو تو چاروں عورتیں میرے حوالہ کر دو اور اگر جھوٹ سمجھتے ہو تو پانچ پانچ سو روپیہ دیدو، انھوں نے عاجز آ کر گالیاں دیتے ہوئے پانچ پانچ سو روپے اس کو دیئے اور کہا نکل ہمارے گاؤں میں سے خبردار جو یہاں سے آگے بڑھا اس نے کہا دیکھو جی خفا ہونے کی بات نہیں ہے میں نے تو اصولی بات کہی جو کہی۔ اس کے بعد یہ دو ہزار روپے لے کر گھر آیا اور ماں سے کہا میں ہوں ٹھگ کا بیٹا۔

ایک شخص حضرت امیر معاویہؓ کے دربان کے پاس آیا اور کہا کہ ''امیر کو پیغام دو کہ دروازے پر آپ کا حقیقی بھائی آیا ہے۔''

آپ نے دربان کی بات سن کر فرمایا۔

''میں اسے نہیں جانتا خیر تم اسے بلا لاؤ''

وہ اندر آیا تو آپ نے پوچھا۔

''تم میرے کون سے بھائی ہو۔''

جواب میں اس نے کہا۔

''آدم و حوا کا بیٹا......''

سیدنا معاویہؓ نے غلام سے فرمایا اسے ایک درہم دے دو۔

یہ سن کر وہ بولا۔

''آپ اپنے برادر حقیقی کو ایک درہم دے رہے ہیں۔''

حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا:

''خاموشی سے درہم لے کر چلے جاؤ اگر تمہارے بھائیوں کو خبر ہوگئی تو یہ درہم بھی حصے میں نہیں آئے گا۔'' (حافظ نور البصر)

خلیفہ کا حیلہ

خلیفہ معتضد باللہ کے متعلق ان کے مصاحبِ خاص ابوعبداللہ محمد ابن حمدون نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ معتضد باللہ نے رات کے وقت جب رات کا کھانا حاضر کیا جا چکا تھا مجھے حکم دیا کہ ہم کو کھانا کھلاؤ۔ دسترخوان پر مرغ مسلم اور تیتر بھونے ہوئے چنے گئے تھے۔ تو میں نے مرغ کے سینہ سے گوشت نکال کر پیش کیا تو اس سے انکار کیا اور کہا ران کا گوشت لاؤ۔ چند لقمے کھانے کے بعد تیتروں کا گوشت اتارنے کا ایماء ظاہر کیا۔ تو میں نے ان کی ران سے گوشت نکال کر پیش کیا۔ تو فرمایا کیا ہوگیا آج تو میرے ساتھ عجیب حرکات کر رہا ہے ان کے سینہ کا گوشت نکال۔ میں نے کہا اے میرے آقا! آج تو میں نے عقل کو پاؤں کے نیچے دبا رکھا ہے کہ بعید از عقل حرکات مجھ سے سرزد ہو رہی ہیں یہ سنکر ہنسنے لگے۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپ کو کتنا ہنساتا ہوں مگر آپ مجھے نہیں ہنساتے۔ فرمایا اس رومال کو اٹھاؤ اور جو اس کے نیچے سے ملے وہ لے لو۔ میں نے جب اس کو اٹھایا تو نیچے سے ایک دینار نکلا میں نے عرض کیا کہ میں اس کو لے لوں؟ فرمایا ہاں! میں نے کہا اس وقت میرے ساتھ عجیب بات آپ کر رہے ہیں ایک خلیفہ اپنے ندیم کو عطا کر رہے ہیں صرف ایک دینار! فرمایا افسوس ہے بیت المال میں تیرا کوئی حق اس سے زیادہ نہیں اور میرا نفس اپنے ذاتی مال میں سے دینا پسند نہیں کر رہا ہے لیکن اچھا میں ایک ایسا حیلہ کروں گا جس سے تجھ کو پانچ ہزار دینار مل جائیں۔ میں نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ کہنے لگے کہ کل جب میرے پاس قاسم یعنی ابن عبیداللہ (وزیر) آئیں گے اور میری نظر ان پر پڑے گی تو میں تجھ سے دیر تک مصنوعی سرگوشی کروں گا اور تیرے ساتھ اس طرح التفات کروں گا جیسا کہ کوئی غصہ کی حالت میں ہو اور تو اس سرگوشی کے دوران میں وزیر کی طرف کڑی نظر سے دیکھتے رہنا۔ جب میں یہ سرگوشی ختم کردوں تو چلے جانا تو جب تک وزیر باہر نہ جائے دہلیز کو مت چھوڑنا (اس کے آس پاس لگے رہنا) جب وزیر تجھ سے ملے گا تو تجھ سے بہت عمدہ طور سے مخاطب ہوگا اور تیری زبردستی دعوت کرے گا تجھ سے حال پوچھے گا تو اس سے اپنے افلاس کا حال بیان کرنا اور میری خدمتِ خاص کا اور اور کہنا کہ قرض اور عیال کے بوجھ نے کمر دوہری کر دی ہے۔ اور وہ جو کچھ تجھے دے وہ لے لینا اور جس قیمتی چیز پر تیری نظر پڑ جائے وہ اس سے طلب کر لینا وہ تجھے ضرور دیگا۔ یہاں تک کہ تو پانچ ہزار دینار کا حساب پورا کرے۔ پھر جب تو یہ سب لے لے گا۔ تو وہ تجھ سے پوچھے گا کہ وہ خاص باتیں کیا ہو رہی تھیں۔ تو پوری بات سچ سچ بیان کر دینا۔ خبردار جھوٹ مت بولنا اور بتا دینا کہ میں نے یہ ایک حیلہ کیا تھا اور ساری بات سنا دینا مگر یہ سب گفتگو اس وقت کرنا جب

اس کا اصرار بڑھ جائے اور تو اس کو راز میں رکھنے کے لئے اس سے قسم مغلظہ طلاق کی لے چکے اور یہ گفتگو اس وقت کرنا جب کہ تو تمام مال اپنے گھر میں پہنچا چکے۔

پھر جب کل کا دن آیا اور قاسم وزیر حاضر ہوئے تو خلیفہ نے اس کو دیکھ کر اس سے سرگوشی شروع کر دی اور سارا قصہ طے شدہ اسکیم کے مطابق پیش آیا۔ جب میں نکلا تو وزیر قاسم صاحب دروازہ پر موجود تھے، میرا انتظار کر رہے تھے۔ کہنے لگے کہ اے ابو محمد تم ہم کو کیوں ستایا کرتے ہو تم ہمارے پاس کبھی آتے ہی نہیں۔ کبھی ملاقات نہیں کرتے۔ نہ کبھی ہم سے اپنی کوئی حاجت بیان کرتے ہو میں نے ان سے عذر کیا کہ خلیفہ کی خدمت میں مسلسل کمربستہ رہنا پڑتا ہے کہنے لگے آج تو تم کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا اور کچھ وقت مسرت کے ساتھ گزارنا ہوگا۔ میں نے کہا کہ میں تو وزیر صاحب کا خادم ہوں۔ میرا ہاتھ پکڑ کر سواری میں بٹھا لیا اور مجھ سے میرا حال پوچھنا شروع کر دیا اور میں نے شکایت شروع کر دی کہ میں خلیفہ کا رازدار مصاحب ہوں اور تنگی معاش اور قرض میں مبتلا ہوں اور بیٹیوں کی شادی کا فکر ہے۔ خلیفہ کی لاپرواہی اور بخل کا بھی ذکر کیا تو بڑی ہمدردی سے کہنے لگے کہ جو کچھ ہماری وسعت میں ہے ہم اس سے ہرگز دریغ نہ کریں گے۔ اگر تم ہم سے پہلے ذکر کر دیتے تو ہم تمہاری مدد کرتے اور یہ تکلیفیں نہ پہنچنے دیتے۔ میں نے شکریہ ادا کیا پھر ہم مکان پر پہنچ گئے تو کسی طرف توجہ کئے بغیر اوپر چڑھ گئے اور ملازمین خاص سے کہا کہ آج کا دن ہم نے ابو محمد کے ساتھ مسرت سے گذارنے کا ارادہ کیا ہے کوئی مخل نہ ہو! اور خلوت گاہ کو بالکل خالی کر لیا اور مجھ سے باتیں شروع کر دیں میرے لئے دستر خوان بچھایا گیا اور میرے لئے میوے لائے گئے اور اپنے دست خاص سے اٹھا اٹھا کر دیتے رہے اور کھانا آیا اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ جب شراب کا شغل شروع ہوا تو میرے لئے تین ہزار دینار کا حکم ہوا۔ جن کو میں نے فوراً لیلیا اور کپڑے، خوشبوئیں اور سواریاں دی گئیں میں یہ سب وصول کرتا رہا اور میرے سامنے چاندی کی سینی تھی جس میں چاندی کی پیالیاں تھی اور بلوریں ظروف شرابتھے گلاس اور پیالے بیش قیمت بلور کے تھے۔ ان سب کے بارے میں حکم دیا گیا کہ میری سواری میں رکھ دیئے جائیں۔ میں نے بھی جس قیمتی چیز پر نظر پڑی وہ مانگ لی۔ ایک نفیس فرش مجھے دیا گیا کہ یہ بیٹیوں کے لئے ہے۔ پھر جب اہل مجلس رخصت ہوئے تو مجھے تنہائی میں کہا کہ اے ابو محمد میرے والد کے حقوق جو تم پر ہیں تم خود جانتے ہو اور میرے دوستی کا بھی حق ہے میں نے کہا میں تو وزیر صاحب کا خادم ہوں کہنے لگے کہ میں تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں مگر قسم کھاؤ کہ تم بالکل سچی بات بیان کرو گے۔ میں نے کہا بسر و چشم پھر مجھے سچ بولنے پر اللہ کی قسم کھلائی اور سچائی پر بیوی پر طلاق اور آزاد ہو جانے کی شرط بھی قبول کرائی۔ پھر سوال کیا کہ میرے بارے میں کس معاملہ پر تم اور خلیفہ آج سرگوشی کر رہے تھے تو میں نے سچائی کے ساتھ تمام ماجرا حرف بحرف سنا دیا۔ کہنے لگے تم نے مجھے بہت ہلکا کر دیا اور چونکہ خلیفہ کی نیت نیک ہے تو مجھے اس سے کوئی گرانی نہیں ہوئی میں وزیر صاحب کا شکریہ ادا کر کے اپنے گھر واپس آ گیا۔

بنجمن فرینکلن

بنجمن فرینکلن کی دوکان میں ایک گاہک داخل ہوا اور کتابیں الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ گاہک کافی وقت ضائع کرنے کے بعد ایک کتاب کھول کر پڑھنے لگا پھر جب اسے وقت کی بربادی کا کچھ احساس ہوا تو کتاب کی ورق گردانی بند کر دی اور سیلز مین کی طرف کتاب بڑھاتے ہوئے کہا۔ جناب اس کتاب کی قیمت کیا ہے؟

سیلز مین نے جواب دیا: ''ایک ڈالر۔''

بے فکر گاہک نے کچھ سوچتے ہوئے کہا: ''ایک ڈالر تو بہت ہے کچھ کم نہیں کرو گے۔''

سیلز مین نے اکتا کر جواب دیا: ''جناب یہ قیمت میں نے مقرر نہیں کی ہے کمپنی نے رکھی ہے۔''

گاہک نے ادھر ادھر نظریں دوڑاتے ہوئے پوچھا: ''مسٹر فرینکلن کہاں ہیں۔''

سیلز مین نے اندر دفتر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''وہاں دفتر میں موجود ہیں۔''

''میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''اس وقت وہ بہت مصروف ہیں۔''

گاہک نے ملنے پر اصرار کیا تو سیلز مین نے کہا۔ اچھا آپ یہیں تشریف رکھیں میں انہیں مطلع کرتا ہوں۔ اگر انہوں نے ملاقات پر آمادگی کا اظہار کیا تو میں آپ کو بلا لوں گا۔

سیلز مین اندر دفتر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ واپس آیا تو مسٹر فرینکلن بھی اس کے ساتھ تھے۔ سیلز مین نے گاہک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جناب یہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

فرینکلن نے سر سے پیر تک گاہک کو دیکھا لیکن وہ اسے پہچان نہیں سکے، پوچھا۔ جناب معاف کیجئے میں آپ کو پہچان نہیں سکا۔

گاہک نے نہایت تپاک سے ہاتھ ملایا اور کہا ''بے شک آپ مجھے کس طرح پہچان سکتے ہیں جبکہ ہم دونوں ایک دوسرے سے پہلی بار مل رہے ہیں۔ فرینکلن نے سوال کیا۔ مجھ سے کوئی کام؟

گاہک نے اپنی پسندیدہ کتاب فرینکلن کے سامنے رکھ دی اور کہا جناب والا! آپ کا سیلز مین اس کتاب کی قیمت ایک ڈالر بتاتا ہے لیکن میں اس پر مصر ہوں کہ یہ زیادہ قیمت ہے کیا آپ اس قیمت میں کوئی کمی کر سکتے ہیں؟

فرینکلن نے کتاب کو الٹ پلٹ کر دیکھا پھر جواب دیا اب اس کتاب کی قیمت سوا ڈالر ہو گئی ہے سوا ڈالر ادا کر کے کتاب لے جائیے۔
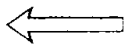
گاہک حیران ہوگیا، بولا واہ جناب یہ تو عجیب بات ہوئی ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ کے سیلز مین نے اس کی قیمت ایک ڈالر بتائی تھی۔ اب آپ سواڈالر بتا رہے ہیں۔ آخر یہ معاملہ کیا ہے؟

فرینکلن نے جواب دیا اگر آپ مجھے طلب نہ فرماتے اور مجھے اپنا ضروری کام چھوڑ کے یہاں نہ آنا پڑتا تو میرا سیلز مین یہ کتاب ایک ڈالر ہی میں فروخت کر دیتا۔

گاہک ہنسنے لگا۔ خوب خوب! یہ خوب رہی اچھا تو اب آپ یہ بتائیے کہ اس کتاب کی کم سے کم قیمت مجھ سے کیا لینا پسند فرمائیں گے۔

فرینکلن نے متانت سے جواب دیا صرف ڈیڑھ ڈالر۔

گاہک اچھل کر بولا۔ یہ کیا یہ کیا۔ یعنی ایک سے سوا اور سوا سے ڈیڑھ ڈالر۔ یعنی یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ آخر اس کتاب میں خصوصیت کیا ہے؟ جو آپ اسکے دام بڑھائے جا رہے ہیں۔

فرینکلن نے جواب دیا میں کتاب میں اپنے وقت کی قیمت بھی شامل کر رہا ہوں۔ ذرا دیر بعد اس کی قیمت دو ڈالر ہونے والی ہے۔ گاہک نے فوراً جیب سے ڈیڑھ ڈالر نکال کر فرینکلن کے حوالے کیے۔ اور کتاب لے کر جاتے ہوئے بولا۔ مسٹر فرینکلن آپ نے اس وقت مجھے جو سبق دیا ہے اسے میں زندگی بھر نہیں بھولوں گا آپ کا بہت بہت شکریہ۔

حضرت معروف کرخیؒ کے مرید کی حکایت

حضرت معروف کرخیؒ کی حکایت ہے کہ ایک شخص نے ان سے عرض کیا کہ آپ کا فلاں مرید شراب خانہ میں مست پڑا ہے۔ حضرت کو غیبت کرنا اس کا برا معلوم ہوا اور اس کو سزا دینا چاہا۔ زبان سے تو کچھ نہیں فرمایا۔ فرمایا کہ جاؤ اس کو سدھے پر اٹھالاؤ، یہ بہت چکرائے اور پچھتائے لیکن کرتے کیا پیر کا حکم تھا شراب خانے میں گئے اور اس کو کندھے پر لا رہے تھے اور لوگ کہتے تھے کہ بھائی ان صوفیوں کا بھی کچھ اعتبار نہیں دیکھو دونوں نے شراب پی رکھی ہے، ایک کو تو نشہ ہوگیا دوسرے کو اب ہوگا۔ دونوں اپنا عیب چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

فائدہ: اس لئے حدیث شریف میں غیبت کرنے کو زنا سے اشد بتایا گیا ہے، حضرت معروف کرخیؒ نے عملی طریقے سے غیبت سے بچنے کا علاج کیا ہے۔

ایک تاجر کا واقعہ

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک تاجر آیا کرتے تھے اور جب بھی آتے تو سال بھر کی تجارت کا خسارہ حضرت کو سناتے تھے کہ حضرت! اس سال بیس کروڑ کا خسارہ ہوگیا، اس سال دس کروڑ کا خسارہ ہوگیا اور اس سال پانچ کروڑ کا خسارہ ہوگیا۔ تو وہ کروڑوں اور لاکھوں میں حضرت کو اپنا نقصان بتاتے اور حضرت یہ سن کر بہت دلگیر ہوتے کہ یہ بے چارہ مسکین سال بھر محنت کرتا رہتا ہے اور آخر میں اس کو اتنا بھاری نقصان ہوجاتا ہے۔ آخر ایک دن حضرتؒ نے اس تاجر سے پوچھا کہ بھائی! تم ایسا کونسا کاروبار کرتے ہو کہ اس میں نفع کا کوئی خانہ ہی نہیں کبھی یہ نہیں بتاتے کہ اتنا نفع ہوا بلکہ جب بھی بتاتے ہو تو نقصان ہی نقصان کا ذکر کرتے ہو، تو تمہیں کونسی ایسی مجبوری ہے کہ اتنے نقصان والے کاروبار کو اختیار کیے ہوئے ہو، یہ کیسا نقصان ہے کہ تم ہمیشہ اس کو برداشت کرتے رہتے ہو اور ذکر کرتے رہتے ہو، مگر اس کو چھوڑنے کا نام تک نہیں لیتے، بھئی اگر اتنا بڑا نقصان تمہیں مستقل برداشت کرنا پڑ رہا ہے تو اس کاروبار کو چھوڑ کر کوئی ایسا کاروبار کرو جس میں نفع بھی ہو، ہمیشہ خسارہ دینے والے کاروبار کو چھوڑ دو۔ تو اس تاجر نے کہا کہ حضرت دراصل بات یہ ہے کہ ہم جب کوئی فیکٹری یا کارخانہ لگاتے ہیں یا کوئی مال وغیرہ خریدتے ہیں تو ہم اپنے ذہن میں یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ اس سال اس میں ہمیں اتنا نفع ہونا چاہئے، مثلاً ہم یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ اس سال اس فیکٹری یا کارخانے میں ہمیں دس کروڑ کا فائدہ ہونا چاہئے اور پھر اس میں اگر پانچ کروڑ نفع ہوا تو ہم لوگوں کو یہ بتاتے ہیں کہ اس میں پانچ کروڑ نقصان ہوا ہے، یا مثلاً ہم نے یہ تخمینہ لگایا کہ اس سال ہمیں پچاس لاکھ کا فائدہ ہونا چاہئے اور چالیس لاکھ کا نفع ہوا تو ہم کہتے ہیں کہ دس لاکھ کا نقصان ہوگیا۔ یعنی دس لاکھ جو کہ متوقع نفع تھا، اس کو نقصان شمار کرتے ہیں اور حقیقت میں جو چالیس لاکھ کا فائدہ اور نفع ہوا، اس کا کہیں بھی تذکرہ نہیں کرتے۔

حضرتؒ نے جب یہ سنا تو سر پکڑ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ میں سمجھا کہ اس بے چارے کا کتنا نقصان ہو رہا ہے، مگر معلوم ہوا کہ ان تاجر لوگوں کے ہاں عدم النفع بھی خسارہ ہے اور عموماً ہمارے یہاں اس کی زیادہ اہمیت نہیں، حالانکہ آخرت کے اعتبار سے ہمیں اس کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہئے کہ جن جن اوقات ولمحات اور جن کاموں میں ہم حسن نیت کے ذریعہ یا کسی اور طرح سے آخرت میں ثواب عظیم حاصل کرسکتے ہیں تو کرلینا چاہئے، اور اگر نہ کرسکیں تو یہ تو بڑا خسارہ اور نقصان ہے۔

حکایت کھینچنا چوھے کا مہار شتر

ایک چوہے نے ایک اونٹ کی مہار ہاتھ میں لیکر بھاگنے کی کوشش کی۔اونٹ نے یہ حرکت دیکھ کر اس کی بیوقوفی کو اور ڈھیل دی اور اپنے آپ کو اسکے تابع کر دیا۔جس طرف آگے وہ چوہا چل رہا تھا۔ پیچھے پیچھے یہ اونٹ مثل تابعدار غلام کے چل رہا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دریا سامنے آیا اب تو چوہے کے اوسان خطا ہوئے اور سوچنے لگا کہ اب تک تو میں نے ایسے عظیم القامت جسم کی رہبری کی اور مجھے یہ فخر تھا کہ ایک اونٹ میرا تابع تھا مگر پانی میں رہبری کس طرح کروں یہ سوچتے ہوئے چوہا کھڑا ہو گیا۔

موش آنجا ایستادو خشک گشت

گفت اشتر اے رفیق کوہ و دشت

چوہا تو وہیں کھڑا ہو گیا اور خشک ہو گیا اونٹ نے کہا! ''اے ساتھی میرے پہاڑ و جنگل کے۔''

ایں توقف چیست و حیرانی چرا

پانبہ مدانہ اندر جو درآ

یہ توقف کیوں اور یہ حیرانی کیوں؟ تو جلد دریا کے اندر قدم رکھدے۔

چوہے نے کہا میں اس میں ڈوب جانے کا خوف کرتا ہوں۔

اونٹ نے کہا اچھا میں دیکھتا ہوں کہ پانی کس قدر ہے آیا تم ڈوب سکو گے یا نہیں ایک قدم دریا میں رکھ کر کہا اے موش اور اے میرے شیخ و راہبر صرف گھٹنے تک پانی ہے یہاں تو رہبری کیجئے۔

چوہے نے کہا جہاں پانی تمہارے گھٹنے تک ہے وہاں تو میرے سر پر کئی گنا پانی اونچا ہوگا میرے اور تمہارے زانو میں فرق ہے۔

اونٹ نے کہا اب گستاخی نہ کرو فوراً پانی میں آکر رہبری کرو آپ کو تو میری رہبری پر بڑا ناز و فخر تھا اور بڑا اعزاز حاصل تھا۔ اے احمق میں نے تیرے پیچھے اس لئے اقتدار کی تھی تاکہ تیری حماقت اور زیادہ ہو جاوے۔

چوہے نے کہا پانی میں اترنا میرے ہلاکت ہے۔میری توبہ ہے آپ معاف کر دیجئے آئندہ آپ کا مقتدا اور شیخ بننے کا کبھی خیال بھی نہ گزرے گا۔

گفت تو بہ کردم از بہر خدا

بگزراں زیں آب مہلک مر مرا

چوہے نے کہا میں نے اللہ کے لئے توبہ کی میری جان اس خطرناک پانی سے چھڑا لیجئے۔

اونٹ کو چوہے کی توبہ اور ندامت پر رحم آیا اور اس نے کہا کہ آجا میرے کوہان پر بیٹھ جا تو اور سو ۱۰۰ تیرے جیسے اور چوہے بھی میری پیٹھ پر بیٹھ کر ایسے پانی سے بحفاظت گزر سکتے ہیں۔

دودھ کا دودھ پانی کا پانی

ایک شخص دودھ اس میں اسی کے بقدر پانی ملا کر بیچتا تھا ایک روز دودھ بیچ کر آ رہا تھا۔ روپوں کو اپنی لنگی میں باندھ رکھا تھا درخت کے نیچے ان کو رکھ کر قضاء حاجت کے لئے چلا گیا، بندر جو پہلے سے درخت پر تھا نیچے اترا اور لنگی روپوں کی اٹھا کر درخت پر چڑھ گیا۔ یہ آیا اور ماجرا دیکھا تو کوشش کی کہ بندر سے روپیہ حاصل کر لے مگر وہ اس کے ہاتھ نہ آیا مجبوراً بیٹھا رہا اتفاق سے درخت کے نیچے کنواں تھا، اب بندر نے روپوں کی گرہ کو دانت سے پھاڑا اور اس میں سے ایک روپیہ کنویں میں اور ایک اس کی طرف پھینکنا شروع کیا یہاں تک کہ آدھے روپے کنویں میں گئے اور آدھے اس کے پاس پہنچے تب اس نے کہا دودھ کا دودھ پانی کا پانی یعنی جو دودھ کے پیسے تھے وہ مجھے مل گئے اور جو پانی کے پیسے تھے وہ پانی میں چلے گئے۔

ایتھنز

ایتھنز کے ان پڑھ فلسفی دیو جانس قلبی نے بازار سے گزرتے ہوئے ایک پہلوان کو دیکھا جو طبیب کا پیشہ اختیار کر چکا تھا۔ اور مریضوں کی نبض دیکھ رہا تھا دیو جانس مطب میں داخل ہو گیا اور اس نے پہلوان طبیب کے شانے پر ہاتھ رکھ کر دریافت کیا۔ ''یہ تم نے طبابت کا پیشہ کب سے اختیار کیا ہے۔ پہلوان طبیب نے جواب دیا دراصل میں اپنے پیشے سے مطمئن نہیں تھا اور ایک طبیب کے مقابلے میں پہلوان کی کوئی عزت نہیں''۔ دیو جانس قلبی نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی اور شاباش دیتا ہوا بولا۔ ''خوب! جہاں تک میں جانتا ہوں تمہارے حریف پہلوانوں نے ہمیشہ تمہیں پچھاڑا ہے لیکن اب طبیب بن کر دوسروں کو پچھاڑتے رہو گے۔

عمر کا مصرف

حضرت حاتم اصم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے اپنی عمر کس کام میں صرف کی۔ فرمایا چار چیزوں میں ایک تو یہ کہ میں جانتا تھا کہ اللہ کی آنکھ سے میں چھپ نہیں سکتا پس مجھے شرم آتی کہ اس کے سامنے اس کی نافرمانی کروں۔ دوسرے میں نے جان لیا کہ میرا رزق مجھ سے متجاوز نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے اس کا ذمہ بھی لے لیا ہے تو میں نے اسی پر اعتماد کر لیا اور اس کی طلب ترک کر کے بیٹھ رہا۔ تیسرے میں نے جان لیا کہ مجھ پر چند فرائض ہیں جنہیں میرے سوا کوئی دوسرا ادا نہیں کر سکتا تو میں اس میں مشغول ہو گیا۔ چوتھے میں نے جانا کہ میری اجل معین ہے جو میری طرف جلدی کر رہی ہے تو میں بھی اس کی طرف دوڑنے لگا اور آخرت کی تیاری کرنے لگا۔ اب میں مشغول ہوں اس چیز کی فکر میں جو مجھے اللہ تعالیٰ کی جناب سے ملنے والی ہے۔

زندہ کرنے والا

ایک گھر سے رونے پیٹنے کی آوازیں سنائی دیں تو لوگ جمع ہونے لگے۔ انہی میں ایک حاجت مند زندہ دل بھی شامل تھا۔ اس نے لوگوں سے پوچھا یہ کیا ہوا یہ لوگ کیوں رو رہے ہیں؟ کسی نے جواب دیا صاحب خانہ کا انتقال ہو گیا ہے اس کے غم میں لوگ رو رہے ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ میں اسے زندہ کر سکتا ہوں کیونکہ مجھے بعض ایسی دعائیں یاد ہیں جن سے مردے جی اٹھتے ہیں۔ لوگوں نے اس مسیحا نفس کو گھر والوں سے ملا دیا۔ اس نے گھر والوں سے کہا پہلے میں کھانا کھاؤں گا۔ اس کے بعد زندہ کروں گا۔

لوگوں نے اسے پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔ کھانا کھانے کے بعد اس نے زوردار ڈکار لی اور پوچھا مرنے والے کا نام اور پیشہ کیا تھا؟ کسی نے بتایا لوگوں کو سود پر روپے دیا کرتا تھا۔

مسخرے پیٹ بھرے نے بناوٹی غصے سے کہا۔ لاحول ولا قوۃ میں تو سمجھا تھا کہ مرنے والا کوئی شریف انسان ہوگا۔ یہ تو ایک بدنام زمانہ شخص تھا اس ذلیل کا مر جانا ہی بہتر ہوا میں اسے کسی قیمت پر زندہ نہیں کروں گا۔

شرم

ایک دیہاتی کو لومڑی نے کاٹ لیا تو یہ دم کرنے والے کے پاس آیا اس نے پوچھا کس جانور نے کاٹا ہے۔ اسے شرم آئی کہ لومڑی کا نام لے تو کہہ دیا کہ کتے نے کاٹا ہے۔ اس نے دم پڑھنا شروع کیا تو اس نے کہا کہ اس میں تھوڑا سا لومڑی والا دم بھی ملا لینا۔

دولت خانہ

ایک مہمان نواز بھیڑیئے نے غریب بکری کے بچے سے کہا۔ ''کیا آپ میرے غریب خانہ کو اپنی تشریف آوری سے عزت بخشیں گے'' بکری کے بچے نے جواب دیا۔ ''جناب کی ملاقات میرے لئے بڑے فخر و ناز کا سبب ہوتی، اگر آپ کا دولت خانہ آپ کا معدہ نہ ہوتا۔''

بدنصیب

مدائنی نے بیان کیا کہ مطلب بن محمد الحنطبی مکہ کے قاضی تھے اور ان کی زوجیت میں ایک ایسی عورت تھی جس کے چار شوہر مر چکے تھے جب قاضی صاحب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو وہ ان کے سرہانے بیٹھ کر روئی اور کہنے لگی مجھے کس کے پاس زندگی بسر کرنے کی وصیت کرتے ہو تو قاضی صاحب نے جواب دیا چھٹے بدنصیب کے پاس۔

سچی بات

حضرت بایزید بسطامی نے کسی دیوانے کو یہ کہتے سنا کہ اے اللہ میری جانب نظر فرمایا۔ آپ نے پوچھا کہ تو نے ایسے کون سے اعمال نیک کیے ہیں جو اسکی نظر تیری طرف اٹھے۔ اس نے جواب دیا کہ جب اسکی نظر مجھ پر پڑ جائے گی تو اعمال خود بخود اچھے ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا تو سچا ہے۔

شیطان کے پیغمبر

کیمبرج کے زمانے میں چند ہم عصروں سے مذہب پر بحث چھڑ گئی۔ایک صاحب نے اقبال سے پوچھا۔''یہ کیا بات ہے کہ جتنے بھی پیغمبر اور بانیان مذہب دنیا میں آئے،وہ سب ایشیا میں آئے۔یورپ میں ایک بھی پیدا نہیں ہوا''۔

ڈاکٹر اقبال نے جواب دیا۔''بھئی! شروع شروع میں اللہ میاں اور شیطان نے اپنا اپنا پینترا جما لیا۔اللہ نے ایشیاء کو پسند کیا اور شیطان نے یورپ کو۔اسی لئے جو پیغمبر اللہ کی طرف سے آئے۔وہ ایشیا میں مبعوث ہوئے''۔

وہ صاحب بول اٹھے۔

''تو پھر شیطان کے پیغمبر کیا ہوئے؟''

اقبال نے جواب دیا۔''یہ تمہارے میکاولی اور مشہور اہل سیاست اس کے رسول ہیں''۔

اس بات پر زبردست قہقہہ پڑا۔(محمد اقبال قیصر،عارف والا)

حضرت امیر شریعتؒ کی حکایات

سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم نے ایک مرتبہ از راہِ مذاق مولانا محمد بخش مسلم سے کہا! تم کہاں کے صحیح مسلم ہو؟ مولانا نے جواباً کہا! آپ کون سے ''صحیح بخاری'' ہیں۔

ایک مرتبہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری ڈھاکہ گئے،تو بنگالی مسلمانوں نے از راہِ عقیدت یہ نعرے لگائے۔

''بخاری شریف زندہ باد''

ایک مرتبہ شاہ صاحب نے تقریر کے دوران ''بخاری شریف'' میں درج ایک حدیث میں اس طرح بیان کی کہ الفاظ آگے پیچھے ہو گئے،اس پر دوسرے مقرر نے کہا! ''بخاری' کہتا ہے حدیث کے الفاظ یوں ہیں،لیکن ''بخاری'' کہتی ہے کہ حدیث کے الفاظ یوں نہیں بلکہ یوں ہیں۔

اس طرح اس نے شاہ صاحب کے نام اور حدیث کی مشہور کتاب بخاری کے نام کی مناسبت سے دلچسپی پیدا کی۔

قاھرہ کے نمازی

کرنل محمد خان ''بجنگ آمد'' میں قاہرہ کی ایک مسجد میں نماز پڑھنے کے واقعے کو یوں بیان کرتے ہیں۔

''ابھی ہم نے نماز شروع نہ کی تھی کہ ساتھ کے نمازی عین نماز کے درمیان سر پھیر کر نہایت بے تکلفی سے ہمیں تکنے لگے،کبھی مجھے دیکھتے،کبھی اصغر کو اور ساتھ ہی نماز بھی پڑھتے جا رہے تھے۔یوں معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ہم سے خیریت مزاج بھی پوچھنے والے ہیں،لیکن شاید ''آمین'' تک پہنچ گئے تھے۔اس لئے اچانک منہ خانہ کعبہ کی طرف کر کے رکوع میں چلے گئے۔''

میں ابھی اس صدمے سے سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اصغر بولے! ادھر دیکھنا اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بوڑھی سی خاتون نے جو ''التحیات'' میں ہیں،دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں ایک سلگتا سگریٹ تھام رکھا ہے اور وقتاً فوقتاً نہایت تسلی بخش سا ''کش'' لگا لیتی ہیں اور خانہ خدا میں نیلے دھوئیں کے مرغولے اور محرابیں تعمیر کر رہی ہیں،حیران تھے لیکن کیا کہہ سکتے تھے،سوائے اسکے کہ:

یہ معاملے ہیں نازک،جو تری رضا ہو تو کر

بیماری کی لذت

جسم کے اوپر پھوڑے پھنسیاں ہو جائیں اور اس مریض سے جا کے پوچھا جائے کہ سب سے زیادہ آپ کو کونسی چیز اچھی لگتی ہے تو وہ کیا کہے گا۔ کسی نے از راہ مذاق یہ بات کہی ہے کہ:

لڈو میں نہ پیڑے میں نہ برفی میں مزہ ہے
بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ہر شخص پسند کرتا ہے
لڈو میں نہ پیڑے میں نہ برفی میں مزہ ہے
جو حضرت کھجلی کے کھجانے میں مزہ ہے

وہ کہے گا کہ ساری دنیا کی نعمتیں ایک طرف لیکن جو چیز میرے بدن کے اوپر ہو رہی ہے۔ اس میں تو کھجانے ہی میں ساری لذت ہے اور کسی چیز میں نہیں۔

کھجانے میں لذت تو ہے لیکن معاف کیجئے۔ یہ لذت بیماری کی لذت ہے۔ اگر آپ کا ذوق اچھا ہو۔ صحیح ذوق آپ کے پاس ہو تو یاد رکھئے کہ گناہوں میں جو لذت آپ کو مل رہی ہے۔ یہ درحقیقت ایسی ہی بیماری کی لذت ہے جیسے پھوڑے پھنسی والوں کو کھجانے میں لذت ملتی ہے۔

اونٹ ہی اونٹ

ایک اعرابی سے کسی نے پوچھا! تم کھاتے کیا ہو۔

اس نے جواب دیا! اونٹ۔

اس نے پوچھا! پیتے کیا ہو۔

وہ بولا! اونٹ۔

اعرابی سے پوچھا! اوڑھتے کیا ہو۔

جواب ملا! اونٹ۔

پھر پوچھا! بچھاتے کیا ہو۔

جواب ملا! اونٹ۔

وہ تنگ آ کر پوچھنے لگا، مکان کس چیز کا بناتے ہو؟ جلاتے کیا ہو؟ سواری کس چیز پر کرتے ہو؟ اعرابی مسلسل اونٹ، اونٹ کی گردان کرتا رہا۔

سوال کرنے والے نے کہا! میرے ہر سوال کے جواب میں تم اونٹ کی تکرار کر رہے ہو۔ آخر مسئلہ کیا ہے۔ وہ بولا۔ اونٹ کا گوشت کھاتا ہوں۔ بچھاتا ہوں۔ اونٹ کی کھال کا خیمہ بنا کر اس میں رہتا ہوں اونٹ کی مینگنیاں جلاتا ہوں۔ اونٹ پر چڑھتا ہوں اور اونٹ کا ہی کاروبار کرتا ہوں۔

اصلاح سے معذوری

علامہ اقبال کے دوست نصر اللہ خاں کے ایک عزیز حلقۂ شیطان میں جا شامل ہوئے یعنی دہریہ ہو گئے...... نصر اللہ خاں انہیں لے کر علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یہ میرے عزیز خدا کو نہیں مانتے۔ آپ انہیں سمجھائیں...... اس پر علامہ اقبال مسکرائے اور فرمایا: ''جسکو اللہ نہ سمجھا سکا اسکو میں کیا سمجھاؤں گا''۔

(بحوالہ ماہنامہ ''افق'' کراچی، جون: ۸۱ء، ص ۱۵۵)

راشی کا خواب

رشوت کا کاروبار ان کے ذہنوں پر ایسا مسلط رہتا ہے کہ یہ خواب بھی رشوت ہی کے دیکھتے ہیں، مشہور ہے کہ ایک راشی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ سو رہا تھا۔ اس نے خواب میں ایک بے گناہ کو پکڑ لیا، پہلے تو اسے خوب ڈرایا دھمکایا، پھر اس کے ساتھ خواب ہی میں سودے بازی کرنے لگا راشی کم از کم پچاس روپے لینا چاہتا تھا مگر وہ غریب انسان پانچ روپے سے زیادہ دینے کے لئے تیار نہیں تھا ابھی سودے بازی ہو رہی تھی کہ صبح ہوگئی اور مسز راشی نے اسے جھنجھوڑ کر نیند سے بیدار کر دیا، راشی کو اپنی بیوی پر بڑا غصہ آیا کہ اس نے سودا مکمل نہ ہونے دیا، راشی نے بیدار ہونے کے بعد پھر آنکھیں بند کرلیں اور کہنے لگا اچھا لاؤ یار پانچ روپے ہی دے دو۔ تو یہ ایسی بد بخت مخلوق ہے کہ اسے خواب میں بھی رشوت ہی کا لین دین دکھائی دیتا ہے۔

فیس

ایک ڈاکٹر کامیابی کے موضوع پر تقریر کر رہا تھا کہ ڈاکٹر کی کامیابی میں اس کی فیس کا بہت دخل ہے۔ میری مثال لے لیجئے۔ اگر میں کسی مریض کو دیکھنے اس کے گھر جاؤں تو پچاس روپے لے لیتا ہوں۔ اگر مریض میرے مطب میں آئے تو اسے بیس روپے دینے پڑتے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص ٹیلی فون پر مجھ سے طبی مشورہ لے تو اس کی فیس دس روپے ہوتی ہے۔

اچانک ایک کونے سے آواز آئی۔ ڈاکٹر صاحب اگر آپ کسی مریض کے قریب سے گزریں تو آپ کی فیس کتنی ہوتی ہے۔

دھوکہ

عبدالملک بن عمیر سے مروی ہے کہ میں نے مغیرہ بن شعبہ سے سنا فرماتے تھے کہ مجھے بنی جرت بن کعبہ کے ایک لڑکے کے علاوہ کسی نے دھوکہ نہیں دیا۔ میں نے اس کے سامنے ایک عورت کا ذکر کیا کہ میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں تو اس لڑکے نے مجھ کو کہا اے امیر اس عورت میں کوئی خیر نہیں ہے۔ میں نے پوچھا کیوں؟ کہا میں نے ایک مرد کو اس کا بوسہ لیتے دیکھا ہے تو میں ٹھہر گیا۔ چند دن بعد خبر ملی کہ اس لڑکے نے ہی اس عورت سے شادی رچالی۔ میں نے پیغام بھیجا کہ تو نے مجھے نہ کہا تھا کہ میں نے ایک مرد کو اس کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے؟ کہا کیوں نہیں؟ میں نے اس کے والد کو اس کا بوسہ لیتے دیکھا تھا۔

روحانی و دنیاوی علوم

مولانا روم اور شمس تبریزی کی ملاقات اس وقت ہوئی تھی جب وہ اپنے وقت کے سب سے بڑے عالم ہونے کی حیثیت سے دربار شاہی میں عالی مقام رکھتے تھے۔

ایک دن مولانا روم تالاب کے کنارے مطالعہ میں مصروف تھے کہ شمس تبریزی کا ادھر سے گزر ہوا اور انہوں نے کتابوں کی طرف اشارہ کر کے پوچھا: ''یہ کیا ہے؟''...... مولانا روم نے جنہیں اپنے علم پر بے حد ناز تھا طنز فرمایا: ''یہ وہ ہے جس کی تمہیں خبر نہیں''...... یہ کہنے کی دیر تھی کہ کتابیں جلنے لگیں اور مولانا روم نے گھبرا کر شمس تبریزی سے پوچھا: ''یہ کیا ہے''...... شمس نے تحمل سے جواب دیا: ''یہ وہ ہے جس کی تمہیں خبر نہیں''۔

مولانا روم یہ جواب سن کر بہت پشیماں ہوئے اور انہیں احساس ہوا کہ روحانیت کے بغیر دنیاوی علم مکمل نہیں ہوسکتا...... انہوں نے اسی تالاب کے کنارے شمس تبریزیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر ان کے قتل کے وقت تک ان کے ساتھ رہے۔

یاد اور بھول

ابوالمنذر ہشام بن محمد السائب الکلبی المتوفی ۲۰۴ھ اپنے اپنے زمانے میں علم النساب میں اعلم الناس تھے اور تاریخ میں خصوصی مہارت رکھتے علم انساب اور تاریخ میں ان کی بے بہا تصانیف کا ذکر مورخین نے فرمایا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے ایسا یاد کیا ہے کہ کسی نے نہ کیا ہوگا اور بھولا بھی ایسا کہ کبھی کوئی بھولا نہ ہوگا۔

فرماتے ہیں کہ میرے چچا ہمیشہ مجھے قرآن مجید یاد نہ کرنے پر لعنت ملامت کیا کرتے تھے۔ ایک دن مجھے بڑی غیرت آئی میں ایک گھر میں بیٹھ گیا اور قسم کھائی کہ جب تک کلام باری حفظ نہ کرلوں گا اس گھر سے باہر نہ نکلوں گا۔ چنانچہ میں نے پورے تین دن میں قرآن کریم کو حفظ کر کے اپنی قسم پوری کرلی۔ اور بھول جانے کا قصہ یہ ہے کہ میں نے آئینہ میں دیکھا کہ داڑھی لمبی ہوگئی ہے تو میں نے اس کو چھوٹی کرنا چاہا۔ ایک مشت سے زیادہ کو قطع کرنے کے لئے داڑھی مٹھی میں لی اور بجائے نیچے کے اوپر قینچی چلادی۔ چنانچہ داڑھی صاف ہوگئی۔

تھامس ایلوا ایڈیسن اور تعارف

تھامس ایلوا ایڈیسن ان چند سائنسدانوں میں سے ایک ہے جس نے بہت سی ایسی ایجادیں کیں جن سے آج انسانیت فیض اٹھارہی ہے۔ گراموفون، بلب وغیرہ سب اسی کے آئیڈیئے تھے۔ وہ اپنے کام میں اس قدر غرق رہتا تھا کہ بہت سی عام باتیں بھول جاتا تھا...... ایک بار وہ کسی قطار میں کچھ خریدنے کے لئے کھڑا ہوا۔ اپنی سوچوں میں بہت دور چلا گیا۔ اسی دوران اس کا نمبر آ گیا اور کلرک نے اس سے پوچھا: ''آپ کا نام جناب؟''...... ایڈیسن ٹپٹا گیا۔ خیالوں میں اس کا اپنا نام اس کے ذہن سے نکل گیا تھا۔ اسی عالم میں اس نے جلدی سے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے آدمی سے پوچھا: ''کیوں جناب! کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ میرا نام کیا ہے؟''...... وہ آدمی مسکرایا اور اس نے کہا: ''کیوں نہیں جناب! آپ کا نام تھامس ایلوا ایڈیسن ہے''...... ایڈیسن نے خوش ہو کر کلارک کو دیکھا اور کہا: ''بالکل ٹھیک! مجھے تھامس ایلوا ایڈیسن کہتے ہیں۔''

(بحوالہ ماہنامہ ''تلاش'' دہلی مئی ۹۷ء، ص ۱۳)

راز کی بات

ایک گاؤں کا امام مسجد، مسجد میں آ کر بغیر وضو کیے مصلے پر کھڑا ہو گیا گاؤں میں ایک مہمان آیا ہوا تھا، اس نے یہ دیکھ کر مولوی صاحب سے کہا کہ یہ کیا، وضو کے بغیر ہی نماز پڑھانے لگے: بھائی یہ بھی ایک راز کی بات ہے جو صرف تجھ کو بتارہا ہوں۔ یہ لوگ مجھے دیتے لیتے کچھ بھی نہیں اس لئے میں بھی انکو کافر کر کے مار رہا ہوں۔

جب خدا کو ہندوں نے کھالیا

ایک ہندو سفر پر روانہ ہوا تو اسکی بیوی نے اسے گیہوں کا خدا بنا کر دیا کہ اس کو ساتھ رکھنا رزق کی پریشانی نہیں ہوگی اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ راستہ بھول کر ویرانے میں چلا گیا جب کھانے کی کوئی چیز آس پڑوس میں نظر نہ آئی تو اس نے اپنے خدا کو کھا کر پیٹ کی پوجا کی۔

بے موقع شعر گوئی

ایک صاحب تھے ڈاکٹر محمد داؤد طارق، انہیں موقع بے موقع شعر پڑھنے کا شوق تھا ایک دفعہ مولانا صلاح الدین کوکہیں جاتے دیکھ کر دور سے پکارے!

غم زندگی کو عدم ساتھ لے کر
کہاں جا رہے ہو سویرے سویرے

مولانا کو ان کی بے ساختگی، بدیہہ گوئی، اور ذوق انتخاب سے پہلے بھی واسطہ پڑ چکا تھا۔ یہ شعر سن کر مسکرا دیئے اور جواب میں فوراً یہ دو شعر پڑھے۔

گئے ہم کل سویرے سویرے
سلام اللہ خان صاحب کے ڈیرے
وہاں پر دیکھے کچھ طفل پری رو
ارے رے، ارے رے، ارے رے، ارے رے

انگریزی کا شوق

بعض لوگوں کو انگریزی زبان تو نہیں آتی لیکن اردو میں انگریزی الفاظ استعمال کرنے کا بہت شوق ہوتا ہے۔ ایسے ہی ایک صاحب گھر سے باہر تانگے کا انتظار کر رہے تھے تا کہ وہ اور ان کی بہن اسٹیشن پر پہنچ سکیں۔ ایک تانگے والا آیا تو وہ صاحب کہنے لگے تانگے والے مجھے اور میری سسٹر کو اسٹیشن پر لے چلو۔ تانگے والا بولا کہ بیٹھ جایئے، سسٹر کو میں اٹھالاتا ہوں۔ اس بے چارے نے سسٹر کو بستر سمجھا۔

قیمتی شربت

حضرت حسنؓ کے یہاں ایک مہمان آیا۔ اس نے کھانا کھانے کے بعد شربت طلب کیا۔ حضرت حسنؓ نے دریافت کیا، آپ کو کون سا شربت درکار ہے۔ مہمان نے جواب دیا کہ ''وہ شربت جو نہ ملنے کے وقت جان سے زیادہ قیمتی اور مل جانے کے وقت نہایت کم قیمت ہوتا ہے۔'' حضرت حسنؓ نے نوکر سے فرمایا کہ ''مہمان پانی مانگتا ہے۔'' حاضرین کو آپ کی ذہانت پر حیرانی ہوئی۔

حکایت

مولانا رومی نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک نحوی کشتی میں بیٹھا تھا اور اپنی نحو دانی پر نازاں تھا۔ ملاح سے پوچھا کہ میاں کچھ نحو جانتے ہو۔ کہا نہیں۔ نحوی صاحب نے کہا کہ میاں تم نے اپنی آدھی عمر ضائع کر دی۔
آگے چل کر کشتی ایک بھنور میں پھنس گئی ملاح نے کہا کہ مولوی صاحب کچھ تیرنا بھی سیکھا ہے کہا نہیں ملاح نے کہا تو تم نے اپنی ساری عمر کھو دی۔

چرچل اور ٹیکسی ڈرائیور

لندن کے وزیراعظم چرچل نے ریڈیو پر تقریر کرنے ریڈیو اسٹیشن جانا تھا مگر اسے کوئی سواری نہیں مل رہی تھی۔ اچانک اسے ٹیکسی ملی جسے وہ لے کر ریڈیو اسٹیشن چلے گئے ریڈیو کے باہر چرچل نے ڈرائیور سے کہا کہ وہ چند منٹ رک جائے تو وہ واپسی اس کے ساتھ چلیں گے لیکن ڈرائیور نے کہا کہ مجھے جلدی ہے میں نے گھر جا کر چرچل کی تقریر سننی ہے لیکن چرچل نے کہا کہ میں کچھ زیادہ پیسے دے دوں گا اس پر ڈرائیور نے کہا چرچل جائے بھاڑ میں، میں یہاں کھڑا ہوں۔

دیت

عیسیٰ بن عمر نے بیان کیا کہ ایک اعرابی کو بحرین کا والی (گورنر) بنا دیا گیا اس نے وہاں کے سب یہودیوں کو جمع کر لیا اور کہا تم عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے ان کو قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا۔ یہ سن کر اس نے کہا پھر تو یہ ضروری بات ہے کہ تم نے اسکی دیت (خون بہا) ادا کی ہوگی؟ ان لوگوں نے جواب دیا ''نہیں'' اعرابی نے کہا تو واللہ تم یہاں سے جا نہیں سکتے جب تک اس کی دیت نہ دیدو گے۔ تو جب تک ان سے دیت نہ وصول کر لی جانے نہ دیا۔

زیادہ بوجھ

ایک دیہاتی کہہ رہا تھا، اے اللہ! مجھ اکیلے کی مغفرت کر دے، کسی نے کہا تو نے عمومی لفظ کیوں نہیں کہا کہ دعا سب کو شامل ہو جائے، تو اس نے کہا میں اپنے رب پر زیادہ بوجھ ڈالنا پسند نہیں کرتا۔

اللہ کی راہ میں

ایک بے حد کنجوس آدمی کا آخری وقت آ پہنچا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ اب تمہارے مرنے کا وقت قریب آ گیا ہے، اب تو کچھ اللہ کی راہ میں دیدو۔
''اللہ کی راہ میں جان تو دے رہا ہوں، کیا یہ کچھ کم ہے؟''
اس نے جل کر جواب دیا۔

بقدرِ ہمت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام یروشلم کی گلی میں جا رہے تھے کہ ایک یہودی نے گالیاں دینی شروع کر دیں، اس کے جواب میں آپ اسے دعائیں دینے لگے، ایک ساتھی نے پوچھا۔

''حضور! وہ گالیاں دے رہا ہے اور آپ دعائیں''

فرمایا ''ہر شخص وہی کچھ دیتا ہے، جو اس کے پاس ہوتا ہے۔''

بے وقوف حاجی

ایک دیہاتی حج کرنے گیا اور سب لوگوں سے پہلے یہ بے وقوف ہی مکہ میں داخل ہوا اور کعبہ کے غلاف سے چمٹ گیا اور کہنے لگا یا اللہ اس سے پہلے کہ لوگوں کا اژدھام ہو جائے میری مغفرت کر دے۔

لطیفہ

برطانوی وزیراعظم جارج ہیتھ ایک عام جلسے میں تقریر کر رہے تھے۔ یکایک پنڈال کے باہر ایک گدھے نے رینکنا شروع کر دیا۔ جارج نے تقریر جاری رکھی۔ اس پر پیچھے سے آواز آئی۔ ''ایک وقت میں ایک جناب''۔

حکایت

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت خواجہ ضیاء الدین بخشیؒ کے چند مریدوں نے ایک درویش کے بارے میں یہ بتایا کہ وہ درویش چالیس سال تک ریاضت وعبادت میں مگن رہا اس کو اپنی چالیس سالہ عبادت پر بڑا ناز تھا اور اس کے پاس جب بھی کوئی عقیدت مند ملنے کیلئے جاتا، وہ بڑے تفاخر سے اسے اپنی ریاضت کی باتیں سناتا کہ اس نے کڑکڑاتی سردی میں تہہ بند باندھ کر خدا کی عبادت کی اور اپنی زندگانی کا سکھ چین یادِالٰہی پر قربان کردیا۔

خواجہ صاحب نے یہ باتیں سنیں تو نہایت افسوس سے فرمایا: ''مجھے ڈر ہے کہ اس تکبر اور خود نمائی کی بناء پر یہ درویش اپنا حاصل کیا ہوا مقام کہیں کھو نہ بیٹھے۔''

ایک روز مذکورہ بالا درویش چلتا پھرتا حضرت خواجہ بخشیؒ کی خانقاہ کی طرف آ گیا اور خانقاہ کے دروازے پر کھڑے ہوکر ایک خادم سے کہا۔

''خواجہ ضیاء الدین بخشی کو کہو کہ آپ کو وہ درویش ملنے کیلئے آیا ہے جس نے چالیس سال عبادت وریاضت میں گزارے ہیں۔''

خواجہ صاحب نے اپنے مرید سے کہا ''اس سے کہو کہ اللہ کے لئے اب مزید اپنے شب وروز ضائع نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ احسان جتلانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

درویش نے یہ بات سنی تو اس کے دل پر بڑا اثر ہوا وہ خواجہ صاحب کی خدمت میں جا پہنچا، خواجہ صاحب نے اس کو ایک واقعہ سنایا جس کی توضیح سے اس کی دل کی دنیا روشن ہوگئی۔

بشر حافی دنیائے تصوف کے ایک بہت بڑے صوفی تھے۔ ان کو حافی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ہمیشہ ننگے پاؤں پھرا کرتے تھے۔ حافی ننگے پاؤں رہنے والے کو کہا جاتا ہے۔ وہ ایک روز خواجہ حسن بصری کے گھر گئے۔ خواجہ حسن بصری اس وقت گھر میں موجود نہ تھے۔ دروازہ کھٹکھٹانے کے جواب میں آپ کی بیٹی دروازے کے قریب آئی اور پوچھا:

''کون ہے جو میرے باپ کی عدم موجودگی میں آیا ہے؟''

بشر حافی نے فخریہ انداز میں کہا ''بیٹی! میں بشر حافی ہوں بغداد میں ننگے پاؤں پھرنے والا''

اندر سے لڑکی نے جواب دیا: ''اے بزرگ محترم! آپ بغداد چلے جائیں اور وہاں سے جوتے خرید کر پہن لیں، اس کے بعد یہاں آئیں ہم آئندہ آپ کی یہ بات نہیں سنیں گے۔''

بشر حافی شرمندہ ہوئے اور واپس چلے گئے۔

چالیس سالہ ریاضت کرنے والے درویش نے یہ واقعہ سنا تو وہ بھی سخت شرمندہ ہوا اور حضرت خواجہ بخشیؒ کے سامنے توبہ کی کہ وہ آئندہ اپنی بڑائی نہیں بیان کرے گا اور نہ ہی کوئی ایسی بات کرے گا جس سے کبر ونخوت کی بو آتی ہو۔

نادان مسلمان

ارشاد فرمایا کہ ایک جگہ جہاد میں مسلمان نے ایک ہندو پر حملہ کیا اور مقابل کے سینہ پر چڑھا بیٹھا تو کافر نے کہا کہ مجھے کیوں قتل کرتے ہو میں مسلمان ہوگیا ہوں تو مسلمان نے کہا کہ کلمہ سناؤ اس نے کہا کہ مجھے تو معلوم نہیں تم ہی سکھادو یہ مسلمان اس کو چھوڑ کر ہنستے ہوئے واپس آ گیا کہ کلمہ تو مجھے بھی پتہ نہیں۔

کلکم مجانین

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کوئی کتاب (مدینہ طیبہ میں) نقل کروارہے تھے۔ ایک عرب آیا۔ حضرت سہارنپوریؒ نے اس کے پاس حدیث کی کتاب دیکھی۔ قیمت پوچھی تو قیمت بہت تھی تو حضرت نے کہا کہ اچھا ہمیں نقل کرنے کی اجازت دیدو عرب نے نقل کرنے کی اجازت دیدی۔ ان کے پاس نقل کرنے والے بہت تھے۔ کتاب تقسیم کردی سب نقل کررہے تھے۔ ایک اور عرب شخص آیا۔ ایک صاحب نے دوچار عربی کے لفظ سیکھ لئے تھے انہوں نے اس عرب سے کہا ''اہلاً وسہلاً'' عرب نے پوچھا کہ آپ کا مکان ہندوستان میں کہاں ہے؟ تو وہ کچھ بولے نہیں۔ دوسرے صاحب بولے آپ کا مکان انبیٹہ شریف ہے۔ یہ کہا اور قہقہہ لگادیا اور انہوں نے آنکھیں نیچی کرلیں تو اس عرب نے ان (دوسرے صاحب) کی طرف متوجہ ہوکر پوچھا کہ آپ کا مکان کہاں ہے تو وہ صاحب چپ ہوگئے تو ایک اور صاحب بولے کہ آپ کا مکان کاندھلہ ہے۔ اس پر سب ہنس پڑے۔ عرب نے سوچا کیا بات ہے جس سے پوچھیں وہ تو بتاتا نہیں، دوسرا بتاتا ہے اور اس طرز سے بتاتا ہے کہ یہ شرمندہ ہوجاتا ہے۔ اب اس عرب نے اس تیسرے شخص سے پوچھا کہ آپ کا مکان کہاں ہے تو وہ تو نہیں بولے کسی اور نے کہا کہ آپ کا مکان بریلی شریف ہے۔ اس نے پوچھا کیا بات ہے تو کہا کہ ہمارے یہاں یہ تینوں مقامات ایسے ہیں کہ جہاں کے بیوقوف مشہور ہیں۔ انبیٹہ ضلع سہارنپور میں، کاندھلہ ضلع مظفرنگر میں اور بریلی۔ تو اس عرب نے کہا کہ کلکم مجانین (تم سب لوگ پاگل ہو)۔

مجھے تو پیر رگڑنے تھے رگڑ لئے

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص پارس کی پتھری کی تلاش میں تھا جس سے سونا بنایا جاتا ہے کسی نجومی نے اس کو بتلایا کہ فلاں پہاڑ پر ہے، یہ اس کی تلاش میں اس پہاڑ پر پہنچا تو دیکھا کہ ایک بزرگ وضو کررہے ہیں اور پارس کی پتھری ہاتھ میں لئے ہوئے اس سے پیر رگڑ رہے ہیں اس نے سوچا کہ ان سے مانگوں گا تو دیں گے نہیں۔ وضو سے فارغ ہوکر کہیں رکھیں گے اور نماز کی نیت باندھ لیں گے اس وقت اٹھالوں گا، ادھر جب وہ بزرگ وضو سے فارغ ہوئے تو اس پتھری کو پہاڑ سے نیچے کھڈ میں پھینک دیا اس پر یہ شخص بولا کہ حضرت میں تو اس پتھری کی تلاش میں آیا تھا آپ نے اس کو پھینک دیا مجھے ہی دیدی ہوتی، انہوں نے پوچھا کیوں کیسی پتھری ہے یہ، اس نے بتلایا کہ اس سے سونا بنایا جاتا ہے انہوں نے کہا تو مجھ سے کہتا میں تجھے ہی دیدیتا میرے کس کام کی مجھے تو پیر رگڑنے تھے رگڑ لئے میری ضرورت پوری ہوگئی اس کے بعد پوچھا کہ تجھے کس نے بتلایا کہ یہاں یہ پتھری ہے اس نے عرض کیا ایک نجومی نے بتلایا تھا، فرمایا اس سے یہ کیوں نہ پوچھ لیا کہ میری قسمت میں ہے بھی یا نہیں۔

ہینری کسنجر کی کتاب پر ایک مبصر کی رائے

سابق امریکی وزیر خارجہ ہینری کسنجر کی ایک کتاب کے بارے میں جس میں جگہ جگہ مبہم عبارات تھیں ایک برطانوی تبصرہ نگار نے لکھا: ''میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ ہینری کسنجر ایک ادیب ہیں یا نہیں لیکن ان کی کتاب شروع سے آخر تک پڑھ لینے والا یقیناً عظیم ہوگا۔'' (بحوالہ ماہنامہ ''ہما'' نئی دہلی، ستمبر ۱۹۹۱ء، ص ۲۹۱)

ازار بند تھا ہی نہیں

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ جب گنگوہ آئے وہی نماز پڑھاتے تھے کیونکہ وہ حضرت گنگوہیؒ کے استاد زادہ تھے۔ اس وقت حضرت گنگوہی نہیں پڑھاتے تھے۔ ایک دفعہ مغرب کا وقت تھا اقامت ہو رہی تھی اور حضرت گنگوہیؒ مصلے پر پہنچ گئے تھے، کسی نے اطلاع کی کہ مولانا محمد یعقوب صاحب آ گئے۔ وہیں مصلے پر کھڑے کھڑے حضرت گنگوہیؒ نے پوچھا کہ مولانا آپ کا وضو ہے تو کہا جی وضو ہے، تو فرمایا کہ مصلے پر تشریف لائیے۔ وہ مصلے پر آ گئے۔ حضرت گنگوہیؒ نے ان کے پیر اپنے رومال سے صاف کئے۔ پیدل چل کر آئے تھے۔ گرد و غبار لگا ہوا تھا۔ پائنچے جھاڑے، پھر حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ نے نماز پڑھائی۔ مسجد میں بیٹھے ہوئے کسی نے دیکھ لیا کہ مولانا یعقوب صاحبؒ کے پائجامہ میں ازار بند نہیں ہے بلکہ چارپائی کے بان کی رسی ہے۔ حضرت گنگوہیؒ سے عرض کیا گیا کہ حضرت ان کے پائجامہ میں ازار بند نہیں ہے۔ تو حضرت نے فرمایا، اچھا کیا بات ہے۔ حضرت نانوتویؒ نے فرمایا کہ جب گنگوہ آنے کیلئے چلنے کا وقت آیا تو ازار بند تھا ہی نہیں۔ ڈھونڈا بھالا ملا نہیں، تو میں نے چارپائی کی رسی کاٹ لی اور باندھ لیا۔ تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ اچھا، کھونٹی پر ہمارا پائجامہ لٹک رہا ہے اس کو اٹھائیے۔ اس میں ازار بند ہے وہ نکال کر ڈال لیجئے۔ انہوں نے بے تکلف اتارا اور اپنی ازار میں ڈال لیا۔ دیکھا تو ازار بند میں ایک روپے بھی بندھا ہوا تھا۔ تو فرمایا کہ مولانا (حضرت گنگوہیؒ) اس میں تو ایک روپیہ بھی ہے۔ تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ بس وہ بھی آپ کے لئے نذر ہے۔ حضرت نانوتویؒ نے فرمایا کہ بس اب تو گنگوہ کے ہی کپڑے بدلا کریں گے۔

شیطان کو کس نے بہکایا؟؟؟

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ ناظم مظاہر العلوم سہارنپور کے ساتھ میں ایک دفعہ سفر میں تھا ریل میں ایک صاحب نے موصوف سے معلوم کیا کہ آپ لوگ کہتے ہیں آدمیوں کو شیطان بہکاتا ہے میں پوچھتا ہو کہ شیطان کو کس نے بہکایا۔ مولانا نے فرمایا ایسی باتوں میں نہیں پڑا کرتے اور کوئی جواب نہ دیا میں نے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کے ساتھ بحث کرلوں۔ انہوں نے اجازت دیدی میں نے ان صاحب سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ کہاں رہتے ہیں؟ کیا کرتے ہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ میرا فلاں نام ہے، فلاں جگہ کا رہنے والا ہوں، زمین داری ہے میں نے کہا آپ کے یہاں بھینس بھی ہوگی دودھ بھی ہوتا ہوگا چائے بھی پکتی ہوگی روٹی بھی پکتی ہوگی سالن بھی پکتا ہوگا، اس نے کہا سب کچھ ہوتا ہے میں نے کہا سچ بتاؤ چائے کو کس نے گرم کیا، توے کو کس نے گرم کیا روٹی کو کس نے گرم کیا سالن کو کس نے گرم کیا ان سب کا جواب اس نے دیا آگ نے گرم کیا اس پر میں نے پوچھا ذرا بتلائیے آگ کو کس نے گرم کیا بولے آگ تو خود گرم ہے اس کو کون گرم کرتا، میں نے کہا اسی طرح شیطان کو سمجھ لیجئے وہ لوگوں کو بہکاتا ہے وہ خود بہکا ہوا ہے اس کو کسی نے نہیں بہکایا اس نے کہا ہاں جی دیکھو اب سمجھ میں آ گئی بات۔

شیطان کی انگلی کا فساد

ایک مرتبہ ایک آدمی نے شیطان کو دیکھا۔اس نے کہا،مردود! تو بڑا ہی بدمعاش ہے،تو نے کیا فساد مچایا ہوا ہے،اگر تو آرام سے ایک جگہ بیٹھ جاتا تو دنیا میں امن ہو جاتا۔وہ مردود جواب میں کہنے لگا،میں تو کچھ نہیں کرتا،صرف انگلی لگاتا ہوں۔اس نے پوچھا، کیا مطلب؟ شیطان کہنے لگا،ابھی دیکھنا۔

قریب ہی ایک حلوائی کی دکان تھی۔وہاں کسی برتن میں شیرہ پڑا ہوا تھا۔شیطان نے انگلی شیرے میں ڈبوئی اور دیوار پر لگا دی۔ مکھی آکر شیرے پر بیٹھ گئی۔اس مکھی کو کھانے کے لئے ایک چھپکلی آ گئی۔ساتھ ہی ایک آدمی کام کر رہا تھا۔اس نے چھپکلی کو دیکھا تو اس نے جوتا اٹھا کر چھپکلی کو مارا،وہ جوتا دیوار سے ٹکرا کر حلوائی کی مٹھائی پر گرا۔جیسے ہی جوتا مٹھائی پر گرا تو حلوائی اٹھ کھڑا ہوا اور غصہ میں آکر کہنے لگا،اوئے! تو نے میری مٹھائی میں جوتا کیوں مارا؟ اب وہ الجھنے لگ گئے۔ادھر سے اس کے دوست آ گئے اور ادھر سے اس کے دوست پہنچ گئے،بالآخر ایسا جھگڑا مچا کہ خدا کی پناہ۔اب شیطان اس آدمی سے کہنے لگا،دیکھ! میں نہیں کہتا تھا کہ میں تو صرف انگلی لگاتا ہوں۔جب اس کی ایک انگلی کا یہ فساد ہے تو پھر پورے شیطان میں کتنی نحوست ہوگی۔

پیر بکرے شاہ

کلرسیداں سے خبر آئی ہے کہ وہاں ایک نواحی گاؤں میں ہیرا نامی ایک بکرے کی وفات پر اس کے مالک نے زار و قطار روتے ہوئے بکرے کو باقاعدہ غسل دیا اور کفن پہنا کر اسے بڑے اعزاز کے ساتھ دفن کیا۔

اخبارات میں آیا کہ اس بکرے کے مالک نے گزشتہ ایک سال سے اسے قربانی کے لئے پال رکھا تھا،وہ بڑے پیار سے ہیرا کے نام سے پکارتا تھا،زمین پر سلانے کی بجائے وہ رات کو چارپائی پر بستر لگا کر اسے سلاتا تھا،بکرے کو ناشتے میں فرائی انڈے، پراٹھے اور چائے دی جاتی تھی جبکہ دوپہر کو بھنے ہوئے چنے اور رات کو سیب کیلا اور دیگر فروٹ کھلایا جاتا تھا،چنانچہ بکرے کی وفات پر مالک نے اسے باقاعدہ غسل دیا،سات میٹر کورے لٹھے کا کفن پہنایا اور خوشبو اور عطر لگا کر قبر میں دفن کر دیا،اب وہ اس قبر پر یادگار تعمیر کرنے اور بکرے کے نام کی تختی لگانے کا ارادہ رکھتا ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ بکرے کے مالک کو اپنی قربانی کے جانور سے بڑی محبت تھی۔اسی لئے وہ اسے مربے کھلاتا اور پلنگ پر سلاتا تھا،اس نے اپنے بکرے کے مرنے پر باقی ساری رسومات تو پوری کر دیں لیکن بکرے کا جنازہ نہ پڑھوا سکا۔اب وہ اس بکرے کا مرثیہ بھی لکھوائے گا جس کا بند ہوگا:

افسوس کہ دنیا سے سفر کر گیا بکرا　　مالک تو رہا زندہ مگر مر گیا بکرا

کیا عجب کہ کچھ عرصہ بعد اس بکرے کی قبر مرجع خلائق بن جائے اور لوگ وہاں منتیں ماننے کے لئے حاضری دینا شروع کر دیں، لاہور میں گھوڑے شاہ کے نام سے ایک محلہ موجود ہے،اسی طرح ایبٹ آباد کے قریب کھوتہ قبر بھی موجود ہے،کچھ بعید نہیں کہ اب لوگ بکرے کے مزار پر چڑھاوے چڑھانا شروع کر دیں۔

ادھورا اسلام

کہتے ہیں اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں کسی فاحشہ عورت نے چار جگہ باقاعدہ شادی رچائی ہوئی تھی۔ ایک سے خرچہ پانی لیتی اور پھر میکے جانے کے بہانے دوسری جگہ مال بٹورنے پہنچ جاتی، آخر کب تک؟ بات نکلتے نکلتے سرکاری دربار تک جا پہنچی۔ تحقیق حال کے لئے عدالت میں طلبی ہوئی۔ اسلامی قانون نافذ تھا اس لئے زیادہ امکان اسی کا تھا کہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی تو جان بچنا مشکل ہوگا۔ ایک سیانے وکیل سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا: ''جان تو بچ سکتی ہے لیکن فیس بھاری لگے گی۔'' عورت نے کہا: ''فیس کی پرواہ نہیں، جان ہے تو جہان ہے۔ زندہ رہی تو پھر کما لوں گی۔'' زیور اور جو جمع پونجی تھی لا حاضر کی۔

وکیل نے کہا: ''عدالت میں یوں کہنا کہ میں جمعہ کے روز جامع مسجد کے پاس سے گزر رہی تھی، خطیب صاحب کہہ رہے تھے کہ اسلام میں چار چار شادیوں کی اجازت ہے۔ چلتے چلتے میں اتنی بات ہی سن سکی۔ تب ہی میں نے اسلام کے اس حکم پر عمل کا ارادہ کر لیا اور پھر عمل کر ڈالا۔ یہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ حکم مردوں کے لئے ہے، عورتوں کے لئے نہیں۔'' پتہ نہیں عدالت نے اس مقدمے کا کیا فیصلہ سنایا مگر چلتے چلاتے آدھی بات سن کر ادھورے اسلام پر عمل کا رواج روز بروز ترقی پذیر ہے۔ بڑے شہروں میں لگے سحری و افطاری کی تفصیلات پر مبنی بینر دیکھ کر یہی اندازہ ہوتا ہے کہ رمضان المبارک میں اصل چیز روزہ نہیں بلکہ سحری و افطاری ہے۔ روزہ سے متعلق بیان کردہ احکام میں ہمیں فقط سحری کی برکت اور افطاری کی لذت ہی معلوم ہے۔ سحری کھانے کے بعد افطاری تک کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا؟ اس بات کے وقت ہم آگے گزر چکے ہوتے ہیں اس لئے رمضان کی آمد کے بعد دن کے معمولات جوں کے توں رہتے ہیں۔ ملاوٹ ہوتی ہے، جھوٹ بولا جاتا ہے، بے ایمانی ہوتی ہے، دھوکا دیا جاتا ہے، گالی گلوچ ہوتی ہے، عزتیں لٹتی ہیں، عصمت فروشی ہوتی ہے، فلمیں چلتی ہیں، سٹہ ہوتا ہے، روزہ گزارنے کو تاش کھیلا جاتا ہے، جوا ہوتا ہے، سودی کاروبار جاری رہتا ہے، عریانی اور فحاشی بدستور رہتی ہے۔ بازاروں میں کھوے سے کھوا چھلتا ہے مرد و زن کا اختلاط عروج پر ہے۔ بدنظری ہے، غیبت ہے، چور بازاری ہے سیاست کا کھیل جاری ہے، ٹانگیں کھینچی جاتی ہیں۔ پگڑیاں اچھلتی ہیں، دینی مدارس کی کڑی نگرانی کی جارہی ہے، علماء کے کوائف جمع ہو رہے ہیں۔ اللہ کی راہ میں لڑنے والوں کو پکڑ کر کفار و مشرکین کے حوالے کیا جا رہا ہے۔ اس رب کا شکر ادا کیا جا رہا ہے جس نے ہمیں امریکا کو خوش کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ہندوؤں سے ناطہ جوڑنے اور یہودیوں کو راضی رکھنے کی ترکیبیں سوچی جارہی ہیں۔ عراق میں عیسائی فوج کی حفاظت کیلئے فرزندان اسلام کو بطور ڈھال استعمال کرنے کے منصوبے زیر غور ہیں۔ عید کا شدت سے انتظار ہے اور اس کی تیاریاں ابھی سے عروج پر ہیں۔ اس مصروفیت میں اگر سارا دن روزہ نہ بھی رکھا جا سکے تو افطار پارٹی میں شمولیت سے نہیں چوکتے۔

سحری میں برکت اور افطار کی فضیلت بتانے والے محسن انسانی نے روزے کے بارے میں بھی کچھ ہدایات دی تھیں۔ اس نے کہا تھا کہ جو روزہ رکھ کر گناہوں سے باز نہیں آتا حرام سے نہیں بچتا، غیبت اور جھوٹ ترک نہیں کرتا، اس کے روزے کی قیمت سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ نہیں۔ اس کا راتوں کو جاگنا فضول ہے۔ روزہ حصول تقویٰ کا ذریعہ ہے۔ تقویٰ گناہوں سے بچنے کو کہتے ہیں۔ ایک ماہ گناہوں سے بچنے کا اہتمام ہو تو اس کے اثرات پورے سال پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ہر مبارک مقام اور ہر مبارک اوقات میں جس طرح نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے ایسے ہی گناہوں کی شدت بھی بڑھ جاتی ہے لیکن مالک کا کرم ہے کہ رمضان میں نیکیاں بڑھانے اور گناہوں کو کم کرنے کے اسباب بھی عطا فرمائے جہنم کے دروازوں کا بند ہونا اور گناہوں کی طرف

مائل کرنے والے شیطان لعین کا قید ہونا معتبر اور سچی خبر سے ثابت ہے۔تھوڑی سی ہمت کر کے بند دروازوں کو مستقل بند رکھا جاسکتا ہے مگر ہم گناہوں سے بچنے کی بجائے ان کی ایک نئی فہرست تیار کر لیتے ہیں جن گناہوں کو رمضان کی وجہ سے چھوڑنا پڑے ان کی خالی جگہ پر کرنے کے لئے نئے گناہ تراش لئے جاتے ہیں۔جیسے سیلاب کی خبر رکھنے والے محکمہ کے ایک افسر نے صحافیوں کو بتایا کہ سیلاب کا شدید ریلا خطرے کے اشان سے دوفٹ اوپر ہو چکا ہے۔صحافیوں نے پریشانی سے پوچھا: ''پھر آپ نے اس کے سدباب کیلئے اب تک کیا کیا ہے؟'' افسر نے اطمینان سے جواب دیا: ''کرنا کیا ہے، ہم نے خطرے کے نشان کو دوفٹ اوپر کر دیا ہے۔''

ہمارے گناہ بھی جب خطرے کے نشان سے اوپر ہونے لگتے ہیں تو ہم خطرے کے نشان کو اوپر کر کے افطار پارٹیوں کے دعوت ناموں پر ایک نظر ڈالتے ہیں اور ''خوب سے خوب تر'' کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ ادھورا اسلام کب تک ہماری جان عذاب خداوندی سے بچائے گا؟

ملانصیرالدین کی شرط

ملانصیرالدین ایک بار اپنے دوستوں سے شرط لگا بیٹھے۔''میں اس شدید سردی میں رات بھر بیٹھا رہوں گا۔ مجھے کچھ نہیں ہوگا۔اگر میں ایسا کرلوں تو دوست بتائیں کیا انعام دیں گے؟'' سب دوست بڑے حیران ہوئے اگر یہ دھان پان انسان مرگیا تو کیا ہوگا؟ آخر شرط یہ لگی کہ ملانصیرالدین کے اعزاز میں ایک زبردست دعوت ہوگی ...... مقابلہ شروع ہوگیا۔رات بھر نہایت اطمینان سے سردی اور برف باری میں بیٹھے رہے...... دوست اور احباب دیکھنے گئے۔صبح ہوئی تو نصیرالدین زندہ اور سلامت تھے۔احباب حیران اور شرط ہارنے پر پریشان تھے۔آپس میں صلاح مشورہ ہوا اور سب ملانصیرالدین کے سامنے آدھمکے...... پوچھا: ''ذراملا صاحب یہ بتائیں کہ آپ کے دوروںزدیک کوئی گرم چیز تھی؟'' ملانے جواب دیا: ''تم سب نے خود دیکھا کہ میں اطمینان سے کرتا اور پائجامہ پہنے بیٹھا رہا'' ...... دوست: ''آخر یہ کیسے ممکن ہوا۔اچھا دور کوئی روشنی نظر آرہی تھی'' ...... جواب دیا: ''ہاں! بہت دور ایک موم بتی جلتی نظر آرہی تھی'' ...... دوست ''ارے! اب معلوم ہوا کہ اس موم بتی کی گرمی نے تم کو زندہ رکھا...... نہیں صاحب! تم ہارے، ہم جیتے، کوئی دعوت اب نہیں ہوگی۔اب دعوت آپ پر واجب ہوگئی۔آپ شرط ہار گئے۔

آخر کار ملانصیرالدین کو دعوت کرنی پڑی۔اس شام تمام احباب ان کے گھر جمع ہوئے۔خوب چہل پہل تھی۔کھانے کا انتظار تھا۔گھر کے اندر پلیٹیں کھڑک رہی تھیں مگر کھانا نہیں آرہا تھا۔ جب انتظار کی حد ہوگئی، گھنٹوں گزر گئے تو دوستوں نے شوروغل شروع کردیا...... ملا صاحب نے نہایت ہی نرمی سے ارشاد فرمایا: ''کھانا پک رہا ہے، زبردست پلاؤ بس تیار ہونے ہی والا ہے۔'' ملا صاحب تسکین دیتے رہے...... آخر سب دوستوں نے احتجاج کیا: ''چلو ہمیں دکھاؤ کھانا کہاں پک رہا ہے'' ...... ''ضرور ضرور'' ملا صاحب نے فرمایا، اور دوستوں کو اندر گھر میں لے گئے۔

دوستوں نے دیکھا کہ ایک بڑا پتیلا رکھا ہے اور اس کے نیچے ایک موم بتی جل رہی ہے...... سب دوست چیخ اٹھے: ''ارے میاں: پاگل ہوگئے ہو کیا۔موم بتی سے بھی کہیں پلاؤ پک سکتا ہے'' ...... ملا صاحب نے جواب دیا: ''جب میل بھر دور رکھی موم بتی مجھے گرمی پہنچا سکتی ہے تو اس سے کھانا کیوں نہیں پک سکتا۔

جھگڑا کیسے ہوتا ہے؟

جوتوں کی مرمت کرنے والا ایک شخص بہت بداخلاق مشہور تھا اور اکثر جھگڑا کیا کرتا تھا۔ ایک دن صبح ہی صبح کسی شخص کو جو کہ بے روزگار بھی تھا معلوم نہیں کیا سوجھی کہ وہ اس کی دکان پر آیا۔ سلام کرنے اور خیریت دریافت کرنے کے بعد بولا:

''مجھے آپ سے ایک کام ہے۔ دراصل میں آپ سے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ جھگڑا کیسے ہوتا ہے؟ آخر اس کی اصل وجہ کیا ہے؟''

موچی نے کہا:

''صبح ہی صبح تم یہ سوال کیوں کر رہے ہو۔ بلاوجہ یہ مذاق کیوں کرتے ہو؟''

اس نے کہا:

''نہیں بھئی، میں مذاق نہیں کر رہا۔ آپ کو بتانا ہوگا کہ جھگڑا کیسے ہوتا ہے؟''

موچی برہم ہوگیا اور بولا:

''فضول باتوں میں پڑنے والے! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید تم اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے ہو، مجھے کیا پتا جھگڑا کیسے ہوتا ہے!''

وہ شخص بولا:

''میں تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تم میرے اس سوال کا جواب نہیں دو گے!''

موچی نے کہا:

''شرم کرو، اپنا سارا وقت یوں ہی بے کار گنواتے ہو اور دوسروں کو بھی کام نہیں کرنے دیتے، چھوڑو مجھے کام کرنے دو۔''

مختصر یہ کہ یہ لفظی بحث اتنی بڑھی کہ سچ مچ جھگڑا ہونے لگا اور موچی نے سلائی کرنے والا سوا اس شخص کے سر پر دے مارا اور اس کے سر سے خون بہنے لگا۔

جیسے ہی سر پر چوٹ لگی وہ شخص فوراً ہی کہنے لگا:

''بس بس! کافی ہے۔ میں سمجھ گیا کہ جھگڑا کیسے ہوتا ہے۔ جب ایک آدمی کوئی بات کہتا ہے اور دوسرا اسے ٹالنا چاہتا ہے لیکن وہ اپنی بات پر اڑ جاتا ہے اور اس کے پیچھے پڑ جاتا ہے تو اسی وجہ سے جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔''

شروع شروع میں کوئی بات نہیں ہوتی، یا بہت ہی معمولی سی بات ہوتی ہے۔ لیکن جب آدمی اس کے پیچھے پڑ جاتا ہے تو نتیجے میں تلخ کلامی شروع ہو جاتی ہے اور پھر نوبت گالم گلوچ تک پہنچ جاتی ہے یہاں تک کہ ہاتھاپائی شروع ہو جاتی ہے اور خدا نہ کرے اس کے بعد چھری چاقو اور ڈنڈے نکل آتے ہیں۔

ورثہ کی تقسیم

بہلول سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے ایک بیٹا اور بیٹی اور بیوی چھوڑی مال کچھ نہیں چھوڑا تو ترکہ کی تقسیم کیسے ہوگی؟

بہلول نے جواب دیا اس طرح کہ بیٹے کے حصہ میں یتیمی اور بیٹی کے حصہ مین رونا پیٹنا اور بیوی کے حصہ میں گھر کی ویرانی اور جو باقی بچے وہ عصبات کا حق ہوگا۔

پیشاب کی خاصیت

مدراس کے علاقے میں اب بھی گائے اگر سڑک پر پیشاب کرے تو آپ کو ایسے برہمن مل جائیں گے کہ گائے کے پیشاب کو محفوظ کر کے گھر میں لے جاتے ہیں۔ اور جا کے Kitchen میں لیپ کرتے ہیں۔ باورچی خانے کو جا کے لیپتے ہیں۔ کسی پڑھے لکھے آدمی نے کسی پڑھے لکھے ہندو سے یہ بات کہی۔ بھئی تم یہ بتاؤ کہ آخر اس گائے کے پیشاب میں کونسی برکت اور کون سا تقدس ہے کہ تم لے جا کے اپنا Kitchen اس سے لیپ کرتے ہو۔ اس نے کہا نہیں صاحب۔ اصل میں بات یہ ہے کہ آپ لوگ ہمارے مذہب کو سمجھے نہیں۔ ہمارا مذہب جو ہے وہ تو بہت سائنٹفک ہے۔ یہ گائے کے پیشاب میں کوئی تقدس اور برکت نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ Kitchen میں کھانے پینے کا سامان ہوتا ہے اور اس میں اگر خراب قسم کے جراثیم پیدا ہو جائیں تو کھانا گل جاتا ہے۔ گائے کے پیشاب میں اتنی تیزابیت ہوتی ہے۔ اس لئے جا کر اپنا کچن لیپتے ہیں تا کہ وہ جراثیم سب مر جائیں، کھانا محفوظ ہو جائے۔

اس پڑھے لکھے آدمی نے یہ کہا اوہو یہ فلسفہ تو آج معلوم ہوا۔ اور مجھے بڑی خوشی ہوئی تو اس نے کہا کہ پھر ایسا کرو ایک دن مجھے کسی لیبارٹری میں لے چلو میرے پیشاب کو بھی ٹیسٹ کرو۔ اگر میرے پیشاب کے اندر تیزابیت زیادہ ہوتی تو پھر آئندہ گائے کے پیشاب سے نہ لیپنا۔ میرے پیشاب سے لیپنا۔

حکایت

ایک شخص اونٹ پر گیہوں لاد کر لے جا رہا تھا، اس طرح کہ ایک طرف بوری میں گیہوں اور دوسری طرف بوری میں ریت بھر رکھی تھی، راستے میں ایک شخص اسے ملا اس نے پوچھا: ''اونٹ پر کیا لادا ہوا ہے؟'' اس نے بتایا: ''ایک طرف گیہوں اور دوسری طرف وزن برابر کرنے کے لئے ریت بھر رکھی ہے۔'' اس شخص نے کہا: ''اللہ کے بندے! تم نے اونٹ کو مصیبت میں ڈال رکھا ہے، اس ریت کو پھینکو اور گیہوں کو دو حصوں میں کر کے دونوں جانب رکھو'' اونٹ والے نے اسی طرح کر لیا اور اس نے سوچا کہ یہ تو بڑا عقلمند ہے یقیناً بہت بڑا مالدار بھی ہوگا۔ یہ سوچ کر اس نے اس شخص کو اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھا لیا اور پوچھا: ''آپ کے پاس اونٹ کتنے ہیں؟'' اس نے کہا: ''ایک بھی نہیں'' پھر پوچھا: ''آپ کے پاس گھوڑے کتنے ہیں؟'' اس نے کہا: ''ایک بھی نہیں'' پھر پوچھا: ''بکریاں کتنی ہیں؟'' اس نے کہا: ''ایک بھی نہیں'' اس طرح وہ مختلف چیزوں کے بارے میں پوچھتا رہا اور اس کا یہی جواب ملتا رہا کہ کچھ بھی نہیں۔ آخر میں اونٹ والے نے کہا: ''چل منحوس اتر جا میرے اونٹ پر سے کہیں تیری نحوست سے میرا مال بھی نہ چلا جائے'' اونٹ بٹھایا اور پھر اسی طرح ایک طرف گیہوں اور دوسری طرف ریت بھر لی۔

بہترین انصاف

قاضی ابوسعید سے کسی نے پوچھا، پستے کا حلوہ مزے دار ہوتا ہے یا بادام کا انہوں نے فوراً جواب دیا:
''معاملہ چونکہ انصاف کا ہے، اس لئے ان کی غیر موجودگی میں فیصلہ نہیں ہو سکتا، لہٰذا دونوں کو حاضر کیا جائے تا کہ ان کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جا سکے۔'' (محمد یاسین۔ کراچی)

دریا کا کمبل

دو دوست دریا کے کنارے کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک کی نظر اچانک دریا پر پڑی۔ اس نے اپنے دوست سے کہا کہ دیکھو لگتا ہے دریا میں کمبل تیر رہا ہے اور جھٹ دریا میں چھلانگ لگائی اور کمبل کو پکڑ لیا۔ اب اسے معلوم ہوا کہ یہ کمبل نہیں ریچھ ہے۔ ریچھ نے جو دیکھا کہ کوئی شخص مجھ پر حملہ آور ہو رہا ہے تو وہ اپنے دشمن سے چمٹ گیا۔ جب بہت دیر گئی تو دریا کے کنارے پر کھڑے دوست نے چیخنا شروع کیا ''دیر کیوں لگا رہے ہو؟ چھوڑو کمبل، جلدی باہر آؤ''۔ اس کا دوست چیخا ''کیا کروں میں تو کمبل کو چھوڑ رہا ہوں لیکن کمبل مجھے نہیں چھوڑ رہا ہے۔''

کچھ ایسی ہی صورت حال کا رونا ہمارے ملک کے حکمران روتے ہیں۔ شروع میں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں کس نے حکومت کی اس پر خار وادی میں دھکا دیا ہے؟ ہم اس مقام تک پہنچے نہیں، پہنچائے گئے ہیں۔ بعد میں ان کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ عوام چیختی رہتی ہے، واپس جاؤ، واپس جاؤ اور وہ کہتے ہیں کہ میں تو حکومت کے کمبل کو چھوڑ رہا ہوں لیکن یہ مجھے نہیں چھوڑ رہا ہے۔

کسی دعوت میں ایک صاحب نے اسٹیج پر بیٹھ کر پکے راگ گانا شروع کر دیئے۔ مجمع تھوڑی دیر تک تو برداشت کرتا رہا لیکن جب بہت دیر گزر گئی تو اچانک ایک صاحب لمبا سا چھرا لے کر اسٹیج پر چڑھ گئے۔ گانے والا انہیں دیکھ کر بوکھلا اٹھا اور جلدی سے اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ اس پر وہ صاحب گانے والے سے مخاطب ہو کر بولے ''تم گاؤ، تم گاؤ۔ میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔ میں تو اس کو ڈھونڈ رہا ہوں جو تم کو ادھر لے کر آیا ہے۔''

جب حکومت کے کمبل سے چپکنے والے حکمرانوں پر عوام کی چیخ و پکار کا کوئی اثر نہیں ہوتا تو اپنی فریاد کو بے اثر پا کر عوام ان لوگوں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے ہیں جو ان کو ہمارے سروں پر مسلط کرنے میں شامل ہوتے ہیں لیکن حکمران نہایت چالاکی اور ہوشیاری سے ان لوگوں کو پہلے ہی اپنی راہ سے ہٹا چکے ہوتے ہیں۔

انوکھی ترکیب

حج پر جاتے ہوئے ایک شخص بغداد پہنچا۔ اس کے پاس ایک ہزار دینار کی قیمت کا ایک ہار تھا، جسے اس نے ایک عطار کے پاس جو دیانت میں مشہور تھا، امانت رکھ دیا۔ حج سے واپس آیا، تو اپنا ہار طلب کیا۔ عطار نے نہ صرف انکار کیا بلکہ مارا پیٹا بھی۔ اس نے عضدالدولہ سے شکایت کی۔ عضدالدولہ نے کہا کہ تم جا کر اس کی دکان پر بیٹھو اور نہ بیٹھنے دے تو اس کی دکان کے سامنے بیٹھ جاؤ۔ تین دن وہیں بیٹھے رہو۔ تیسرے روز میں ادھر سے گزروں گا، رک کر تمہیں سلام کروں گا، تم بیٹھے بیٹھے سلام کا جواب دینا اس کے بعد میں جو بات بھی دریافت کروں کسی کا جواب نہ دینا۔ پھر جو کچھ پیش آئے مجھے بتانا۔

تیسرے روز عضدالدولہ ارا کین دولت کے ساتھ گزرا، اس کے پاس رک کر سلام کیا اور کہا بھائی تمہیں بہت دن سے نہیں دیکھا۔ تم نے میرے پاس آنا کیوں ترک کر دیا۔ اس نے صرف سلام کا جواب دیا اور خاموش رہا۔

عضدالدولہ کے روانہ ہو جانے کے بعد عطار اس کے پاس آیا اور ہار واپس کر دیا۔ اس نے عضدالدولہ کو خبر کی۔ عضدالدولہ نے وہ ہار عطار کے گلے میں ڈالا اور اسے پھانسی دے دی اور منادی کرا دی کہ خیانت کرنے والے کی یہ سزا ہے۔ پھر ہار حاجی کو واپس دلوا دیا۔

سردار جی

سکھ اگر عقلمند بھی ہو تب بھی ''سردار جی'' ہی کہلاتا ہے۔اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہم اپنے ''سرداروں'' کو سکھ کہہ رہے ہیں۔ ہمارے سرداروں اور سکھوں میں ایک بڑا واضح فرق ہے۔ وہ یہ کہ سکھوں میں سے کوئی کوئی عقلمند بھی نکل ہی آتا ہے۔

سکھ دنیا کے کسی بھی علاقے میں چلے جائیں پہچانے جاتے ہیں۔ اپنے لباس، مخصوص انداز کی داڑھی اور ''پگ'' کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے مزاج کی وجہ سے۔ ہمارے دوست عاقل خان صاحب نے اپنا ایک واقعہ سنایا، معاف کیجئے گا اپنا نہیں بلکہ کسی سکھ کا واقعہ سنایا۔ دراصل وہ بہت سے واقعات ہمیں سناتے رہتے ہیں، بعد میں ہمیں یاد نہیں رہتا کہ کون سا ان کا اپنا ہے اور کون سا دوسرے سکھوں کا۔

یہ واقعہ تو یقیناً کسی اور سکھ ہی کا ہوگا کیونکہ برطانیہ کا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ عاقل خان صاحب ابھی تک برطانیہ نہیں گئے۔ بہر حال واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک سردار جی لندن کے ایک بڑے اسٹور میں خریداری کے لئے گئے۔ وہاں انہوں نے ایک الماری پسند کی اور اسٹور میں کام کرنے والے کو بلا کر اس سے پوچھا، اس الماری کی کیا قیمت ہے؟ اسٹور والے نے ان کو غور سے دیکھا اور کہنے لگا یہ آپ کے کام کی نہیں ہے، آپ کسی اور اسٹور میں جائیں یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ سردار جی بڑے پریشان ہوئے اور سوچنے لگے کہ اس نے الماری دینے سے کیوں انکار کیا ہے۔ کافی دیر کی سوچ بچار کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ شاید انگریزوں کی سکھوں سے نفرت اس کی وجہ ہے۔ سردار جی نے گھر جا کر اپنی داڑھی صاف کر دی اور اگلے روز پینٹ پہن کر دوبارہ اسی اسٹور میں تشریف لے گئے مختلف چیزوں کا جائزہ لیتے ہوئے آخر کار اسی الماری کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے اور بڑی شان بے نیازی سے اسی سیلز مین کو بلا کر کہنے لگے یہ الماری کتنے کی ہے؟ سیلز مین نے ان کو ایک نظر دیکھ کر کہا ''سردار جی میں نے کل بھی آپ سے عرض کیا تھا کہ یہ آپ کے کام کی نہیں ہے آپ کسی اور اسٹور پر تشریف لے جائیں۔ سردار جی سیلز مین کی ''مردم شناسی'' پر حیران رہ گئے، لیکن عاقل خان صاحب کی طرح سردار جی بھی ہمت ہارنے والے نہیں تھے، انہوں نے اسے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا اور فیصلہ کیا کہ دو چار ماہ کا وقفہ دے کر اور مزید بھیس بدل کر تیسری بار آئیں گے تا کہ سیلز مین اس وقت تک بھول چکا ہو اور الماری اسی اسٹور سے لے کر جائیں گے۔ چنانچہ منصوبہ بندی کے مطابق بلکہ مزید احتیاط کے مدنظر چھ ماہ گزرنے کے بعد مونچھیں بڑھا کر اور سر کے بال بالکل صاف کروا کر نئے عزم اور اعتماد کے ساتھ سردار جی ایک بار پھر اسی اسٹور میں جا پہنچے۔ سیلز مین کو ''دھوکہ'' دینے کے لئے الماری کے پاس جانے سے پہلے انہوں نے کئی دوسری اشیاء خرید لیں اور پھر ٹہلتے ٹہلتے اسی الماری کے پاس جا پہنچے اور سیلز مین سے پوچھا ''یہ خوبصورت الماری کتنے کی ہے؟'' سیلز مین کہنے لگا ''سردار جی ہمارے بالکل ساتھ فرنیچر کے اسٹور میں بڑی پیاری پیاری الماریاں موجود ہیں آپ وہاں جا کر پسند کر لیں۔''

سردار جی کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی (فوراً اچھل کر دوسری طرف جا کھڑے ہوئے) ورطہ حیرت میں ایسے ڈوبے کہ غوطے کھانے لگے۔ چہرہ پسینے سے شرابور نظر آنے لگا (حالانکہ ورطہ حیرت میں غوطے کھانے سے گیلا ہوا تھا) اوسان جمع کئے اور شکست خوردہ لہجے میں سیلز مین سے کہنے لگے ''پیارے بھائی! آج مجھے بتا ہی دو کہ آخر تم مجھے مختلف روپوں میں کس طرح پہنچان لیتے ہو؟''

سیلز مین نے جواب دیا ''سردار جی یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے، میری جگہ کوئی بھی دوسرا سیلز مین ہوتا تو وہ بھی سمجھ جاتا کہ آپ

سردار جی ہیں۔" سردار جی نے پوچھا "وہ کیسے؟" سیلز مین بولا سردار جی! ریفریجریٹر کو الماری کہنے والا شخص سکھ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوسکتا۔

قارئین کرام! ہمیں معلوم نہیں ہے کہ سردار جی کا ردعمل کیا تھا کیونکہ عاقل خان صاحب نے واقعہ صرف یہیں تک سنایا ہے لیکن ہمارا خیال ہے کہ اس کے بعد سردار جی نے اپنے طرز عمل کی اصلاح کی "حتی الوسع" کوشش کی ہوگی جس کا نتیجہ ہماری چشم تصور نے یہ دیکھا ہے کہ اگلے روز سردار جی ساتھ والے فرنیچر اسٹور پر تشریف لے گئے ہیں اور سیلز مین کو ایک الماری کے پاس بلا کر پوچھ رہے ہیں کہ یہ ریفریجریٹر کتنے کا ہے؟ اس کے بعد کی کہانی بیان کرنا محض تضیع اوقات ہوگا ہمارا مقصد آپ سمجھ چکے ہوں گے یعنی سکھ دنیا کے کسی علاقے میں جا کر بھیس بدل بھی لیں تب بھی وہ اپنے سردار جی ہونے کو چھپا نہیں سکتے۔ اس لئے ہم ان سکھوں کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو کہیں بھی چلے جائیں، اپنی مخصوص داڑھی اور مخصوص پگڑی سے دستبردار نہیں ہوتے۔ ویسے بھی سکھوں کے لئے اپنی شکلیں تبدیل کرنے کا جواز بہت مضبوط ہے یعنی اپنے آپ کو بے وقوف کی بجائے "عقلمند" ظاہر کرنے کی خواہش، لیکن یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ ہمارے "سردار" اپنی شکلیں کیوں تبدیل کرتے ہیں۔ ہم نے عاقل خان صاحب سے پوچھا تو انہوں نے ایسا جواب دیا جس سے اختلاف ہمارے لئے مشکل تھا۔ کہنے لگے صاف سی بات ہے اپنے آپ کو عقلمند ظاہر کرنے کے لئے ہی شکل تبدیل کی جاتی ہے۔ یہ کالم ہم نے اس لئے لکھا ہے کہ کل خبروں میں ہم نے انگریزوں کے کسی اجلاس کی رپورٹنگ دیکھی جسے دیکھ کر ہم پریشان ہوگئے کیونکہ سب نمائندوں کے سامنے اسلامی ملکوں کے ناموں کی تختیاں لگی ہوئی تھیں۔ نیوز کاسٹر نے انگریزوں کے اس اجلاس کو او آئی سی کا اجلاس بتا کر ہمیں ورطہ حیرت میں غوطے کھلا دیئے۔ اس وقت سے ہم یہی سوچ رہے ہیں کہ کیا انگلش سیلز مین سے ہمارے ان سرداروں کی اصلیت چھپ سکے گی۔ (عوام تو پہلے ہی ان کی اصلیت سے واقف ہیں چاہے وہ شلوار قمیص ہی میں ہوں۔)

درخت کی خاصیت

ایک عورت کا ایک آشنا تھا۔ اس نے قسم کھائی کہ جب تک تو کوئی ایسا حیلہ نہیں کرے گی کہ میں تیرے شوہر کی روبرو تجھ سے جماع کروں میں تجھ سے بات نہ کروں گا۔ اس نے ایسا حیلہ کرنے کا وعدہ کرلیا۔ اس کا ایک دن مقرر ہوگیا۔ اور ان کے گھر میں ایک بہت لمبا کھجور کا درخت تھا۔ اس عورت نے اپنے شوہر سے کہا میرا دل چاہتا ہے کہ اس کھجور پر چڑھ کر کھجوریں اپنے ہاتھ سے توڑ کر کھاؤں۔ اس نے کہا ایسا کرلے جب وہ بالکل چوٹی پر چڑھ گئی تو اپنے شوہر کی طرف دیکھ کر بولی کہ ہائیں یہ تو غیر عورت کے ساتھ کیا کر رہا ہے بڑا افسوس ہے تجھے شرم نہیں آتی کہ میری موجودگی میں تو اس سے جماع میں مشغول ہے اور گالیاں دیتی اور چیختی رہی اور وہ قسم کھاتا رہا کہ میں تو یہاں اکیلا ہوں یہاں کوئی دوسرا موجود بھی نہیں پھر اتر کر اس سے جھگڑتی رہی۔ اور وہ حلف بالطلاق کرتا رہا کہ وہ بالکل اکیلا تھا۔ پھر اس نے عورت سے کہا کہ تو بیٹھ میں اوپر چڑھ کر دیکھتا ہوں۔ جب وہ درخت کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ اس نے اپنے آشنا کو بلالیا۔ اس نے منہ کالا کرنا شروع کردیا۔ شوہر نے اوپر سے جب یہ معاملہ دیکھا تو اس نے بیوی سے کہا۔ میں تیرے قربان جاؤں اپنے دل میں اس بات کا کچھ رنج مت رکھ جو تو نے میرے بارے میں بیان کی تھی جو بھی اس درخت پر چڑھے گا وہ ایسا ہی دیکھے گا۔ جیسا کہ تو نے دیکھا تھا اور اب میں بھی تجھے اسی طرح دیکھ رہا ہوں۔

تیس مار خان

ایک بڑا سا گاؤں تھا۔ اس گاؤں میں ایک درزی رہا کرتا تھا جو بڑا ہی کاہل اور کام چور تھا۔ کام کے نام سے اسے چڑ سی تھی۔ ہر وقت سوچا کرتا۔ ''کاش اس دنیا میں کام کرنا نہ ہوتا صرف کھانا پینا اور سونا ہی زندگی ہوتی۔'' مگر بھلا ایسا کبھی ہوتا ہے؟ کمائے بغیر تو زندگی ناکام ہو جاتی ہے۔ اس درزی کی ایک بیوی بھی تھی۔ بڑی محنتی، اسی کو محنت مزدوری کر کے روزی روٹی کمانی پڑتی۔ گاؤں سمندر کے کنارے آباد تھا، سو وہ عورت مچھیروں کے کاموں میں ہاتھ بٹا کر محنت مشقت کر کے کچھ پیسے اور کھانے کے لئے تھوڑی مچھلی حاصل کر لیتی۔ دن اسی طرح گزر رہے تھے۔

یہ کہانی اس وقت کی ہے جب مختلف علاقوں میں مختلف راجا مہاراجا راج کیا کرتے تھے تو ظاہر ہے اس گاؤں کا بھی ایک راجا تھا جو گاؤں سے باہر اپنی بڑی سی حویلی میں عیش و آرام کی زندگی بسر کرتا تھا۔ درزی راجا پر رشک کیا کرتا۔ دل ہی دل میں سوچا کرتا۔ ''راجا کے تو مزے ہیں۔ بیٹھے بیٹھے حکم چلانا اور یوں ہی بیٹھے بیٹھے سب کچھ پانا۔ بڑی مزے کی زندگی ہوگی! کیوں نہ میں راجا بن جاؤں۔ راجا تو یہاں سے بہت دور رہتا ہے۔ یہاں اپنے محلے میں راج کروں گا، لوگوں کو حکم دیا کروں گا، جنہیں وہ گردن جھکا کر مان لیا کریں گے۔ بس اب ایک شوا تیلی راجا ہونے بننے کے خواب دیکھنے لگا اور اس کھوج میں کھویا رہنے لگا۔ یوں سمجھیں نیم پاگل ہو گیا۔ چلتے، ہنستے، بولتے، کھاتے، پیتے وہ اصلی راجا کی نقل کرنے لگا، اپنی بیوی کو رانی صاحبہ اور پاس پڑوسیوں کو وزیر، سردار، سپہ سالار وغیرہ قسم کے درباری خطابات سے آواز دے کر بلانے لگا۔ ایک آدھ بار تو پڑوس کی کسی عورت کو اسی کہہ کر آواز دے بیٹھا جس کے عوض اسے اپنے گالوں پر چانٹا کھانا پڑتا تھا اور اس کے بعد نوکرانی کا لفظ اپنے منہ سے نکالنا وہ بھول گیا، مگر باقی خصلتیں جوں کی توں قائم رہیں۔ لوگوں نے خود تنگ آ کر اس سے کنارہ کشی کر لی۔ کچھ لوگ جو بھولے بھٹکے آ کر اس سے کپڑے سلواتے تھے، انہوں نے بھی ادھر کا رخ کرنا چھوڑ دیا۔

اس درزی کے گھر کے آنگن میں ایک بڑا سا بادام کا درخت تھا۔ اس درخت کے نیچے وہ اپنی کرسی رکھ کر اس پر براجمان ہوتا۔ اس کرسی کو اس نے راج گدی کا نام دے رکھا تھا جس پر بیٹھ کر اس طرف سے گزرنے والے ہر شخص کو وزیر، سپہ سالار یا سردار کہہ کر آواز لگاتا، لیکن کوئی اس کی طرف متوجہ نہ ہوتا۔ سیدھی سادی بیوی بیچاری کیا کرتی؟ جب بھی رانی صاحبہ کہہ کر پکاری جاتی، چپ چاپ چلی آتی۔ شروع شروع میں تو اس نے سمجھانے کی کوشش کی، پر بھلا ہر روز ایسے پاگل کے منہ کون لگے۔

ایک دن اصل راجا کا وزیر گاؤں کا حال پوچھتے پوچھتے ادھر آ نکلا۔ گاؤں والوں نے اس کی ساری حرکتیں اسے سنا دیں۔ اس نے یہ مزیدار خبر راجا کو سنائی۔ راجا نے یہ خبر بڑے مزے سے سنی اور ہنس کر اپنے داروغہ کو بھیج کر اسے دربار میں بلا لیا۔ راجا کا دربار کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اس درزی کو راجا کے حضور پیش کیا گیا۔ درزی نے اپنے لئے خاص کپڑے سے اور راجا کے دربار میں راجوں مہاراجوں کے سے کپڑے پہن کر حاضر ہوا۔ ایک چوڑا سا کپڑا بیلٹ کے طور پر اپنی کمر سے باندھ رکھا تھا جس پر موٹے حروف میں ''تیس مار خان'' گندھا ہوا تھا۔ اور دربار میں بیٹھے سبھی لوگوں کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ بادشاہ نے جب اس کی وجہ پوچھی تب اس نے جواب دیا: ''ایک ہی وار میں تیس کا خون کر چکا ہوں۔''

''بھلا وہ کیسے؟'' بادشاہ نے پوچھا۔

''ایک روز میرے ہاتھ سے چائے کی پیالی گر گئی، ساری چائے بکھر گئی۔ اس پر مکھیاں بھنبھنانے لگیں۔ میں نے جھاڑو سے ایک ہی وار میں تیس مکھیاں مار ڈالیں'' ۔ اس نے جھٹ جواب دیا۔

دربار میں بیٹھے سارے لوگ کھلکھلا کر ہنس پڑے: ''واہ تیس مار خان''۔
''واہ'' کی صدا سارے دربار میں بلند ہوئی۔ لوگ اس کا مذاق اڑا رہے تھے، مگر وہ اسے اپنی تعریف سمجھ کر خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا۔
راجا نے اس سے کہا کہ ہم جو کام تمہیں سونپ رہے ہیں، اگر وہ تم کر دکھاؤ تو ہم تمہیں راجا بنا دیں گے۔ ہمارے گاؤں کے ایک علاقے میں جنگل سے ایک آدم خور شیر آ کر لوگوں کو کھا جاتا ہے۔ بس تمہیں اسے مارنا ہوگا۔
راجا کا حکم سن کر وہ بہت پریشان ہوا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ بھاگ کھڑا ہو، مگر یہ تو راجا کا حکم تھا، بھلا کیسے انکار کرتا۔ آخر کار ایک موٹا سا ڈنڈا اور تلوار لے کر اس جنگل کی طرف نکل پڑا۔ جوں جوں وہ بڑھتا گیا جنگل اور گھنا ہوتا گیا۔ اس کا خوف بڑھنے لگا۔ اسے لگا گویا سارا جنگل اس کا پیچھا کر رہا ہو۔ اسے وحشت سی ہونے لگی اور وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ بھاگتا رہا، بھاگتا رہا۔ آخر کار ایک جگہ تھک ہار کر گر پڑا۔ چاروں سمت بھیانک طور پر اسے اپنی موت نظر آنے لگی۔ ابھی وہ سانسیں درست بھی نہ کر پایا تھا کہ اسے ایک عجیب قسم کی بدبو آئی۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ اسے اپنے نیچے سے زمین سرکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ ایک درخت کے نیچے شیر مزے کی نیند سو رہا تھا اور یہ بدبو اسی کے جسم سے آ رہی تھی۔ اب درزی یعنی تیس مار خان کو اپنی موت یقینی طور پر آنکھوں کے سامنے ناچتی دکھائی دی۔ اس نے ہمت کی اور نہ جانے اچانک اس کے اندر اتنی طاقت کہاں سے آ گئی کہ اس نے میان سے تلوار نکال کر پوری طاقت سے سوئے ہوئے شیر پر وار کر دیا۔ شیر کی گردن آدھی سے زیادہ کٹ گئی۔ وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ تیس مار خان دوڑتا بھاگتا گاؤں آیا اور راجا کے دربار میں حاضر ہو کر شیر سے مقابلہ کرنے اور اسے پچھاڑ کر مار گرانے کی جھوٹی کہانی سنا دی۔ راجا آخر راجا تھا، وہ بھانپ گیا اور کہا: ''تم سچ مچ تیس مار خان ہو، اب ہم تمہیں اپنی فوج میں شامل کر لیں گے۔''
تیس مار خان کو اپنی بہادری کا پتہ تھا۔ اس نے سوچا اس مرتبہ تو موت کا سامنا ہے۔ فوجیں لڑائی کے میدان میں لڑتی ہیں۔ وہاں سچ مچ کی بہادری کی ضرورت ہوتی ہے اور اس نے بادشاہ کی خواہش پر گردن جھکا کر انکار کرتے ہوئے کہا: ''نہیں نہیں، میں پھر کبھی راجا بننے کا خواب نہیں دیکھوں گا۔ میں اپنے گاؤں ہی میں چین سے رہوں گا۔ تیس مار خان بن کر نہیں بلکہ درزی بن کر لوگوں کی خدمت کروں گا۔ مجھے معاف کر دیجئے بادشاہ سلامت!
راجا اب بہت خوش ہوا اور درزی کو انعام و اکرام سے نواز کر رخصت کر دیا۔ تیس مار خان خیالی دنیا سے نکل کر حقیقی دنیا میں آ گیا تھا۔

بی بی تمیزہ کی مزاحیہ حکایت

ایک آوارہ عورت تھی بی بی تمیزہ اس کو کسی بزرگ نے نماز کا پابند کر دیا تھا اور وضو بھی سکھلایا تھا۔ وہ سمجھے تھے کہ نماز کی بدولت یہ بدکاری بھی چھوڑ دے گی پانچ چھ ماہ کے بعد ان بزرگ کو دوبارہ ادھر آنے کا اتفاق ہوا تو پوچھا بی بی نماز پڑھا کرتی ہو کہنے لگی جی ہاں۔ انہوں نے کہا وضو بھی کیا کرتی ہو کہنے لگی آپ وضو کرا گئے تو گئے تھے بس اسی وضو سے نماز پڑھ لیتی ہوں۔
فائدہ: تو جیسے اس بی بی تمیزہ کا وضو تھا کہ وہ نہ سونے سے ٹوٹتا تھا نہ بدکاری سے ایسی ہی آج کل کی بزرگی بھی ہے کہ کسی طرح ٹوٹتی ہی نہیں بس عوام بزرگی اسی کو سمجھتے ہیں کہ ظاہری حالت کو درست کر لیں رہا باطن اس کی جو حالت بھی ہو پرواہ نہیں۔
(تسہیل المواعظ: ج۱ ص ۴۷۹)

شاعر ابونواس اور شہزادہ امین

ہارون الرشید کے دربار میں ابونواس کو خاص شہرت حاصل تھی یہ نہ صرف ایک بلند مرتبہ شاعر تھا بلکہ حاضر جوابی اور ظرافت میں بھی اپنا جواب نہ رکھتا تھا ایک مرتبہ ہارون الرشید کی چہیتی بیوی زبیدہ نے ابونواس سے کہا ''اس کے بیٹے شہزادہ امین کو چونکہ شاعری کا شوق ہے اس لئے وہ اس کے اشعار کی اصلاح کر دیا کرے۔'' ابونواس کو کیا انکار ہو سکتا تھا۔

امین نے اپنے اشعار اصلاح کی غرض سے ابونواس کی خدمت میں پیش کئے اور ابونواس نے پہلی مرتبہ ہی کچھ ضرورت سے زیادہ ستم ظریفی کا مظاہرہ کیا۔ اشعار میں عروض کی غلطیاں اس طرح نکالیں کہ امین کو غصہ آ گیا اور اس نے ابونواس کو قید خانے میں ڈالدیا۔

کسی طرح شہزادے کی حرکت کا علم ہارون رشید کو ہو گیا اس نے فوراً ابونواس کی رہائی کا حکم جاری کیا۔ بات آئی گئی ہوگئی۔

اتفاق سے ہارون رشید، امین اور ابونواس یکجا تھے ہارون رشید نے امین کو حکم دیا ''امین تمہارے استاد موجود ہیں موقع سے فائدہ اٹھاؤ اور ان سے اپنے اشعار کی اصلاح کرالو۔''

امین نے چند شعر پڑھ کر سنائے ابونواس نے انہیں غور سے سنا مگر منہ سے کچھ نہ بولا چپ چاپ اٹھ کر چل دیئے ہارون رشید نے حیرت سے دریافت کیا ''ابونواس! کہاں؟

ابونواس نے امین کو معنی خیز نظروں سے دیکھا اور جواب دیا امیر المومنین قید خانے۔

ایک واعظ کی مزاحیہ حکایت

ایک قصبہ میں ایک واعظ صاحب آئے تھے جو آٹھ سے لے کر پانچ روپے تک کا وعظ کہتے تھے حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے پوچھا کہ کسی نے ان کے دونوں وعظ سنے بھی ہیں کہ ان میں کیا یہ فرق ہوتا ہے؟ ایک شخص نے کہا میں نے دونوں وعظ سنے ہیں ایک بھٹیار نے ایک مرتبہ آٹھ آنے والا وعظ کرایا تھا تو بہت دھیمی آواز میں اور نہایت مختصر بیان میں ختم کر دیا نہ شعر پڑھے نہ روئے۔ اس نے کہا مولوی جی تھوڑا سا اور کہہ دو تو کہتے ہیں کیا تو آٹھ آنے میں جان لے گا اور جو پانچ روپے والا وعظ تھا اس میں خوب چلا چلا کر شعر پڑھے اور روئے بھی۔

حفیظ جالندھری کا لحن داؤدی اور اس کا نتیجہ

حفیظ جالندھری شیخ سر عبدالقادر کی صدارت میں انجمن حمایت اسلام کے لئے چندہ جمع کرنے کی غرض سے اپنی نظم سنا رہے تھے...... جلسے کے اختتام پر منتظم نے بتایا کہ آج کے جلسے میں پونے تین سو روپے چندہ جمع ہوا ہے...... حفیظ جالندھری نے مسکراتے ہوئے کہا: ''سب ہماری نظم کا اعجاز ہے جناب''......

''لیکن حضور! منتظم نے بہت متانت سے بتایا: ''دو سو روپے ایک ایسے شخص نے دیئے ہیں جو بہرہ تھا۔''

ایک دلچسپ قصہ

ایک صاحب بازار جارہے تھے گھوڑا خریدنے کے لئے، جیب میں ان کے رقم تھی۔ راستے میں کسی نے پوچھا کہ چوہدری صاحب! کہاں جارہے ہیں۔ انہوں نے کہا میں بازار جارہا ہوں گھوڑا خریدنے کیلئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ یہ کہیں ان شاء اللہ۔ اس نے کہا ان شاء اللہ کی کیا بات ہے۔ بازار میں گھوڑے موجود ہیں، جیب میں میری رقم موجود ہے۔ ان شاء اللہ کی کیا ضرورت ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ارے میاں دستر خوان پر نعمتیں رکھی ہوئی ہیں۔ کھانا رکھا ہوا ہے، ہم کھانے کے لئے تیار بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ کیا آپ کہہ رہے ہیں کہ بسم اللہ بھی پڑھئے۔ بازار میں گھوڑے ہیں، جیب میں رقم ہے۔ ان شاء اللہ کی کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ صاحب! میں آپ سے بحث نہیں کرنا چاہتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم تھی، میں نے آپ کو بتادی۔ آپ جانیں آپ کا کام جانے، چوہدری صاحب بازار گئے۔ گھوڑے تلاش کئے۔ ایک گھوڑا پسند آیا۔ جب بھاؤ تاؤ اس کا کرلیا جیب میں ہاتھ ڈالا، رقم نکالنے کے لئے، تو وہ اتفاق سے راستے میں کہیں گر گئی تھی۔ کہنے لگے، رقم کہیں گر گئی ہے میں تلاش کرکے ابھی آتا ہوں......

وہی صاحب پھر مل گئے۔ انہوں نے کہا کہ چوہدری صاحب گھوڑے خرید لائے۔ کہنے لگے کہ میں آپ سے بات کرکے جو یہاں سے پہنچا ان شاء اللہ میں نے جا کے وہاں گھوڑے والے سے بات کی ان شاء اللہ، اور میں نے جو وہاں گفتگو کی ان شاء اللہ...... ارے اب کیا ہوتا ہے ان شاء اللہ سے...... اب تو چڑیاں چگ گئیں کھیت...... اب بات بات پر ان شاء اللہ کہتا ہے۔

مولانا آزاد اور طلبائے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

پروفیسر ظہیر احمد صدیقی مولانا آزاد کے سوانحی خاکہ میں یوں رقمطراز ہیں:

"وہ موسم کے اعتبار سے ایک معتدل رات تھی جب میں کسی عزیز کے انتظار میں علی گڑھ اسٹیشن پر ٹہل رہا تھا۔ میرے ساتھ جو عزیز اور ان کے دوست تھے وہ سب یونیورسٹی کے طالب علم تھے۔ اچانک کسی نے اطلاع دی کہ وہ ٹرین جو چند لمحوں میں پہنچنے والی ہے اس میں ملانا ابوالکلام آزاد بھی سفر کررہے ہیں۔ سب کو اشتیاق ہوا کہ مولانا کی زیارت کی جائے...... نظریاتی اختلاف کے باوجود مولانا کی علم وفضل اور لیڈر کی حیثیت سے بحر حال کوئی منحرف نہیں تھا۔ گاڑی پلیٹ فارم پر پہنچی اور طلبہ نے فرسٹ اور سکینڈ کلاس کے ڈبے دیکھنا شروع کردیئے...... ایک کمپارٹمنٹ میں مولانا کے نام کی چٹ لگی ہوئی تھی مگر اس کا دروازہ بند تھا...... طلبہ نے دستک دی کوئی جواب نہ ملا تو کسی نے قلم کی نوک سے کھڑکی کا شٹر اٹھادیا۔ اندر برتھ پر مولانا تشریف رکھتے تھے...... ایک طالب علم نے بلند آواز سے کہا: "مولانا! ہم لوگ آپ کی زیارت کیلئے آئے ہیں"...... مولانا نے برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "جہنم میں جاؤ"

...... برجستہ کسی منچلے نے جواب دیا: "مولانا پھر تو رہنمائی آپ ہی فرمایئے۔"

بحوالہ "دلی والے" مرتبہ ڈاکٹر صلاح الدین، (ج اول ص ۳۰)

عیدگاہ میں فوٹو گرافر

ایک بار ناظم آباد کی عیدگاہ میں نماز سے قبل ایک فوٹو گرافر فوٹو لینے لگا حضرت مفتی رشید احمد صاحبؒ نے اسے منع فرمایا، وہ باز نہ آیا تو آپ کے ایک شاگرد نے اسے للکارا اس کی طرف بڑھتے ہوئے گرجدار آواز سے کہا:

''تجھے ابھی قتل کرتا ہوں۔''

وہ تو سر پر پاؤں رکھ کر ایسا بگٹٹ بھاگا کہ پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا شاید اپنے گھر ہی پہنچ کر دم لیا ہو، بیوی سے کہہ رہا ہوگا:

''جان بچی سو لاکھوں پائے۔''

حالانکہ وہ بہت کیم شیم اور قد آور تھا اور یہ طالب علم بہت ہی نحیف اور مختصر جسم مگر قوت ایمانیہ غالب آگئی۔

نماز عید کے بعد ایک دوسرا فوٹو گرافر حضرت والا کی خدمت میں آکر کہنے لگا:

''اگر یہ فعل حرام ہے تو علماء فوٹو کیوں کھنچواتے ہیں؟ اور ان کے فوٹو اخباروں میں کیوں شائع ہوتے ہیں؟ اگر یہ پیشہ حرام ہے تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ حرام آمدنی سے اپنا اور بیوی بچوں کا پیٹ پالیں، اس کی بجائے ہم کوئی حلال پیشہ کیوں نہ اختیار کرلیں؟''

حضرت والا نے ارشاد فرمایا:

''آپ علماء کا عمل نہ دیکھیں بلکہ ان سے مسئلہ پوچھیں، کوئی عالم بھی اسے جائز نہیں کہے گا، آپ خود تحقیق کریں اگر کوئی ایک عالم بھی اسے جائز کہہ دے تو مجھے بتائیں۔''

بعد میں حضرت والا نے فرمایا:

''اس فوٹو گرافر کی باتوں سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ علماء کی مداہنت بلکہ مجالس معصیت میں شرکت کا یہ اثر ہے کہ عوام ایسے منکرات کو حلال سمجھنے لگے ہیں۔ عوام کی گمراہی اور ارتکاب منکرات کا وبال اور عذاب ایسے مولویوں پر بھی ہوگا جو اس قسم کے منکرات سے نہیں روکتے بلکہ خود بھی شریک ہوجاتے ہیں۔

میرے علم میں ایسے علماء بھی ہیں کہ انہوں نے تصویر کی حرمت پر مفصل و مدلل کتابیں لکھی ہیں مگر اپنی مجالس اور تقریروں میں اس کی حرمت بیان نہیں کرتے اور اس کے عذاب سے نہیں ڈراتے، بلکہ ایسی مجالس میں شریک بھی ہوجاتے ہیں جہاں تصویر لی جارہی ہو، اس سے بڑھ کر یہ کہ کوئی فوٹو گرافر خود ان کی تصویر لے رہا ہو تو اسے منع نہیں کرتے، حتی کہ فوٹو گرافر تصویر لینے کی اجازت طلب کرے تو صراحۃً یا اشارۃً اسے اجازت دے دیتے ہیں۔

تصویر کی حرمت پر ایسے عالم کی کتاب کا کیا فائدہ؟ جب کہ اس کے عمل کو پوری دنیا دیکھ رہی ہے، اور کتاب کو لاکھوں میں سے کوئی ایک آدھ ہی دیکھتا ہے، پھر جس نے کتاب دیکھی اس پر کیا اثر ہوگا؟ وہ یہ سوچتا ہوگا کہ جب حرمت پر کتاب لکھنے والا عالم خود ہی اعلانیہ حرام کا مرتکب ہے تو ہم جیسے عوام کے لئے کیا حرج ہے؟ اللہ تعالیٰ ایسے علماء کو فکر آخرت عطا فرمائیں۔''

انوکھی حکمت

ابو محمد الخشاب نحوی سے مروی ہے کہ ایک جولاہے کا گزر ایک طبیب پر ہوا اس نے دیکھا کہ وہ کسی مریض کے لئے نقوع (جو کسی عرق یا پانی میں دوا کو بھگو کر اس کا زلال) تجویز کر رہا ہے اور کسی مریض کے لئے تمر ہندی (املی کے نام سے) تجویز کر رہا ہے اس نے کہا کون ہے جو اس کام کو عمدگی سے نہ کر سکے وہ اپنی بیوی کے پاس آیا۔ اور اس سے کہا میرے لئے ایک بڑا عمامہ بنادے اس نے کہا کہ کس چیز نے تجھے اتنا بلند پرواز کر دیا۔ وہ بولا میں تو اب حکیم ہوں گا۔ وہ بولی ایسا نہ کر بیٹھنا جب تو لوگوں کو جان سے مارے گا تو لوگ تجھے سنگوا دیں گے اس نے کہا یہ اہل ارادہ ہے (آخر کار بڑا پگڑ باندھ کر مطب شروع کر دیا گیا) پہلے دن جا کر بیٹھے اور لوگوں کے لئے دوائیں تجویز کرتے رہے اور کافی روپے کما لئے (اور کئی دن ایسے کرتا رہا) پھر آ کر بیوی سے کہا کہ میں روزانہ ایک گولی بنالیتا ہوں (اور ہر بیمار کو وہی دیتا ہوں) دیکھ کتنا کما چکا ہوں۔ اس نے کہا یہ کام چھوڑ دے حکیم جی نے کہا ایسا نہیں ہوسکتا۔ دوا ایک دن ایسا ہوا کہ ایک باندی کا گزر حکیم جی (کے مطب) کی طرف ہوا اس نے دیکھ کر اپنی مالکہ سے کہا جو سخت بیمار تھی میرا جی چاہتا ہے کہ نیا طبیب تمہارا علاج کرے اس نے کہا اس کو بلا لے چنانچہ آپ تشریف لے آئے۔ اور حال یہ تھی کہ اس بیمار کا مرض تو ختم ہو چکا تھا صرف کمزوری باقی تھی (مگر وہ یہ نہ سمجھی تھی) حکیم جی نے تجویز کیا کہ ایک مرغی بھون کر لاؤ وہ لائی گئی اور مریضہ نے خوب کھائی تو ضعف جاتا رہا۔ اور وہ اٹھ بیٹھی (پھر تو خوب واہ واہ ہوئی) شدہ شدہ یہ خبر بادشاہ تک پہنچ گئی اس نے اس کو بلا کر جس مرض میں وہ مبتلا تھا اس کا اظہار کیا اتفاقیہ طور پر اس نے ایک ایسی دوا کہہ دی جو اس کو موافق آ گئی۔ اس کے بعد سلطان کے پاس ایسے لوگوں کی ایک جماعت پہنچی جو اس جولاہے کو پہچانتی تھی انہوں نے سلطان سے کہا کہ یہ شخص ایک جولاہا ہے یہ کچھ نہیں جانتا۔ سلطان نے کہا اس شخص کے ہاتھ سے مجھے صحت ہوئی اور فلاں عورت والی کے علاج سے صحت ہوئی (یہ میرا تجربہ ہے اس کے خلاف) میں تمہاری بات تسلیم نہ کروں گا۔ انہوں نے کہا ہم تجربہ کرانے کے لئے اس کے سامنے چند مسائل رکھتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا ایسا کرو اور انہوں نے چند سوالات تجویز کر کے اس سے کئے اس نے کہا اگر میں ان مسائل کے جوابات تمہارے سامنے بیان کروں گا تو تم جواب کو نہیں سمجھ سکو گے کیونکہ جوابات کو وہی سمجھ سکتا ہے جو طبیب ہو۔ لیکن (اگر تمہیں تجربہ ہی کرنا ہے تو اس طرح کرو) کیا تمہارے یہاں کوئی شفا خانہ نہیں ہے لوگوں نے جواب دیا کہ ہے پھر اس نے کہا کیا اس میں ایسے بیمار نہیں ہیں جو مدت سے پڑے ہوئے ہوں لوگوں نے کہا ہیں۔ اس نے کہا بس میں ان کا علاج کئے دیتا ہوں تم دیکھو گے کہ سب کے سب عافیت کے ساتھ گھنٹہ بھر میں اٹھ کر چلے جائیں گے۔ کیا میری قابلیت کے اظہار کے لئے کوئی دلیل اس سے بڑی ہوسکتی ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ پھر یہ شفا خانے کے دروازے پر پہنچا اور لوگوں سے کہا تم سب یہاں بیٹھو۔ میرے ساتھ اندر کوئی نہ آئے اور تنہا داخل ہوا۔ اس کے ساتھ صرف افسر شفا خانہ تھا۔ اس نے افسر سے کہا کہ جو کچھ میں کروں گا اگر تو نے کسی کے سامنے اس کا اظہار کر دیا تو میں تجھے پھانسی دلوا دوں

گا اور اگر تو خاموش رہا تو مالا مال کردوں گا۔ اس نے کہا میں نہیں بولوں گا۔ اس کو حلف بالطلاق دلایا پھر اس سے پوچھا کیا تیرے پاس اس شفاخانہ میں تیل موجود ہے اس نے کہا ہاں کہا کہ لے آ وہ بہت سا تیل لے آیا۔ اس نے وہ ایک بڑی دیگ میں ڈالا اور اس کے نیچے آگ جلائی جب تیل خوب جوش مارنے لگا تو مریضوں کی جماعت کو آواز دی ان میں سے ایک مریض سے کہا کہ تیری بیماری صرف اسی سے دفع ہوسکتی ہے کہ اس دیگ میں بیٹھ جائے۔ مریض اللہ کو یاد کرنے لگا۔ اے اللہ تو ہی مددگار ہے حکیم جی نے کہا یہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ اس مریض نے کہا مجھے تو شفا ہوچکی تھی بس معمولی سا درد تھا سر میں۔ حکیم جی نے کہا۔ پھر شفاخانہ میں تو کیوں پڑا رہا۔ جب اچھا ہوچکا ہے۔ اس نے کہا کہ بس یوں ہی کوئی خاص وجہ نہیں۔ حکیم جی نے کہا تو چلا جا اور لوگوں سے کہتے جانا کہ میں تندرست ہوچکا۔ وہ وہاں سے نکل کر بھاگا اور لوگوں سے کہہ گیا کہ میں شفایاب ہوگیا ان حکیم صاحب کی آمد سے۔ پھر دوسرے مریض کا نمبر آیا اس سے بھی وہی ارشاد ہوا کہ تیری بیماری صرف اس طرح دفع ہوسکتی ہے کہ تو اس دیگ میں بیٹھ جائے۔ اس نے کہا اللہ اللہ میں تو تندرست ہوچکا ہوں۔ حکیم جی نے کہا اس میں بیٹھنا ضروری ہے۔ اس نے کہا میں تو آج ہی شام کو رخصت ہونے کا ارادہ کررہا تھا۔ اب حکیم جی نے فرمایا اگر تجھے شفا ہوچکی ہے تو چلا جا اور لوگوں سے کہتے جانا کہ میں اچھا ہوگیا ہوں وہ بھی نکل کر بھاگا (جان بچی لاکھوں پائے) اور لوگوں سے کہتا گیا کہ حکیم صاحب کی برکت سے مجھے صحت ہوچکی ہے یہی حال سب کا ہوا یہاں تک کہ سب حکیم صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے رخصت ہوگئے۔

نمونہ

حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ آج ایک صاحب نے مولوی فیض الحق صاحب کی ایک حکایت بیان کی کہ بڑے ظریف تھے ایک مرتبہ جس زمانہ میں مولانا لاہور میں تشریف رکھتے تھے وہاں ایک دکاندار تھا اس سے آپ نے کچھ خربوزے خریدے۔ خیر مکان پر لاکر جب ان کو کھانا شروع کیا تو سب پھیکے نکلے۔ مولانا ان کو لے کر دکاندار کے پاس واپس تشریف لائے اور دکاندار سے کہا کہ یہ تو سب پھیکے ہیں اس نے کہا کہ پھر میں کیا کروں۔ فرمایا کہ بھائی واپس کرلے کہا کہ میرے تو کام کے رہے نہیں۔ (کیوں کہ کاٹ لئے تھے) مولانا نے فرمایا کہ پھر ہمارے بھی کام کے نہیں، کہنے لگا صاحب میں کچھ نہیں جانتا، میں نہیں واپس کروں گا۔ خیر مولانا خاموش ہوگئے اور وہیں دکان کے پاس بیٹھ گئے۔ اب جو خریدار آتا اور خربوزے اس دکان سے خریدنا چاہتا تو فرماتے کہ بھائی پہلے نمونہ دیکھ لو۔ اس دکاندار نے جو یہ منظر دیکھا تو فوراً خربوزوں کی واپسی پر تیار ہوگیا اور مولانا دام لے کر واپس تشریف لے آئے۔

رافضی کتا
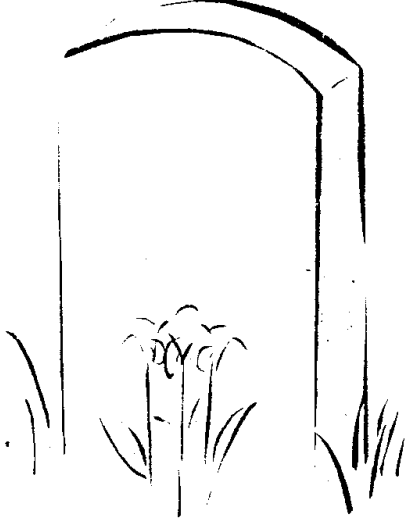
واجد علی شاہ مشہور شیعہ گزرا ہے وہ سواری پر چلے جارہا تھا ایک سنی خدمت گار ساتھ تھے اور قبرستان پر گزر ہوا، ٹوٹی پھوٹی قبریں تھیں ایک قبر پر کتا ٹانگ اٹھائے پیشاب کررہا تھا، واجد علی شاہ قرائن سے سمجھے کہ ایسے قبرستان سنیوں ہی کے ہوسکتے ہیں کیونکہ شیعوں کے قبرستان پرتکلف ہوتے تھے اس لئے کہ انہی کی حکومت تھی اور یہ لوگ اکثر روپے پیسے والے بھی ہوتے ہیں۔ واجد علی شاہ نے اس سنی سے کا کہ یہ قبر کسی سنی کی معلوم ہوتی ہے، اس سنی نے جواب دیا کہ جی حضرت صحیح ہے بجا فرمایا جب ہی تو رافضی کتا اس پر پیشاب کررہا ہے، کیا ٹھکانہ ہے اس دلیری کا بادشاہ کی بھی پرواہ نہ کی، فوراً ترکی بہ ترکی جواب دیا آج کل تو مصلحت پرستی میں رہتے ہیں، یہ ان لوگوں کی حکایات ہیں جو ملازمت بھی انہیں کے یہاں کرتے تھے اور ملازمت بھی ادنی درجہ کی، اب تو کوئی برابر والے کے سامنے بھی ایسی بات نہیں کرسکتا، ان لوگوں کے ایمان قوی تھے۔ (الافاضات الیومیہ)

شیخ چلی کی مزاحیہ حکایت

شیخ چلی مزدوری پر تیل کا گھڑا سر پر اٹھائے لئے جارہا تھا اور اپنے ذہن میں یہ خیال پکارہا تھا کہ یہ تیل کا گھڑا جو مزدوری پر لے جارہا ہوں اس کو پہنچا کر مجھے پیسے ملیں گے ان پیسوں سے یوں مالدار ہوجاؤں گا۔ پہلے مرغی لوں گا پھر بچے نکال کر ان کو فروخت کرکے بکری خرید کر پھر بھینس لوں گا پھر بیاہ کرلوں گا پھر خوب اولاد ہوگی۔ وہ مجھ سے پیسے مانگیں گے میں کہوں گا ہشت، اس کہنے سے آپ کا سر ہل گیا، اور گھڑا گرگیا۔ مالک بہت جھلایا سخت ناراض ہوا تو آپ کہتے ہیں کہ تیرا ایک گھڑا ہی گیا میرا تو سارا کنبہ برباد ہوگیا۔

فائدہ: صاحبو! اس حکایت پر تو ہم ہنستے ہیں مگر درحقیقت ہم خود اپنے اوپر ہنستے ہیں کیونکہ ہم سب اسی بلا میں پھنسے ہوئے ہیں کہ ہر وقت یہ دھن لگایا کرتے ہیں کہ اس روپے سے یوں تجارت ہوگی اتنا نفع اس میں ہوگا یوں ہم بنک میں روپے داخل کریں گے اور یہ تجربہ کی بات ہے کہ ہر تمنا پوری ہوتی نہیں آخر میں شیخ چلی کی طرح ہر شخص کا گھڑا چھوٹ جاتا ہے۔

ھند اور حجاج

مروی ہے کہ نعمان کی بیٹی ہند اپنے زمانے میں سب سے خوبصورت تھی، حجاج گورنر کو اس کا حسن و جمال بیان کیا گیا تو اس نے ہند کو پیغام نکاح بھیجا اور بہت زیادہ مال کا کہا۔ آخر دونوں کی شادی ہوگئی۔ حجاج نے اس کے لئے دو لاکھ درہم مہر رکھے اور پھر شب زفاف گزاری، بعد میں ھند حجاج کے ساتھ اپنے والد کے علاقے معرة میں آگئی۔ حجاج وہاں ایک طویل عرصہ اس کے ساتھ ٹھہرا۔ پھر حجاج نے ہند کو لے کر عراق کا رخ کیا، وہاں بھی ایک مدت قیام کیا۔

ایک مرتبہ حجاج اس کے پاس گیا تو وہ آئینے میں اپنا منہ دیکھ رہی تھی، یہ بڑی شاعرہ اور ادیبہ بھی تھی۔ وہ یہ شعر پڑھ رہی تھی اور آئینہ کو دیکھ رہی تھی۔

وما ھند الامھرة عربية

سليلة افراسی تحللها بغل

اور ہند ایک بہت مہر والی عربی لڑکی ہے جو شہسواروں کی بیٹی ہے (لیکن) ایک خچر نے اس کو اپنے پاس رکھا ہے۔

فان ولدت فحلا صلله درها

وان ولدت بغلا حجاء بها البغل

پس اگر وہ کسی بہادر کو جنم دے تو اللہ ہی کے لئے اس (ھند) کی بھلائی ہے اور اگر خچر کو جنم دے تو خچر کی وجہ سے وہ آیا ہے۔

حجاج نے یہ سنا تو واپس پلٹ گیا اور ھند کو معلوم بھی نہ ہوا اور حجاج نے اس کو طلاق دینے کا ارادہ کرلیا اور حجاج واپس اپنے ٹھکانے چلا گیا اور وہاں عبداللہ بن طاہر کو بھیجا اور مہر کے دو لاکھ درہم بھی دیئے کہ اس کو دیدے اور کہا اے ابن طاہر اس کو صرف دو کلموں سے طلاق دو اور زیادہ بات ہی نہ کرنا۔ عبداللہ بن طاہر ھند کے پاس آیا اور اس کو کہا۔ ابو محمد حجاج آپ کو جدائی کی طلاق دیتے ہیں اور یہ آپ کے دو لاکھ درہم جو آپ کے بطور مہر ان پر تھے۔ تو ھند نے کہا اے ابن طاہر جان لے کہ اللہ کی قسم ہم اس پر اللہ کی تعریف اور شکر کرتے ہیں اور ہم جدا ہو گئے ہمیں کچھ پشیمانی نہیں اور یہ دو لاکھ درہم جو آپ لائے ہیں آپ کو بطور انعام بشارت ہو اس بات پر کہ مجھے بنی ثقیف کے ایک کتے سے چھٹکارہ مل گیا (کیونکہ حجاج بہت ظالم و جابر حاکم تھا جس نے تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کو ظلماً شہید کیا جن میں بہت سے صحابہ کرام اور تابعین بھی ہیں)

جب ھند نے امیر المومنین کا یہ پیغام پڑھا تو انکار کی گنجائش نہ رہی اور پھر جواب لکھا پہلے تعریف کی پھر کہا اے امیر المومنین میں نکاح کو صرف ایک شرط پر قبول کرتی ہوں وہ شرط یہ ہے (اس شہر) معرة سے میری ڈولی کے اونٹ کو حجاج خود چلا کر آپ کے شہر میں آئے اور پیدل آئے اور وہ بھی ننگے پاؤں۔

جب عبدالملک نے یہ پیغام سنا تو بہت ہنسا اور بات قبول کر لی اور حجاج کو اسی طرح حکم روانہ کر دیا۔

جب حجاج نے امیر المومنین خلیفہ وقت کا حکم پڑھا تو سر تسلیم خم کیا و فرماں برداری اور مخالفت کی تاب نہ لا سکا اور ھند کو تیار ہو جانے کا کہلوا دیا۔ ھند بن کر تیار ہو گئی تو حجاج ھند کے پاس مصر تک تو اپنی شان وشوکت کے ساتھ گیا۔ پھر مصر پہنچا تو ھند اپنی ڈولی میں بیٹھ گئی اور اس کے گرد و پیش اس کی سہیلیاں اور باندیاں اور دوسرے غلام بھی سواریوں پر سوار ہو گئے حجاج ننگے پاؤں پیدل ھند کے اونٹ کی مہار پکڑے چلا، ھند نے اس پر ہنسی مزاق شروع کر دیا اور اپنی سہیلی ہیفاء کے ساتھ مل کر اس پر خوب ہنسی اور فقرہ بازی کی پھر ھند نے ہیفاء کو کہا کہ ڈولی کا پردہ ہٹاؤ تو ھند کا چہرہ حجاج کے سامنے آیا گیا اور اس پر مذاق بازی کی تو حجاج نے یہ شعر کیا۔

فان تضحکی منی فیاطول لیلۃ

ترکتک فیھا کالقباء المفرج

پس اگر تو مجھ پر ہنستی ہے (تو کوئی بات نہیں) اے رات کی بچی ہوئی، حالانکہ میں نے تجھے رات میں چھوڑا ہے جیسے کہ کھلا ہوا قبا۔

ھند نے یہ دو شعر کہتے جواب دیا۔

وما نبالی اذا حنا سلاس

بما فقدناہ مال ومن نشب

ہمیں کوئی پرواہ نہیں جب کہ ہماری روحیں محفوظ ہیں اس سے جس کو ہم نے کھو دیا مال سے اور جائیداد وغیرہ سے۔

فالمال مکتسب و العزمر تجع

اذا النفوس وقاھا اللھمن عطب

مال تو کمایا جا سکتا ہے اور عزت واپس آ سکتی ہے جب اللہ نفسوں کو ہلاکت سے محفوظ کر دے گا۔

تو الغرض ھند، حجاج کے ساتھ اسی طرح مسلسل مذاق کرتی رہی اور فقرے کستی رہی یہاں تک کہ وہ خلیفہ کے شہر کے قریب ہو گئی۔ پھر ھند نے ایک دینار زمین پر پھینک دیا اور کہا اے اونٹ چلانے والو! ہمارا درھم گر گیا ہے اٹھا کر دو۔ حجاج نے زمین کو دیکھا تو وہاں دینار تھا کہا وہ دینار ہے ھند نے کہا وہ درہم ہے حجاج نے کہا بلکہ دینار ہے تو پھر ھند نے (مطلب کی بات کی) کہا الحمد للہ ہم سے درہم گر گیا اللہ نے ہم کو بدلے میں دینار عطا فرما دیا حجاج بڑا شرمندہ ہوا اور خاموش ہو گیا (ھند کی مراد تھی کہ تو نے ہم کو درہم دیئے جو چاندی کے ہوتے ہیں خلیفہ کے ذریعے اللہ نے ہم کو دینار دیئے جو سونے کے ہوتے ہیں)۔

پھر حجاج اس کو لیکر خلیفہ عبدالملک کی خدمت میں حاضر ہوا اور خلیفہ نے اس سے شادی کر لی۔

لاجواب

حضرت سید اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جب سات آٹھ سال کی عمر میں تھے تو ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے کتا پالا ہوا ہے، معصوم سید صاحب نے اس سے کہا تم نے کتا پالا ہوا ہے تو تمہارے گھر میں فرشتے نہیں آئیں گے حالانکہ مراد یہ تھی کہ رحمت کے فرشتے نہیں آئیں گے، اس کے جواب میں اس شخص نے کہا پھر تو اچھا ہے کیونکہ جب فرشتے نہیں آئینگے تو میں مروں گا بھی نہیں، اس لئے کہ موت کیلئے بھی فرشتہ ہی آتا ہے، یہ جواب سن کر معصوم سید نے نہایت عمدہ جواب دیا اور فرمایا کہ ''پھر تو کتے کی موت مرے گا''۔یعنی کہ جو فرشتے کتے کی جان لینے آئے گا وہی تیری جان بھی لے گا، یہ سن کر وہ شخص حیران رہ گیا۔

بے مثل ذہانت

حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کے لئے مسجد کی طرف نکلے۔ ابھی راستے میں تھے کہ ایک کافر نے ان سے پوچھا:

''اے علی! یہ تو بتایئے، کون سے جانور انڈے دیتے ہیں اور کون سے بچے؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کافر کے فریب کو بھانپ گئے۔ اس نے یہ سوال اس خیال سے پوچھا کہ یہ پرندوں اور جانوروں کے نام گنوانے لگ جائیں گے اور نماز کا وقت نکل جائے گا، انہوں نے فوراً کہا:

''جن جانوروں کے کان باہر ہوتے ہیں، وہ بچے دیتے ہیں اور جن کے کان اندر ہوتے ہیں، وہ انڈے دیتے ہیں۔''

یہ کہا اور آگے بڑھ گئے...... کافر ہکا بکا کھڑا رہ گیا۔ (محمد عرفان۔صوابی)

حیرت کی بات یہ ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں لوگ تصویریں اور جانوروں کے مجسمے گھروں میں سجا کر رکھنے کو ایک عام سی معمولی بات سمجھنے لگے ہیں گویا کہ ان کے ذہنوں کے حاشیے تک میں بھی یہ بات بھی نہیں آتی کہ آخر یہ بھی کوئی گناہ کی بات ہے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ پر بنی ہوئی تصویریں دیکھ کر گھر میں داخل ہونا گوارا نہیں کیا، تو جب رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وسلم تصویر والے گھر میں داخل ہونا مکروہ سمجھتے ہیں تو رحمت خداوندی کیسے اس گھر میں آئے گی؟ اور جو یہ بعض لوگ اپنے مرحومین کی بڑی بڑی تصاویر فریم کروا کر لٹکاتے ہیں اور کبھی کبھار اس پر پھولوں کا ہاتھ بھی لٹکا دیتے ہیں یہ تو بالکل ہندوانہ رسم ہے اور مشرکوں کا عمل ہے، اس سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے۔ ہمیں چاہیے کہ اس طرف توجہ دیں اور اس گناہ کو گناہ سمجھیں اور اس سے توبہ کرکے ہمیشہ کیلئے اس سے بچنے کا اہتمام کریں، یہ ایسا گناہ ہے جو انسان کو سوتے جاگتے، کھاتے پیتے حتیٰ کہ قرآن کی تلاوت وعبادت کرتے ہوئے بھی ملتا رہتا ہے۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

قصۂ مگسی و تخیل خام

ایک جگہ ایک گدھے نے پیشاب کیا اس کی مقدار اس قدر تھی کہ گھاس کے تنکے اس کے بہاؤ کی زد میں بہنے لگے ایک مکھی ایک تنکے پر بیٹھ گئی اور گدھے کے بہتے ہوئے پیشاب پر اس نے محسوس کیا کہ میں دریا میں سفر کر رہی ہوں اور یہ بہتا ہوا تنکا ایک عجیب کشتی ہے دوسری مکھیوں کے مقابلے میں اسے اپنی برتری کا احساس ہوا۔ اور یہ لطف اس نے کبھی نہ پایا تھا پس اس کے خیال میں یہ بات آئی کہ میں دوسری مکھیوں پر اپنی فوقیت اور بلندی کا اعلان کروں چنانچہ اس نے کہا:

یک مگس بر برگ کاہ و بول خر

ہمچوں کشتیبان ہمی افراخت سر

ایک مکھی گھاس کے تنکے اور گدھے کے پیشاب پر مثل کشتی چلانے والے کے اپنا سر بلا رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ

گفت من دریا و کشتی خواندہ ام

مدتے در فکر آں می ماندہ ام

مکھی نے کہا کہ میں نے دریا اور کشتی رانی کا فن پڑھا ہے اور اس فکر میں ایک مدت صرف کی ہے۔

حاضر جوابی

شہنشاہ جہانگیر کا شاہی حرم بیگمات کے درمیان لطیفہ گوئی اور شوخیوں کا مرکز ہوا کرتا تھا۔ خصوصاً رانی جودھابائی اور نور جہاں بیگم کے درمیان اکثر نوک جھونک رہا کرتی تھی، دونوں ہی لطیفہ گوئی، حاضر جوابی اور بذلہ سنجی میں یکتا ہوا کرتی تھیں۔

چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ نور جہاں نے رانی جودھابائی کو زک دینے اور بادشاہ کی نظر میں خفیف کرنے کی غرض سے کہا: ''عالمپناہ آپ کے منہ مبارک سے تو بدبو آتی ہے''...... جہانگیر نے رانی جودھابائی سے پوچھا: ''کیا یہ سچ ہے؟''...... رانی جودھابائی نے فوراً جواب دیا: ''بھلا حضور! جس عورت نے صرف ایک ہی مرد کا منہ سونگھا ہو وہ بے چاری خوشبو اور بدبو میں کس طرح تمیز کر سکتی ہے؟ ''یہ تو نور جہاں بیگم ہی بہتر بتا سکتی ہیں''۔

نور جہاں یہ برجستہ اور چھبتا ہوا فقرہ سن کر تلملا کر رہ گئی۔ لیکن بادشاہ بات کی تہہ تک پہنچ کر پھڑک اٹھا۔

(بحوالہ ''مخدرات'' مولفہ سید ظہور الحسن: ج دوم ص ۱۲)

انوکھی تقسیم

ایک بدو عرب کے باشندوں میں سے ایک شہری کے گھر مہمان ٹھہرا۔ میزبان کے پاس بہت سی مرغیاں تھیں، شہری کے گھر والوں میں ایک بیوی، دو بیٹے اور بیٹیاں تھیں۔ شہری نے اپنی بیوی سے کہا:

''آج ناشتے کے لئے مرغی بھون کر لے آنا۔''

ناشتا تیار ہو گیا تو میزبان اپنے بچوں کے ساتھ دستر خوان پر آ بیٹھا...... دیہاتی کو بھی بٹھالیا گیا۔ درمیان میں بھنی ہوئی مرغی رکھ دی گئی۔ میزبان نے کہا:

''آپ ہمارے درمیان اس کو تقسیم کر دیجئے۔''

یہ بات انہوں نے مذاق کے طور پر کہی تھی مگر مہمان ان کی بات سن کر بولا:

''تقسیم کا کوئی اچھا طریقہ تو مجھے آتا نہیں، لیکن اگر آپ کی مرضی یہی ہے اور آپ میری تقسیم پر رضا مند ہوں تو سب کے درمیان اس مرغی کو تقسیم کئے دیتا ہوں۔''

میزبان نے اس کی بات سن کر فوراً کہا:

ہم سب راضی ہیں۔''

اب اس نے مرغی کا سر پکڑ کر کاٹا اور اسے دیتے ہوئے بولا:

''سر تو سردار کے لئے ہے۔''

پھر اس نے دونوں بازو کاٹے اور کہا:

''یہ دونوں بیٹوں کیلئے ہیں۔''

اس کے بعد دونوں پنڈلیاں کاٹیں اور دونوں بیٹیوں کو دے دیں کہ ان کے لئے ہیں، پھر دم والا حصہ کاٹا اور میزبان کی بیوی کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا:

''یہ بڑھیا کے لئے ہے۔''

پھر بولا:
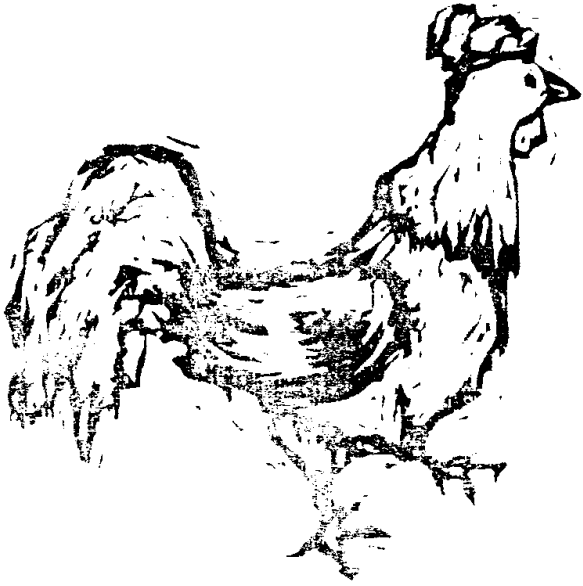
''زور (یعنی دھڑ کا پورا حصہ) زائر (یعنی مہمان) کیلئے ہے۔''

اس طرح اس نے پوری مرغی پر قبضہ جمالیا۔ جب اگلا دن آیا تو میزبان نے اپنی بیوی سے کہا:

''آج پانچ مرغیاں بھون لینا۔''

صبح کا ناشتا لگایا گیا تو میزبان نے کہا:

''تقسیم کیجئے''

مہمان یہ سن کر بولا:

''میرا خیال ہے، آپ لوگوں کو میری کل والی تقسیم پر اعتراض ہے۔''

میزبان نے جواب دیا:

''ایسی کوئی بات نہیں...... آپ تقسیم کریں''۔

اب اس نے کہا:

''جفت کا حساب رکھوں یا طاق کا۔''

میزبان نے کہا:

''طاق کا حساب رکھیں۔''

اب اس نے تقسیم شروع کی:

''تم اور تمہاری بیوی اور ایک مرغی، پورے تین ہو گئے۔''

یہ کہہ کر ایک مرغی اس طرف سرکا دی۔ پھر کہا:

''تیری دو بیٹیاں اور ایک مرغی یہ پورے تین ہو گئے۔''

ایک مرغی ان کی طرف کر دی پھر بولا:

''تیرے دو بیٹے اور ایک مرغی پورے تین ہو گئے۔''

یہ کہا اور تیسری مرغی ان کی طرف سرکا دی اس کے بعد بولا:

''میں اور یہ دو مرغیاں پورے تین ہو گئے۔''

اس طرح وہ خود دو مرغیاں لے کر بیٹھ گیا، لیکن جب اس نے یہ دیکھا کہ وہ لوگ اس کی دو مرغیوں کی طرف دیکھ رہے ہیں تو بولا:

''شاید آپ کو میری طاق والی تقسیم پسند نہیں آئی۔''

میزبان نے کہا:

''نہیں آپ جفت کے حساب سے تقسیم کر دیں۔''

یہ سن کر اس نے پھر سب مرغیوں کو ایک جگہ جمع کیا اور بولا:

''تم اور تمہارے دونوں بیٹے اور ایک مرغی چار ہو گئے۔''

یہ کہہ کر ایک مرغی ان کی طرف پھینک دی پھر بولا:

''بڑھیا اور اس کی دو بیٹیاں اور اس مرغی، چار ہو گئے۔''

یہ کہا اور ایک مرغی ان کی طرف کر دی پھر بولا:

''میں اور یہ تین مرغیاں مل کر چار ہو گئے۔''

یہ کہا اور تینوں مرغیاں اپنی طرف سرکا لیں اور منہ آسمان کی طرف کر کے بولا:

''اے اللہ! تیرا بڑا احسان ہے، تو نے ہی مجھے اس تقسیم کی سمجھ عطا فرمائی۔''

ایک دلچسپ حکایت

شیخ سعدیؒ نے ایک حکایت لکھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میں چھوٹا سا تھا تو میری والدہ نے مجھے سونے کی انگوٹھی بنوا کر دی۔ میں انگوٹھی پہن کر باہر نکلا تو مجھے ایک ٹھگ مل گیا۔ اس کے پاس گڑ کی ڈلی تھی۔ اس نے مجھے بلایا اور کہا کہ یہ چکھو۔ میں نے گڑ کو چکھا تو میٹھا لگا۔ پھر وہ کہنے لگا کہ اب اپنی انگوٹھی کو چکھو۔ جب میں نے اپنی انگوٹھی کو چکھا تو کچھ لذت محسوس نہ ہوئی۔ وہ مجھے کہنے لگا کہ یہ بے لذت چیز دے دو اور لذت والی چیز لے لو۔ میں نے اس کی باتوں میں آ کر اسے سونے کی انگوٹھی دیدی اور گڑ کی ڈلی لے لی۔

کشتی نوح کا مستول

ہارون الرشید کے زمانے میں کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نوح پیغمبر ہوں۔ ہارون رشید نے اسے بلا کر پوچھا: تم وہی نوح ہو جو ایک مرتبہ پہلے بھیجے گئے تھے یا کوئی اور؟'' اس نے جواب دیا ''میں وہ نوح ہوں جو پہلے ساڑھے نو سو برس زندہ رہا اب مجھے اس لئے بھیجا گیا ہے کہ پچاس برس اور زندہ رہ کر ایک ہزار سال پورے کر دوں۔''

ہارون رشید نے حکم دیا کہ اسے سولی پر لٹکا دیا جائے چنانچہ اسے پھانسی دیدی گئی، ابھی وہ سولی پر لٹکا ہوا تھا کہ کوئی ظریف آدمی وہاں سے گزرا اور سولی کی طرف دیکھ کر بولا: ''واہ نوح صاحب! تمہیں اپنی کشتی سے مستول کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا؟ (الیواقیت العصریہ ص ۱۲۰)

یہیں دکھادے

ایک صوفی محمود تھے دیوبند میں رہتے تھے، وہ تھانہ بھون گئے، مولانا طاہر صاحب (قاری طیب صاحبؒ کے بھائی) بھی ہمراہ تھے۔ رات کو سونے کیلئے جب لیٹنے لگے تو خانقاہ کا خادم آیا اور کہا حضرت چلئے چھوٹے استنجے اور بڑے استنجے کی جگہ دیکھ لیجئے۔ صوفی محمود نے کہا۔ ارے میاں میں تو تھک گیا ہوں مجھ سے نہیں جایا جاتا جو کچھ دکھانا ہے وہ یہیں دکھادے۔

کس سے رکھواؤ گے روزہ

ارشاد فرمایا کہ مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ نے اپنے ایک عزیز کے بارے میں لکھا کہ انہوں نے (بچپن میں) روزہ رکھنے کا ارادہ کیا سحری کیلئے دودھ کا انتظام کر کے رکھا۔ رات میں بلی آئی اور دودھ پی گئی، جب ان کو اس کا علم ہوا تو حق تعالیٰ شانہ کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ اب دیکھیں کس سے رکھواؤ گے روزے جب آپ نے اپنی بلی سے ہمارے دودھ کی حفاظت نہ کی تو ہم بھی آپکا روزہ نہیں رکھتے۔

کشتی نوح کا مستول

ہارون الرشید کے زمانے میں کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نوح پیغمبر ہوں۔ ہارون رشید نے اسے بلا کر پوچھا: تم وہی نوح ہو جو ایک مرتبہ پہلے بھیجے گئے تھے یا کوئی اور؟'' اس نے جواب دیا ''میں وہ نوح ہوں جو پہلے ساڑھے نو سو برس زندہ رہا اب مجھے اس لئے بھیجا گیا ہے کہ پچاس برس اور زندہ رہ کر ایک ہزار سال پورے کر دوں۔''

ہارون رشید نے حکم دیا کہ اسے سولی پر لٹکا دیا جائے چنانچہ اسے پھانسی دیدی گئی، ابھی وہ سولی پر لٹکا ہوا تھا کہ کوئی ظریف آدمی وہاں سے گزرا اور سولی کی طرف دیکھ کر بولا: ''واہ نوح صاحب! تمہیں اپنی کشتی سے مستول کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا؟ (الیواقیت العصریہ ص ۱۲۰)

حاضر جوابی

شاہ صاحبؒ کے کیا کہنے، آپ حاضر جوابی کے بادشاہ تھے بڑے بڑوں کو لاجواب کر دیتے تھے۔

ایک بار ایک وکیل صاحب نے استہزاء کے طور پر کہا شاہ صاحب! مولوی تو تاویل کے بادشاہ ہوتے ہیں آپ کوئی ایسی تاویل کریں کہ انسان کھاتا پیتا بھی رہے اور اس کا روزہ بھی نہ ٹوٹے۔

شاہ صاحبؒ نے فرمایا بہت آسان طریقہ ہے۔ آپ یہاں بیٹھ جائیں میں آپ کے سر پر جوتے مارتا ہوں آپ جوتے کھاتے رہیں اور غصہ پیتے رہیں، کھانا پینا بھی ہوتا رہے گا اور روزہ بھی نہ ٹوٹے گا۔

''جہاد'' لفظ سے خوف زدہ امریکا

پشاور میں ایک پریس کانفرنس کرنے کے بعد امریکی سفیر ولیم بی مالکم نے روزنامہ جہاد کے ایڈیٹر شریف فاروق سے دریافت کیا کہ ان کے اخبار کا نام کیا ہے۔

جب انہیں بتایا گیا کہ ان کے اخبار کا نام ''جہاد'' ہے تو امریکی سفیر نے کہا:

''کیا آپ اس سے بہتر نام نہیں رکھ سکتے تھے؟''

ایڈیٹر جہاد نے جواب دیا:

''اس سے بہتر کوئی دوسرا نام نہیں ہوسکتا تھا۔''

اندھی عقل

ایک مشرک کی کہانی مشہور ہے کہ اس نے بت بنا سجا کر رکھا ہوا تھا اور اس کے سامنے سر ٹکائے رکھتا تھا۔

کہیں سے کتا نکل آیا اسے پیشاب نے ستایا ہوا تھا، اس نے ٹھیک کھوپڑی کا نشانہ باندھ کر فراغت حاصل کر لی۔

یہ بیوقوف مشرک سارا منظر دیکھ رہا ہے مگر کہتا کیا ہے:

''ہائے میرے بھگوان! آپ کتنے مہربان ہیں کتا سر پہ پیشاب کر رہا ہے مگر آپ خاموش ہیں اس سے انتقام بھی نہیں لے رہے۔''

عربی کے بندر

کسی لکھنے والے نے لکھا ہے ہم ۱۹۸۵ء میں جب واشنگٹن گئے تو اس وقت وہاں سعودی عرب کی طرف سے بندر بن سلطان سفیر تھے۔

ہم بیٹھ کر سوچتے تھے کہ پتہ نہیں اس کے والد اس کی پیدائش پر ناراض تھے جس کی وجہ سے اس کا نام بندر رکھا۔

بالآخر پتہ چلا کہ عربی زبان میں بندر ''خوبصورت انسان'' کو کہتے ہیں۔ اس وقت ہمیں معلوم ہوا کہ یہ اردو کے بندر نہیں بلکہ عربی کے بندر ہیں۔

شیخوں کی شیخی

ایک جگہ شیخ زادوں کے مجمع میں کسی حجام نے جا کر السلام علیکم کہا۔ ایک شیخ زادے نے اٹھ کر پانچ جوتے مارے۔ حجام نے کہا: حضور پھر کیا کہا کروں؟ شیخ زادے بولے کہ حضرت سلامت کہا کرو۔

اس کے بعد جمعہ کا وقت آیا جب امام نے السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہا تو حجام پکار کر کہتا ہے: حضرت سلامت و رحمۃ اللہ۔ حضرت سلامت و رحمۃ اللہ۔ لوگوں نے اسے پھر مارنا چاہا تو اس نے کہا: پہلے میرا عذر سنو پھر جو چاہے کر لینا۔ بات یہ ہے کہ آج میں نے شیخ صاحبوں کے مجمع میں السلام علیکم کہا تھا تو وہ بڑے خفا ہوئے اور میرے پانچ جوتے مارے اور کہا کہ حضرت سلامت کہا کرو۔ میں ڈرا کہ اگر کہیں فرشتے بھی السلام علیکم سے ناراض ہو گئے تو وہ جیتا بھی نہ چھوڑیں گے کیونکہ ان میں ایک فرشتے عزرائیل علیہ السلام بھی ہیں، اس لئے میں نے نماز میں حضرت سلامت کہا۔ یہ جواب سن کر شیخ زادے شرمندہ ہو کر اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔''

بخیل

ایک صاحب تھے بڑے بخیل، سب کے ساتھ مل کر کھاتے لیکن مجال ہے کبھی اپنی جیب ڈھیلی کی ہو، ایک دن ان کو پھانسنے کا منصوبہ بنا، سردی کا موسم تھا، طے پایا کہ گجریلا بازار سے منگواتے ہیں اور چائے یہاں خود بنائیں گے لیکن مال کون لگائے گا؟ ایک نے تجویز دی کہ سب حصہ ڈالتے ہیں، دوسرے نے کہا قرعہ اندازی کرتے ہیں جس کا نام نکلے آج وہ کھلائے، بات پکی کرنے کے لئے ان سے بھی پوچھا، انہوں نے بھی پر زور تائید کر دی۔ پرچیوں پر نام لکھے گئے، انہی صاحب سے کہا گیا کہ وہ پرچی اٹھائیں، پرچی اٹھا کر کھولی تو انہی کا نام تھا، اب پس و پیش کی کچھ گنجائش نہ تھی۔ وہ بازار سے گجریلا لانے گئے تو ساتھیوں نے کہا: آج اتفاقاً پھنس گیا ورنہ وہ تو ہماری جیب پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ بھولے نے کہا: اتفاقاً نہیں بلکہ آج تو یقیناً انہی کا نام نکلنا تھا، کہنے لگے کیوں؟ اس پر باقی پرچیاں کھول کر ان کے سامنے رکھ دی گئیں، سب پر انہیں کا نام درج تھا۔

امریکا نے بھی سب پرچیوں پر اسامہ کا نام لکھ رکھا ہے، لوگ سمجھتے ہیں امریکا کی انٹیلی جنس بہت تیز ہے، تیزی اپنی جگہ، لیکن تحقیق و تفتیش کے بعد ہی کچھ کہا جا سکتا ہے۔ لڑکی گھر سے بھاگ گئی تو صبح ماں محلے سے افسوس کے لئے آنے والی پڑوسیوں کو بتا رہی تھی کہ میری بیٹی بہت پہنچی ہوئی تھی، وہ تو بار بار کہہ رہی تھی کہ لگتا ہے ہمارے گھر سے ایک آدمی کم ہو جائے گا، اس کی بات بالکل سچ نکلی۔ امریکی صدر بھی بہت پہنچے ہوئے آدمی ہیں۔ انہوں نے ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی تباہی کی اطلاع ملتے ہی فوراً بتا دیا کہ یہ سب اسامہ بن لادن کا کیا دھرا ہے۔ اب امریکا کے تمام خفیہ ادارے زور لگالیں اس کے سوا کسی اور نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے جس پر بش صاحب پہلے دن پہنچ گئے تھے۔

منصور کی عقلمندی

منقول ہے کہ منصور اپنے شہر کے ایک قبہ میں بیٹھے تھے۔ وہاں سے انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو نہایت غمگین اور پریشان محسوس ہوا تو خادم کو حکم دیا کہ اس کو لے کر آئے۔ جب وہ حاضر ہوا تو اس سے حال دریافت کیا۔ اس نے بیان کیا کہ میں نے تجارت کے لئے سفر کیا اور مالی فائدہ حاصل کیا اور مال لیکر گھر پہنچا اور اپنی بیوی کے سپرد کر دیا۔ اب اس کی بیوی نے یہ بیان کیا کہ گھر میں سے سب مال چوری ہو گیا اور گھر میں نہ نقب دیکھی اور نہ چھت اکھڑنے کا کوئی نشان۔ منصور نے اس سے پوچھا کہ اس عورت سے نکاح کئے ہوئے کتنا عرصہ گزرا؟ اس نے کہا ایک سال پھر پوچھا کہ کیا وہ کنواری تھی۔ اس نے کہا نہیں، پھر دریافت کیا کہ کیا دوسرے شوہر سے اس کے کوئی اولاد ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ وہ جوان ہے یا سن رسیدہ؟ اس نے کہا نوعمر ہے۔ پھر منصور نے ایک عطر کی شیشی منگائی۔ یہ عطر عجیب وغریب تیز خوشبو تھا جو صرف منصور ہی کے لئے تیار کیا جاتا تھا۔ یہ شیشی اس کو دے کر فرمایا کہ اسے استعمال کرو۔ اس کے اثر سے تمہارا غم جاتا رہے گا۔ جب یہ شخص منصور کے پاس سے رخصت ہو گیا تو اپنے چار معتمد ملازموں کو بلا کر وہ عطر سنگھایا اور حکم دیا کہ تم میں ہر ایک شہر کے ایک ایک دروازہ پر جا کر گشت کرتا رہے اور جو آنے جانے والا تمہارے قریب سے گزرے اور اس میں سے تم یہ خوشبو محسوس کرو اس کو میرے پاس لے آؤ۔

وہ پریشان آدمی خلیفہ سے عطر کی شیشی لیکر اپنے گھر پہنچا اور وہ بیوی کو دی اور اس کو بتایا کہ یہ مجھ کو امیر المومنین نے عطا فرمائی۔ اس نے سونگھ کر اپنے آشنا کو بلا بھیجا اور اسی کو مال بھی دیا تھا اور اس سے کہا کہ یہ خوشبو لگا لو یہ امیر المومنین نے میرے شوہر کو دی۔ اس نے استعمال کی اور شہر کے ایک دروازہ سے گزرا تو جو شخص اس دروازے کے پہرے پر تھا اس نے خوشبو کو محسوس کر لیا اور اسکو پکڑ کر خلیفہ منصور کے پاس لے آیا۔ منصور نے اس شخص سے پوچھا کہ ایسی عجیب وغریب خوشبو تیرے پاس کہاں سے آئی اس نے جواب دیا کہ میں نے اس کو خریدا تھا۔ منصور نے کہا کس سے خریدا؟ اب وہ شخص گھبرا گیا اور فضول باتیں کرنے لگا۔ تو منصور نے پولیس افسر کو طلب کیا اور اس سے کہا کہ اس کو پکڑ کر اپنے پاس لے جاؤ۔ اگر یہ وہ چرائے ہوئے دینار جو اس قدر ہیں واپس کر دے تو اس کو چھوڑ دینا تا کہ یہ چلا جائے جہاں اس کی مرضی ہو۔ اور اگر نہ دے تو اس کے بغیر ہم سے پوچھے ایک ہزار کوڑے مارے جائیں جب دونوں چلے گئے تو پھر افسر کو بلا کر سمجھایا کہ اس کو ڈراؤ اور تنہا رکھو اور جب تک ہم سے حکم نہ لے لو کوڑے مت مارنا۔ چنانچہ وہ پولیس افسر اس کو پکڑ لایا اور اس نے سب سے الگ اس کو جیل خانہ میں بند کر دیا تو اس نے دینار واپس کرنے کا اقرار کر لیا اور ان کو بجنسہ حاضر کر دیا۔ تو منصور کو اس کی اطلاع دی گئی تو اس مالک کو طلب کیا اور اس سے کہا کہ بولو کہ اگر ہم وہ سب دینار تم کو دیدیں تو تم اپنی بیوی کے بارے میں ہم کو اختیار دیدو گے اس نے عرض کیا ضرور۔ منصور نے کہا اچھا یہ اپنے دینار سنبھالو اور میں تمہاری بیوی کو طلاق دیتا ہوں۔ اس کی اس کو اطلاع دیدو۔

ایک افسوسناک واقعہ

نئی دہلی کا یہ واقعہ ہے کہ کسی صاحب کا انتقال ہوگیا۔ پڑوس میں ایک خان بہادر صاحب رہتے تھے، ان سے کہا گیا کہ صاحب! وہ آپ کے جو پڑوسی تھے، ان کا انتقال ہوگیا ہے۔ ظہر کے بعد مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی۔ انہوں نے شاید تمام عمر نہ جنازے کی نماز پڑھی تھی، نہ دیکھا تھا مگر چونکہ پڑوسی تھے اس لئے چلے آئے جب وہ آئے تو دیکھا کہ مسجد سے باہر نیم کے درخت کے نیچے جنازہ رکھا ہوا ہے، نہ وہاں چٹائی بچھی ہوئی ہے نہ صف لگائی گئی ہے، وہ خان بہادر صاحب کسی سے فرمانے لگے کہ بھائی، دیکھو! اسی لئے تو میں جنازہ کی نماز پڑھنے آتا نہیں، یہاں پر چٹائی بھی نہیں بچھائی گئی ہے۔ بھلا بتاؤ کہ یہاں پر سجدہ کریں گے تو کپڑے خراب نہیں ہوں گے؟ انہوں نے کہا، خان بہادر صاحب آپ کو پتہ نہیں ہے؟ یہ نماز جنازہ ہے اور نماز جنازہ میں رکوع سجدہ نہیں ہے تو انہوں نے جو جواب دیا وہ اگرچہ مجھے نقل کرنے کو جی نہیں چاہتا لیکن بہرحال نقل کئے دیتا ہوں، انہوں نے وہی مشہور جواب دیا۔ آئی ایم سوری۔ معاف کرنا مجھے معلوم نہیں تھا کہ نمازِ جنازہ میں سجدہ نہیں ہے۔

ایلن بارڈر کا ایک نمائشی میچ

ایک کلب کے اراکین چندہ جمع کرنے کی مہم کے سلسلے میں کرکٹ کے عالمی شہرت یافتہ بلے باز ایلن بارڈر کو ایک نمائشی میچ میں شمولیت پر رضامند کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ ایک کلب کی روایتی ٹیم تھی۔ دوسری ٹیم میں ایلن بارڈر شامل تھے۔ توقع کے عین مطابق میچ کے خوب ٹکٹ فروخت ہوئے۔ اتوار کو میچ شروع ہونے سے پہلے اسٹیڈیم تماشائیوں سے بھر چکا تھا۔

ایلن بارڈر والی ٹیم نے ٹاس جیتا اور ایلن بارڈر خود میچ کا آغاز کرنے کریز پر آئے...... کلب کی نمائندہ ٹیم کا فاسٹ بالر اس وقت بدترین اعصابی اور ذہنی ہیجان میں مبتلا ہوگیا جب اسے بالنگ کا آغاز کرنے کے لئے کہا گیا...... فیلڈنگ جم جانے کے بعد اس نے اپنے نشان سے پہلی گیند پھینکنے کے لئے دوڑ لگائی تو وہ اپنے جسم و جان کی ساری توانائیاں اس یادگار معرکے میں جھونک دینے کا فیصلہ کر چکا تھا...... اس کی گیند زمین سے ٹکرا کر ہوا میں سوئینگ کرتی ہوئی طوفانی رفتار سے لپکی...... ایلن بارڈر کو شاید گیند ہی نظر نہیں آئی اور ان کی تینوں وکٹیں اکھڑ کر دور جا گریں...... ''نوبال'' ایمپائر نے نعرہ بلند کیا اور واپسی پر آمادہ ایلن بارڈر کریز پر رک گئے۔

بالر کو سخت مایوسی ہوئی وہ گیند لے کر اپنے بالنگ مارک کی طرف جا رہا تھا کہ ایمپائر اس کے قریب آ کر کٹکھنے کتے کی طرح دبی دبی آواز میں غرایا: ''الو کے چرغے! اپنا مستقبل تباہ مت کر۔ لوگ سوڈالر کا ٹکٹ لے کر تمہاری بالنگ نہیں، ایلن بارڈر کی بیٹنگ دیکھنے آئے ہیں...... اس کے لئے آسان گیندیں پھینکو۔ میں اسے اتنی آسانی سے آؤٹ قرار نہیں دوں گا۔ نوبال کا مکمل اختیار مجھے حاصل ہے۔''

فیاضی

عبداللہ بن عتبہ ایک شاعر تھا۔اسے فضل برمکی کے دربار میں بہت انتظار کے بعد باریابی کا موقع ملا۔عبداللہ نے اپنے انداز بیان سے فضل کو بہت متاثر کیا۔فضل نے اسے درہموں کی ایک تھیلی انعام میں دی۔تھیلی عبداللہ کے سامنے آئی تو اس نے کہا ''یہ درہم قید کیوں کیے گئے ہیں؟ انہیں آزادی کا پروانہ ملنا چاہئے۔'' فضل نے خوش ہوکر اسے اتنا ہی انعام اور دیا۔عبداللہ نے دست بستہ عرض کیا کہ ''جناب! میں نے سوال کر کے ہی اپنے بے قدری کروالی ہے۔اب بوجھ اٹھانے کی ذلت کیسے برداشت کروں گا؟'' فضل نے ایک غلام اس کے حوالے کر دیا۔عبداللہ نے کہا ''جناب آج کا دن اس غلام کے لئے بہت منحوس ہے کہ یہ آپ کی بارگاہ سے رخصت ہو رہا ہے۔فضل مزید خوش ہوا۔اس نے عبداللہ کو دو اور غلام چننے کی اجازت دیدی۔عبداللہ نے کہا ''قبلہ حاجات! یہ دربار کے عادی ہیں۔یہ بوجھ کیسے اٹھائیں گے۔فضل نے ساز و سامان سمیت تین گھوڑے بھی اسے دے دیئے۔عبداللہ پھر بھی نہ گیا۔فضل نے اس کی وجہ پوچھی۔عبداللہ کہنے لگا ''غلام نادان ہیں، میں ان کی فرمائشیں کیسے پوری کروں گا؟'' فضل نے تین کنیزیں بھی ان کے سپرد کر دیں۔عبداللہ چند قدم چل کر پھر واپس آ گیا۔اس بار وہ دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔فضل نے حیران ہو کے پوچھا ''اب کیا بات ہے؟'' عبداللہ نے کہا ''جناب! جب آپ جیسے فیاض اس دنیا میں نہیں رہیں گے تو یہ دنیا رہنے کے قبل کیسے رہے گی؟''

حریص ملا جی اور عورت کی مزاحیہ حکایت

ایک عورت نے کھیر پکا کر رکابی میں ڈال کر رکھ دی۔اتفاق سے اس رکابی میں کتا منہ ڈال گیا تو اس نے مٹی کی دوسری رکابی میں اسے نکال کر اپنے لڑکے کو دی کہ مسجد کے ملا کو دے آ۔وہ ملا جی کے پاس لایا تو وہ بڑے خوش ہوئے فوراً ہاتھ مارنے لگے اور ادھر ہی سے منہ مارا جدھر سے کتے نے کھائی تھی۔لڑکے نے کہا ادھر سے نہ کھاؤ ادھر سے کتے نے کھائی ہوئی ہے یہ سن کر ملا جی جھلا گئے اور کابی کو بہت دور پھینکا وہ پھوٹ گئی تو بچہ رونے لگا ہائے میری ماں مارے گی! ملا جی نے کہا ابے مٹی ہی کی تو تھی کہنے لگا:

- اجی میری ماں میرے چھوٹے بھائی کو اس میں ہگایا کرتی تھی۔یہ سن کر تو ملا جی کو متلی ہونے لگی کہ ظرف و مظروف دونوں ہی نور بھرے تھے۔

فائدہ: آج کل ہماری حالت یہ ہے کہ اللہ نام کے لئے خراب سے خراب چیزیں تجویز کی جاتی ہیں۔پھر غضب یہ کہ مسجد کے ملانوں کے ساتھ خود ہی تو یہ برتاؤ کرتے ہیں اور خود ہی ان کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ارے بھائی جب تم اپنے آپ اچھے سے اچھا کھاؤ اور ان کو کبھی نہ پوچھو اور جو پوچھو بھی تو ایسے وقت جب کہ تم خود نہ کھا سکو، تو بتلاؤ وہ حریص ہوں گے یا نہیں؟ پھر تنخواہ ان کی ایسی قلیل مقرر کی جاتی ہے جس میں روکھی روٹی بھی وہ نہیں کھا سکتے تو پھر وہ حریص نہ ہوں تو اور کیا ہوں۔(تفصیل الدین: ص ٦٧)

ڈنڈے کی کرامت

ویسے تو ڈنڈے کی کرامات کے بے شمار واقعات ہیں کیونکہ جب کوئی نرمی کی زبان نہ سمجھ پائے تو ڈنڈا ہی کام آتا ہے، مثل مشہور ہے، لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔''

میں آپ حضرات کی خدمت میں ایک مزاحیہ مگر حقیقی واقعہ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی زندگی کا پیش کرتا ہوں۔ اس واقعے سے ہمیں اپنے اکابرین کی جرأت و بہادری اور کفار کے قلوب پر ان کے رعب و دبدبے کا اندازہ ہو جائے گا اور انگریزوں کی بزدلی بھی ہم پر ظاہر ہو جائے گی۔

اس واقعے کو جانباز مرزا رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف ''حیات امیر شریعت'' میں حضرت شاہ جیؒ کی زبانی تحریر کیا، حضرت شاہ جیؒ نے ایک محفل میں فرمایا:

ایک دفعہ کسی سفر کے لئے امرتسر ریلوے اسٹیشن پر پہنچا تو گاڑی پلیٹ فارم پر کھڑی تھی اور ایک ڈبے کے سامنے عوام کی خاصی بھیڑ جمع تھی، دیکھا تو چار گورے (انگریز) پورے ڈبے پر قابض ہیں حالانکہ اس میں پچاس مسافروں کی گنجائش تھی مگر وہ کسی ہندوستانی کو اس میں بیٹھنے نہیں دیتے تھے۔ ان دنوں میرے ہاتھ میں ایک موٹا سا ڈنڈا ہوتا تھا اور اس کی نسبت سے لوگ مجھے ''ڈنڈے والا'' کہا کرتے تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر ڈنڈے کے زور سے ڈبے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو کر وہی ڈنڈا گورے سپاہیوں پر اس انداز سے لہرایا کہ وہ خوف زدہ ہو کر چاروں کے چاروں ایک کونے میں سمٹ کر بیٹھ گئے اور میں نے تمام مسافروں کو اس ڈبے میں بٹھا دیا اور خود برابر والے ڈبے میں جا بیٹھا۔ غالباً مجھے انبالہ تک جانا تھا۔ اس دوران ہر اسٹیشن پر جہاں گاڑی رکتی، میں نیچے اترتا، ایک نظر لوگوں پر ڈالتا اور ساتھ ہی ڈنڈا ہوا میں لہراتا مگر وہ اسی کونے میں دبکے پڑے رہے۔ میں انگریزی نہیں جانتا تھا، وہ پنجابی نہیں سمجھتے تھے مگر ڈنڈے کے قربان جایئے کہ اس نے بگڑے ہوئے کام سنوار دیئے۔

محترم قارئین! دعا کریں کہ کوئی بندۂ خدا پھر شاہ جی رحمہ اللہ کی طرح ڈنڈا ہوا میں لہرا دے تاکہ اللہ کی زمین اللہ کے بندوں پر کشادہ ہو جائے۔ آمین۔

جب عبدالملک نے یہ پیغام سنا تو بہت ہنسا اور بات قبول کر لی اور حجاج کو اسی طرح حکم روانہ کر دیا۔

جب حجاج نے امیر المومنین خلیفہ وقت کا حکم پڑھا تو سر تسلیم خم کیا و رفرماں برداری اور مخالفت کی تاب نہ لا سکا اور ھند کو تیار ہو جانے کا کہلوادیا۔ ھند بن کر تیار ہوگئی تو حجاج ھند کے پاس مصر تک تو اپنی شان وشوکت کے ساتھ گیا۔ پھر مصر پہنچا تو ھند اپنی ڈولی میں بیٹھ گئی اور اس کے گرد وپیش اس کی سہیلیاں اور باندیاں اور دوسرے غلام بھی سواریوں پر سوار ہو گئے حجاج ننگے پاؤں پیدل ھند کے اونٹ کی مہار پکڑے چلا، ھند نے اس پر ہنسی مزاق شروع کر دیا اور اپنی سہیلی ہیفاء کے ساتھ مل کر اس پر خوب ہنسی اور فقرہ بازی کی پھر ھند نے ہیفاء کو کہا کہ ڈولی کا پردہ ہٹاؤ تو ھند کا چہرہ حجاج کے سامنے ا یا گیا اور اس پر مذاق بازی کی تو حجاج نے یہ شعر کیا۔

فــان تـضـحـكـي مـنـي فـيـاطـول لـيـلـة

تـر كـتـك فـيـهـا كـا لـقـبـاء الـمـقـرج

پس اگر تو مجھ پر ہنستی ہے (تو کوئی بات نہیں) اے رات کی بچی ہوئی، حالانکہ میں نے تجھے رات میں چھوڑا ہے جیسے کہ کھلا ہوا قبا۔

ھند نے یہ دو شعر کہتے جواب دیا۔

ومــا نـبــالــي اذا حـنــا سـلاس

بـمــا فـقـدنـاه مـال ومـن نـشـب

ہمیں کوئی پرواہ نہیں جب کہ ہماری روحیں محفوظ ہیں اس سے جس کو ہم نے کھو دیا مال سے اور جائیداد وغیرہ سے۔

فـا لـمـال مـكـتـسـب و الـعـزمـر تـجـع

اذا انـنـفـوس وقـاهـا اللهمن عطب

مال تو کمایا جا سکتا ہے اور عزت واپس آ سکتی ہے جب اللہ نفسوں کو ہلاکت سے محفوظ کر دے گا۔

تو الغرض ھند، حجاج کے ساتھ اسی طرح مسلسل مذاق کرتی رہی اور فقرے کستی رہی یہاں تک کہ وہ خلیفہ کے شہر کے قریب ہوگئی۔ پھر ھند نے ایک دینار زمین پر پھینک دیا اور کہا اے اونٹ چلانے والو! ہمارا درھم گر گیا ہے اٹھا کر دو۔ حجاج نے زمین کو دیکھا تو وہاں دینار تھا کہا وہ دینار ہے ھند نے کہا وہ درہم ہے حجاج نے کہا بلکہ دینار ہے تو پھر ھند نے (مطلب کی بات کی) کہا الحمدللہ ہم سے درہم گر گیا اللہ نے ہم کو بدلے میں دینار عطا فرما دیا حجاج بڑا شرمندہ ہوا اور خاموش ہو گیا (ھند کی مراد تھی کہ تو نے ہم کو درہم دیئے جو چاندی کے ہوتے ہیں خلیفہ کے ذریعے اللہ نے ہم کو دینار دیئے جو سونے کے ہوتے ہیں)۔

پھر حجاج اس کو لیکر خلیفہ عبدالملک کی خدمت میں حاضر ہوا اور خلیفہ نے اس سے شادی کر لی۔

فرعون اور شیطان

حکماء ایک ضرب المثل بیان کرتے ہیں کہ فرعون کے پاس شیطان آیا، فرعون نے کہا کون ہے تو، اس نے کہا ابلیس، کہا کیوں آیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں تیرے پاس اس لئے آیا ہوں کہ تیرا پاگل پن دیکھوں اس نے کہا وہ کیسے؟ شیطان بولا کہ میں نے اپنی جیسی ایک مخلوق کے بارے میں جھگڑا کیا اور سجدے سے انکار کر دیا جس پر مجھے راندۂ درگاہ کر دیا گیا اور لعنت کی گئی اور تو دعوی کرتا ہے کہ تو خدا ہے۔ تو تو مجھ سے بھی بڑا بے وقوف ہے۔

حضرت نوح اور شیطان

زمانہ نوح علیہ السلام میں ایک مرتبہ شیطان اپنے کئے پر بہت پچھتایا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے سبب پوچھا: تو اس نے خواہش کی کہ مجھے توبہ کی تلقین کیجئے...... حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: ''کہ اگر درحقیقت یہی ارادہ ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کی قبر پر سجدہ کر۔''

شیطان سے برجستہ جواب دیا: ''واہ حضرت! جب میں نے زندہ کو سجدہ نہ کیا تو قبر کو کیا سجدہ کروں گا؟''

(بحوالہ ''چمنستان ظرافت'' مولفہ ڈاکٹر شیخ عظمت الٰہی سلونوی، ص ٤)

شیطان

شیطان کی دھولیں

سید انشاء اللہ خاں انشاء ایک دن نواب سعادت علی خاں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔ گرمی سے گھبرا کر دستار سر سے اتار کر رکھدی تھی...... منڈا ہوا سر دیکھ کر نواب کی طبیعت میں چہل سوجھی ہاتھ بڑھا کر پیچھے سے ایک دھول ماردی...... انشاء نے جلدی سے دستار سر پر رکھ لی اور کہا: ''سبحان اللہ! بچپن میں بزرگ سمجھایا کرتے تھے۔ وہ بات سچ ہی نکلی ...... ننگے سر کھانا کھائیں تو شیطان دھولیں مارتا ہے۔''

شیطان کا دھوکہ

ایک شخص مال دفن کر کے جگہ بھول گیا، اپنی مشکل کے حل کے لئے امام ابوحنیفہؒ کے پاس پہنچا۔ آپ نے فرمایا: یہ کوئی فقہی مسئلہ تو نہیں کہ میں تمہیں کوئی حیلہ بتادوں۔ اچھا تم آج ساری رات نماز میں گزارنا۔ چوتھائی رات ہی نماز میں گزری تھی کہ اسے جگہ یاد آ گئی اور مال نکال لایا۔ صبح امام سے ذکر کیا تو فرمایا: کہ میں نے یہ اس خیال سے کہا تھا کہ شیطان تمہیں رات بھر عبادت کی مہلت نہیں دے گا اور جگہ یاد دلا دے گا۔ لیکن تمہیں چاہئے تھا کہ باقی رات شکر کے طور پر نماز پڑھتے۔

ونسٹن چرچل اور ایک ٹیکسی ڈرائیور
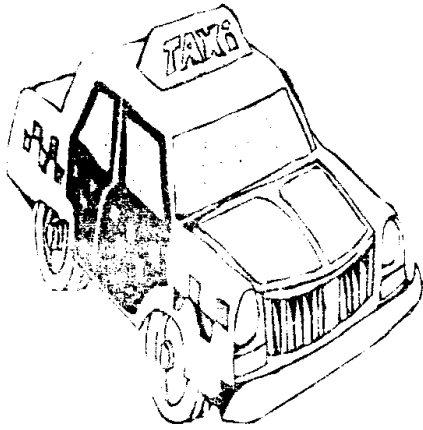
چرچل نے ایک دفعہ دوسری عالمی جنگ کے دوران ایک ٹیکسی کرایہ پر لی اور بی بی سی لندن سے تقریر نشر کرنے کیلئے ریڈیو اسٹیشن پہنچے......

چرچل نے ڈرائیور سے کہا: ''اگر تم پندرہ منٹ تک انتظار کرسکو تو میں واپسی پر بھی تمہاری ٹیکسی ہی میں جاؤں گا''......

ڈرائیور چرچل کی شکل وصورت سے واقف نہ تھا۔ چلاتے ہوئے بولا: ''لیکن مجھے تو چرچل کی تقریر سننی ہے''......

اس پر خوش ہوکر چرچل نے کہا: ''لگتا ہے تمہیں اپنے لیڈر سے بہت محبت ہے۔ ٹھیک ہے تم جاؤ''......

ٹیکسی ڈرائیور کچھ دیر سوچنے کے بعد بولا: ''ونسٹن چرچل جائے بھاڑ میں، آپ ضرور آئیں، میں آپکا انتظار کروں گا۔''

(بحوالہ ماہنامہ ''چہار رنگ'' دہلی: جنوری ۱۹۹۴ء، ص ۲۱۶)

ایک دیہاتی کا قصہ

ایک دیہاتی بیٹھا ہوا اپنی دیہاتی زبان میں یہ کہہ رہا تھا کہ یوں جی کرے ڈھیر سارا دودھ ہو، اور ڈھیر سارا گڑ ہو اور میں ڈھیر سارے دودھ میں ڈھیر سارا گڑ ڈال کر انگڑ (انگلی) سے اس کو چلاؤں اور پھر خوب پیوں، یوں جی کرے۔ کسی نے اس دیہاتی سے کہا کہ تیرا یوں جی تو کرے، لیکن تیرے پاس کچھ ہے بھی؟ اس نے کہا میرے پاس انگڑ (انگلی) ہے۔

یعنی نہ دودھ ہے اور نہ گڑ ہے، بس انگڑ ہے، اب وہ اس انگڑ کے بل بوتے پر آرزو کر رہا ہے۔ جیسے وہ بیوقوف انگڑ کی بنیاد پر یہ آرزو باندھ رہا تھا، حالانکہ صرف آرزو باندھنے سے کچھ نہیں ہوتا، ایسے ہی لوگ بھی اصلاح کی محض آرزوئیں باندھا کرتے ہیں۔

ارے یہ دیکھو! تمھارے پاس کچھ عمل ہے یہ نہیں؟ اگر نہیں ہے تو اس کے حصول کے لئے کوشش اور محنت کرو تب جا کر مقصود حاصل ہوگا۔

بے مثل ذہانت

حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کے لئے مسجد کی طرف نکلے۔ ابھی راستے میں تھے کہ ایک کافر نے ان سے پوچھا:

''اے علی! یہ تو بتائیے، کون سے جانور انڈے دیتے ہیں اور کون سے بچے؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کافر کے فریب کو بھانپ گئے۔ اس نے یہ سوال اس خیال سے پوچھا کہ یہ پرندوں اور جانوروں کے نام گنوانے لگ جائیں گے اور نماز کا وقت نکل جائے گا، انہوں نے فوراً کہا:

''جن جانوروں کے کان باہر ہوتے ہیں، وہ بچے دیتے ہیں اور جن کے کان اندر ہوتے ہیں، وہ انڈے دیتے ہیں۔''

یہ کہا اور آگے بڑھ گئے...... کافر ہکا بکا کھڑا رہ گیا۔ (محمد عرفان۔ صوابی)

لاجواب

حضرت سید اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جب سات آٹھ سال کی عمر میں تھے تو ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے کتا پالا ہوا ہے، معصوم سید صاحب نے اس سے کہا تم نے کتا پالا ہوا ہے تو تمہارے گھر میں فرشتے نہیں آئیں گے حالانکہ مراد یہ تھی کہ رحمت کے فرشتے نہیں آئیں گے، اس کے جواب میں اس شخص نے کہا پھر تو اچھا ہے کیونکہ جب فرشتے نہیں آئینگے تو میں مروں گا بھی نہیں، اس لئے کہ موت کیلئے بھی فرشتہ ہی آتا ہے، یہ جواب سن کر معصوم سید نے نہایت عمدہ جواب دیا اور فرمایا کہ ''پھر تو کتے کی موت مرے گا''۔ یعنی کہ جو فرشتے کتے کی جان لینے آئے گا وہی تیری جان بھی لے گا، یہ سن کر وہ شخص حیران رہ گیا۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں لوگ تصویریں اور جانوروں کے مجسمے گھروں میں سجا کر رکھنے کو ایک عام سی معمولی بات سمجھنے لگے ہیں گویا کہ ان کے ذہنوں کے حاشیے تک میں بھی یہ بات بھی نہیں آتی کہ آخر یہ بھی کوئی گناہ کی بات ہے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ پر بنی ہوئی تصویریں دیکھ کر گھر میں داخل ہونا گوارا نہیں کیا، تو جب رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وسلم تصویر والے گھر میں داخل ہونا مکروہ سمجھتے ہیں تو رحمت خداوندی کیسے اس گھر میں آئے گی؟ اور جو یہ بعض لوگ اپنے مرحومین کی بڑی بڑی تصادیر فریم کروا کر لٹکاتے ہیں اور کبھی کبھار اس پر پھولوں کا ہاتھ بھی لٹکا دیتے ہیں یہ تو بالکل ہندوانہ رسم ہے اور مشرکوں کا عمل ہے، اس سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے۔ ہمیں چاہیے کہ اس طرف توجہ دیں اور اس گناہ کو گناہ سمجھیں اور اس سے توبہ کر کے ہمیشہ کیلئے اس سے بچنے کا اہتمام کریں، یہ ایسا گناہ ہے جو انسان کو سوتے جاگتے، کھاتے پیتے حتی کہ قرآن کی تلاوت وعبادت کرتے ہوئے بھی ملتا رہتا ہے۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

امام غزالی رحمہ اللہ

کراچی میں قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ، سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند نے لالوکھیت کی ایک پبلک تقریر میں فرمایا: کسی عارف نے خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ آپ کی دائیں جانب انبیاء علیہم السلام کا گروہ ہے اور بائیں جانب آپ کی امت کے علماء کا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، کیا آپ ہی نے فرمایا ہے: علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل. (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں)۔ آپ نے اثبات میں جواب دیا۔ حضرت موسیٰ نے کہا کیا میں آپ کی امت کے کسی عالم کا امتحان لے سکتا ہوں؟ آپ نے اجازت دے دی۔ حضرت موسیٰ نے ایک عالم کو اشارے سے بلایا۔ وہ اتفاق سے امام غزالی تھے۔ پوچھا تمہارا نام؟ جواب دیا محمد بن محمد بن فلاں بن فلاں بن فلاں بن فلاں ...... بن آدم یعنی حضرت آدم تک اپنا پورہ شجرہ نسب بیان کر دیا۔ حضرت موسیٰ حضورؐ سے مخاطب ہوئے، کیا آپ کا یہ قول اس قسم کے علماء کے بارے میں ہے جنہیں نام بتانا بھی نہیں آتا۔ حضورؐ خاموش رہے۔ امام غزالی نے حضرت موسیٰ سے کہا: اگر اجازت ہو تو کچھ عرض کروں؟ فرمایا، کہو۔ کہا آپ سے بھی تو اللہ تعالیٰ نے صرف یہ پوچھا تھا کہ: "وما تلک بیمینک یا موسیٰ؟" (اے موسیٰ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ جواب میں ھی عصای (یہ میرا عصا ہے) کہنا کافی تھا لیکن آپ نے اس طرح جواب دیا کہ ھی عصای اتوکا علیھا واھش بھا علی غنمی ولی فیھا مارب اخری. (یہ میرا عصا ہے میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں دوسرے فوائد بھی ہیں) حضرت موسیٰ خاموش ہو گئے۔

قاری صاحب مرحوم نے اس کے بعد فرمایا۔ یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ امام غزالی کا جواب الزامی اور الزامی جواب میں گستاخی کا پہلو ہوتا ہے۔ پھر امام غزالی کو نبی کے ساتھ گستاخی کی جرأت کیسے ہوئی؟

فرمایا کہ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے اپنے جواب کو طول کیوں دیا۔ وجہ یہ تھی کہ اللہ سے ہم کلامی کا موقع ملا تھا، نہ معلوم پھر کب موقع ملتا اس لئے حضرت موسیٰ نے چاہا کہ جتنی دیر بھی اللہ سے تخاطب ہوا اچھا ہے۔ امام غزالی نے بھی یہ سوچ کر اپنے جواب کو طول دیا کہ ایک نبی سے تخاطب کا موقع ہے اور ایسے مواقع کسی امتی کو کب ملتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ظرافت

ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کسی شخص کو پکڑ کر لایا اور کہنے لگا کہ امیر المومنین! اس شخص نے اس طریقے کا خواب دیکھا ہے کہ اس خواب میں میرے گھر والوں کی بے حرمتی ہوتی ہے، پھر اس نے خواب دیکھ کر کسی اور سے بیان کیا کہ ہم نے اس کے گھر والوں کو اس طریقہ سے خواب میں دیکھا ہے، اس لئے میں اسے آپ کے پاس لے کر آیا ہوں، آپ اسکو سزا دیجئے! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جلاد کو بلایا اور اس سے کہا کہ اس کو دھوپ میں کھڑا کرو اور اسکا جو سایہ پڑے اس سایہ پر کوڑے لگاؤ! اب اس کے سایہ کے اوپر کوڑے لگائے جا رہے ہیں، وہ کہنے لگا، امیر المومنین! یہ آپ کیسی سزا دے رہے ہیں؟ اس کے بدن پر تو نہیں لگ رہا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میاں: تم نے جو جرم بیان کیا ہے وہ بھی تو خواب ہی کا جرم ہے۔ جسم کو تو ہاتھ نہیں لگایا ہے! تو سزا بھی ایسی ہی ہونی چاہئے کہ جسم پر کوڑا نہ لگے اس لئے سایہ پر کوڑے لگائے جا رہے ہیں! آپ نے دیکھا! حضرت علیؓ نے کیسی ظرافت کے ساتھ اس مسئلہ کو سلجھایا۔

انوکھی ترکیب

صبیح الکوفی سے منقول ہے کہ ایک عورت کے پاس مغیرہ بن شعبہ اور ایک عرب نوجوان نے شادی کیلئے پیغام بھیجا نوجوان خوبصورت اور عنفوان شباب میں تھا۔ جواب میں دونوں کے پاس اس عورت نے یہ پیغام بھیجا کہ تم دونوں نے میرے پاس رشتہ بھیجا ہے اور میں تم دونوں میں سے کسی کا رشتہ اس وقت تک منظور نہ کروں گی جب تک اس کو دیکھ نہ لوں اور اس کی گفتگو نہ سن لوں۔ تو اگر تم چاہو تو یہاں آ جاؤ تو دونوں پہنچ گئے۔ اس عورت نے ان کو ایسی جگہ بٹھایا۔ جہاں سے وہ ان کو دیکھ سکے اور ان کی گفتگو بھی سن سکے۔ جب مغیرہ نے اس جوان کو دیکھا اور اس کے جمال اور شباب اور وضع قطع پر نظر کی تو اس عورت کی طرف سے مایوس ہو گئے اور خیال کیا کہ وہ ان کو اس جوان پر ترجیح دے گی۔ پھر اس جوان کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا کہ تم خوبصورت اور صاحب حسن ہو۔ خوب بات کرتے ہو، کیا تم میں کچھ اور اوصاف بھی ہیں؟ اس نے کہا ہاں اور اپنے محاسن شمار کرانے کے بعد خاموش ہو گیا۔ اس سے مغیرہ نے کہا کہ تمہارا حساب کیسا ہے اس نے کہا حساب میں مجھ سے کبھی چوک نہیں ہو سکتی اور میں رائی کے دانہ سے بھی باریک فرق کو پکڑ لیتا ہوں۔ مغیرہ نے کہا لیکن میرا حال تو یہ ہے کہ میں گھر کے کونہ میں تھیلی رکھ دیتا ہوں۔ گھر والے جہاں چاہتے ہیں، خرچ کرتے رہتے ہیں مجھے خرچ کی خبر اسی وقت ہوتی ہے جب وہ دوسری تھیلی طلب کرتے ہیں۔ عورت نے کہا واللہ یہ شیخ جو مجھ سے کسی چیز کا محاسبہ نہ کرے اس شخص سے بہتر ہے جو رائی کے دانہ سے بھی چھوٹی چیز پر نظر رکھنے والا ہے۔ اس نے مغیرہ سے نکاح کر لیا۔

بت خانہ بھی رہا، کبھی یہ کعبہ دل

علامہ حلبی نے سیرت حلبیہ میں مشہور صحابی حضرت خوات بن جبیرؓ کے متعلق لکھا ہے کہ اسلام لانے سے قبل ایک دن وہ چند عورتوں کے پاس سے گزرے، ان عورتوں کے حسن نے دل موہ لیا، ان کے پاس بیٹھنے کے لئے یہ بہانہ تراشا کہ میرا اونٹ بھاگ گیا ہے، میرے ساتھ تم رسی بٹ دو، اس بہانہ سے حضرت خوات بن جبیر ان عورتوں کے پاس بیٹھ گئے، اتفاقاً، ادھر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت حال سمجھ گئے لیکن خاموشی کے ساتھ وہاں سے گزر گئے، بعد میں جب حضرت خوات بن جبیر اسلام لے آئے تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے ان سے پوچھا...... ما فعل بعيرک الشارد؟'' آپ کے بھاگنے والے اونٹ کا کیا بنا؟'' حضرت خوات بن جبیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریض سمجھ گئے اور بڑا خوبصورت جواب دیا، کہا یا رسول الله! قيده الاسلام یعنی یارسول اللہ! اس کو تو اسلام نے باندھ لیا، اندازہ لگائیے، اسلام کی آمد سے زندگی کی اخلاقی قدریں کس طرح بدلیں۔

راز کی بات

سنا گیا ہے کہ حجاج ایک دن اپنے لشکر سے الگ ہو گیا اور ایک اعرابی سے ملا اور کہا کہ اے معزز عرب حجاج کیسا ہے؟ اس نے کہا ظالم ہے غاصب ہے۔ حجاج نے کہا، پھر تم عبدالملک (خلیفہ) کے پاس اس کی شکایت کیوں نہیں لے گئے۔ اس نے جواب دیا کہ خدا اس پر لعنت کرے وہ اس سے بھی بڑا ظالم اور غاصب ہے، اتنے میں اس کا لشکر آپہنچا تو حجاج نے حکم دیا کہ اس بدوی کو بھی سوار کر لو۔ انہوں نے کر لیا اس نے ان لشکر والوں سے پوچھا یہ کون ہے۔ انہوں نے کہا حجاج۔ یہ سن کر بدوی نے حجاج کے پیچھے گھوڑا دوڑایا اور آواز دی کہ اے حجاج، اس نے کہا کیا ہے؟ بدوی نے کہا دیکھنا وہ جو ہمارے تمہارے درمیان ایک راز کی بات ہوئی تھی وہ کسی سے کہہ نہ دیجئے۔ اس پر حجاج ہنس پڑا اور اس کو چھوڑ دیا۔

غم حسینؓ میں دل سیاہ ہے

ارشاد فرمایا کہ عاشورا محرم میں شیعہ لوگ حضرت امام حسینؓ کے غم میں سیاہ لباس پہنتے ہیں۔ اس موقع پر ایک شیعہ نے سیاہ لباس نہ پہنا۔ اس سے کہا گیا کہ تم نے سیاہ لباس کیوں نہ پہنا تو جواب دیا کہ غم حسینؓ میں ہمارا دل سیاہ ہے بس یہی کافی ہے۔ سیاہ لباس پہننے کی کیا ضرورت ہے۔

نورالدین محمد جہانگیر اور ایک شرابی

شہنشاہ نورالدین جہانگیر ایک بار ہاتھی پر سوار جا رہا تھا کہ ایک شرابی نے دور سے دیکھ کر آواز لگائی: ''کیوں بھائی! ہاتھی بکاؤ ہے کیا؟'' ...... جہانگیر نے حکم دیا: اس شخص کو حراست میں لے لیا جائے، چنانچہ شرابی کو حراست میں لے لیا گیا اور دوسرے دن اسے دربار میں پیش کیا گیا تو جہانگیر نے اس سے پوچھا: ''کیا تم اب بھی میرا ہاتھی خریدنے کیلئے تیار ہو؟'' ...... شرابی نے جھک کر جواب دیا: ''جہاں پناہ! سوداگر تو جا چکا ہے میں محض اس کا دلال رہ گیا ہوں۔'' شہنشاہ اس جواب سے بہت خوش ہوا اور شرابی کو انعام میں ہاتھی عطا کیا۔

(بحوالہ ماہنامہ ''چہار رنگ'' دہلی، مارچ ۱۹۸۴ء ص ۲۳۲)

نوٹ: کہیں کہیں یہ لطیفہ مہاراجہ رنجیت سنگھ سے منسوب کیا جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہ کی عقلمندی

امام اعمش کی بیوی ان سے طلاق چاہتی تھی اور وہ اس کے لئے آمادہ نہ تھے۔ ایک رات امام اعمش بیوی سے باتیں کرنے لگے۔ اس نے کسی بات کا جواب نہ دیا۔ امام اعمش نے کہا: اگر تو آج رات مجھ سے بات نہ کرے تو تجھے طلاق ہے۔ بیوی خوش ہوئی کہ اب تو طلاق کا اختیار اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ رات گزرتی گئی اور وہ خاموش رہی۔ امام اعمش پچھتائے کہ یہ میں نے کیا کیا۔ فوراً امام ابوحنیفہؒ کے پاس گئے۔ امام صاحب نے فرمایا: اپنے محلے کی مسجد کے مؤذن سے کہو کہ فجر سے پہلے اذان دے دے۔ چنانچہ یہی کیا گیا۔ اذان سنتے ہی بیوی بول پڑی: لو اب تو طلاق ہو گئی۔ امام اعمش ہنس پڑے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ابوحنیفہ پر رحم فرمائے کیسی اچھی ترکیب بتائی۔

جج کا باپ

سرسید احمد خان ایک دفعہ ٹرین میں سفر کر رہے تھے ان کے ساتھ ہائی کورٹ کا ایک جج بھی سفر کر رہا تھا کسی بات پر دونوں کی تکرار ہو گئی بات تو تو میں میں تک پہنچی تو ہائی کورٹ کا جج بولا معلوم ہے میں کون ہوں میں ہائی کورٹ کا جج ہوں۔ اس پر سرسید احمد خان بولے میں جج کا باپ ہوں۔ (سرسید کے بڑے بیٹے سید محمود جج تھے)۔

غلط فہمی

امین گیلانی اپنی ایک کتاب ''غلط فہمی'' میں لکھتے ہیں:

ایک روز میرا ایک ''سیانا بیانا'' دوست آیا اور ہنس کر کہنے لگا، یار آج میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ ہوا، میں فجر کی نماز کے لئے جب مسجد میں داخل ہوا تو جماعت کھڑی ہوگئی، میں نے جلدی جلدی وضو کیا کہ ابھی دو سنتیں بھی پڑھنی ہیں، کہیں جماعت سے رہ نہ جاؤں، وضو کر کے اٹھا، ٹوپی اٹھانے لگا تو ساتھ ہی ایک چمکتی ہوئی گھڑی نظر آئی، میں نے وہ بھی اٹھا کر جیب میں ڈال لی کہ یقیناً کوئی نمازی یہاں بھول گیا ہے شیطان نے ورغلایا، بجائے نماز ادا کرنے کے جوتا پہنا اور مسجد سے باہر آ گیا، دور جا کر جیب میں ہاتھ ڈال کر گھڑی نکالی کہ دیکھوں قیمتی ہے یا معمولی، جب گھڑی دیکھی تو مارے حیرت کے وہیں کھڑے کا کھڑا رہ گیا کہ وہ گھڑی میری اپنی تھی، جو میں غلط فہمی میں کسی دوسرے کی سمجھ کر لے بھاگا اور نماز بھی نہ ادا کی، اپنے آپ کو لعنت ملامت کی، دل ندامت میں ڈوب گیا، توبہ کی اور واپس آ کر تنہا نماز ادا کی اور اللہ میاں سے معافی چاہی، اصل بات یہ ہوئی کہ جماعت میں شامل ہونے کا احساس اتنا شدید تھا کہ یہ بھی ذہن سے محو ہو گیا کہ میں نے ٹوپی کے ساتھ گھڑی بھی اتار کر رکھی تھی۔'' دیکھا! غلط فہمی میں انسان کیا کیا حرکتیں کر گزرتا ہے۔'' (غلط فہمی از سید امین گیلانی: ص: ۲۹)

اس واقعہ سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ انسان مال کا کس قدر حریص ہے، ایک پکے نمازی کی نظر گھڑی پر پڑ گئی اور تقویٰ کا جذبہ دھرا کا دھرا رہ گیا، نماز چھوڑی اور گھڑی لے اڑا، واقعتاً مال کی محبت ایک عظیم فتنہ ہے۔

ایک اعرابی کی کتے کے ساتھ دوستی کی مزاحیہ حکایت

ایک اعرابی کی حکایت ہے کہ اس کا کتا سفر میں مرنے لگا۔ وہ اس کے پاس بیٹھا رو رہا تھا لوگوں نے پوچھا کیا حال ہے کہا میرا رفیق بھوک سے مرتا ہے۔ سامنے ایک تھیلہ نظر آیا کسی نے پوچھا کہ اس میں کیا ہے؟ کہنے لگا روٹیاں تو پوچھا گیا کہ پھر رونے کی کیا بات ہے اس کو بھی کھلا دے نہ مرے گا۔ کہنے لگا کہ اتنی محبت نہیں کہ داموں کی چیز کھلاؤں اور آنسو تو مفت کے ہیں جتنے چاہوں بہا دوں۔

فائدہ: یہی مثال ہمارے بعض بھائیوں کی ہے کہ ان پر مصیبت کا یہ اثر ہوتا ہے کہ تھوڑی دیر رو لیتے ہیں کہ آنسوؤں میں کیا خرچ ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ اعمال کی اصلاح کر لیں آیندہ کے لئے گناہوں سے توبہ کر لیں لوگوں کے حقوق دیدیں، تیلی کے بیل کی طرح جہاں تھے وہیں ہیں۔

گر جان طلبی مضائقہ نیست　　　　در زر طلبی سخن دریں ست

''اگر جان مانگو تو حاضر ہے اور اگر مال مانگو تو یہ بہت مشکل ہے۔'' (وعظ التنبیہ۔ ص ۱۷)

مفت خور کا قصہ

کچھ لوگ سفر میں ایک ساتھ چلے۔ ان میں ایک مفت خور بھی تھا۔ آگے چل کر ان میں یہ طے پایا کہ سب لوگ آپس میں کام تقسیم کر لیں کوئی آٹا گوندھے، کوئی سالن پکائے کوئی سوختہ کے لئے لکڑی جمع کرے، کوئی پانی لائے، مفت خور سے کہا کہ آپ آٹا گوندھ لیں۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے تو گوندھنا ہی نہیں آتا اگر اس میں پانی زیادہ ڈال دیا تو کیا ہوگا؟ اچھا پھر آپ سالن پکا لیں، کہنے لگا کہ وہ تو آٹا گوندھنے سے بھی زیادہ مشکل ہے، اچھا سوختہ کے لئے لکڑیاں لے آئیں یہ کام تو کر سکتے ہیں۔ کہنے لگا کہ مجھ میں تو ہمت نہیں اور مجھے پتا بھی نہیں کہ کس طرح کی لکڑیاں چاہئے ہوں گی۔ اچھا تو پھر ایسا کریں کہ کنویں سے پانی کا ڈول بھر لائیں۔ کہنے لگا کہ اگر اتنی ہمت ہوتی تو آپ لوگوں کے ساتھ کیوں چلتا، مجھ سے یہ بھی نہیں ہوگا۔ سب کام دوسروں نے کر لئے، کھانا تیار ہو گیا یہ آرام سے لیٹا رہا۔ جب ساتھیوں نے اسے کھانے کے لئے بلایا تو کہتا ہے کہ یار تم بھی کیا سوچو گے کہ ہر کام سے انکار کر دیتا ہے چلو یہ کام تو کر ہی لوں۔

لیموں نچوڑ

ایک مفت خورہ لیموں لے کر کسی ہوٹل میں چلا جاتا جو شخص بھی کھانا کھانے آتا اس کی رکابی میں لیموں کے ایک دو قطرے نچوڑ دیتا وہ شخص مروت میں آ کر اسے کھانے میں شرکت کی دعوت دیتا یہ فوراً کھانا شروع کر دیتا، ایک بار ہوٹل پر کوئی مصلح کھانا کھانے کے لئے پہنچ گیا، لیموں نچوڑ نے حسب عادت اس کی رکابی میں بھی لیموں کے ایک دو قطرے نچوڑ دیئے لیکن اس نے اسے کھانے کی دعوت نہ دی تو یہ از خود ہی شروع ہو گیا، مصلح نے کھینچ کر ایک تھپڑ رسید کیا تو مفت خورہ ہنس کر بولا:

''ہاں ہاں! میرا باپ بھی مجھے مار مار کر کھلایا کرتا تھا۔''

ذریعۂ عبرت

شیخ سعدیؒ کی گلستان کے پانچویں باب میں عشق و جوانی کی بیس حکایات ہیں، جن میں سے پندرہ امرد پرستی سے متعلق ہیں، ان میں قاضی ہمدان کی حکایت بہت دلچسپ ہے۔

کہتے ہیں کہ یہ بزرگ کسی نعل بند کے لڑکے پر عاشق ہو گئے تھے اور جب اس کے ساتھ خلوت میں پکڑے گئے تو بادشاہ وقت نے سخت سے سخت سزا تجویز کرنے کی نیت سے حکم دیا کہ انہیں قلعہ کی دیوار سے گرا دیا جائے تا کہ وہ ہلاک ہو جائیں اور لوگوں کو عبرت حاصل ہو، قاضی نے عجز و ادب کے ساتھ معروضہ پیش کیا: ''عالم پناہ! یہ جرم دنیا میں تنہا میں نے ہی نہیں کیا ہے۔ کسی اور کو گرا دیجئے تا کہ میں خود اس سے عبرت حاصل کروں اور آئندہ نیکو کار رہوں۔'' (بحوالہ ''شگوفہ زار'' مولفہ خواجہ عبدالغفور: ص ۸۹)

خیالی پلاؤ اور پچاس کوڑے

کتاب ''محاضرات'' میں راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ حجاج نے رات کے آخری حصے میں اپنے ساتھ دو تین اہلکاروں کو لیا اور کہا کہ آج میں خود شہر میں گھوم پھر کر دیکھنا چاہتا ہوں کہ مملکت کا کیا حال ہے۔ وہ ایک بازار سے گزر رہا تھا۔ ساری دکانیں بند ہو چکی تھیں البتہ ایک دکان کے اندر چراغ روشن تھا۔ اس نے جھانک کر دیکھا کہ دکان والا بیٹھا ہوا جوتوں کی مرمت کر رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اکیلا خود سے باتیں کر رہا ہے۔ وہ بڑبڑا رہا تھا:

''آخر میں کب تک اس طرح زندگی گزاروں گا؟ ایسا نہیں ہو سکتا! مجھے سوچنا پڑے گا!''

پھر خود ہی جواب دیتے ہوئے کہنے لگا:

''کیوں نہیں! کل سے میں جو کماؤں گا اس کا آدھا بچا کر رکھوں گا۔''

پھر اس نے اپنی آمدنی اور اخراجات کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے جمع ہونے والی ایک ماہ کی رقم کا حساب لگایا۔ پھر اسی طرح پورے سال کی بچت کا حساب کیا۔ اس طرح خیالی پلاؤ پکاتے ہوئے وہ اپنی جمع ہونے والی رقم کو تقریباً دس لاکھ تک لے گیا اور کہنے لگا:

''جب میری رقم دس لاکھ ہو جائے تو میں اس میں مزید اضافہ کر دوں گا اور اس کے بعد حجاج کی بیٹی سے شادی کر لوں گا۔ میں سارا سامان اسے خود فراہم کروں گا۔ بدلے میں وہ بھی مجھے کوئی عہدہ دے دے گا۔ ایسی صورت میں حجاج کی بیٹی مجھ پر ناز کرے گی اور دل ہی دل میں خوش ہوگی۔ اسے کیا معلوم کہ میں پہلے جوتوں کی مرمت کرنے والا ہوا کرتا تھا۔ اگر اس نے میری شان میں کوئی گستاخی کی اور مجھے اہمیت نہ دی تو میں یہ ہتھوڑی اس کے سر پر دے ماروں گا۔''

اس کی باتیں ابھی یہیں تک پہنچی تھیں کہ حجاج نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ اسے گھسیٹ کر دکان سے باہر نکالیں بے چارے کو دکان سے باہر گھسیٹ لیا گیا اور حجاج نے اسے گالی دیتے ہوئے کہا:

''اے ذلیل آدمی! اتنی رات کو تو میری بیٹی کا کیا ذکر کر رہا تھا؟'' اور پھر اس نے اس دکان دار کو پچاس کوڑے لگوائے!

عالمگیر اور راجہ کے بیٹے کی حکایت

عالم گیر کے زمانہ کی ایک حکایت ہے کہ ایک راجہ کا انتقال ہوگیا تھا۔ اس نے ایک لڑکا چھوڑا خوردسال اور راجہ کا ایک بھائی جوان تھا۔ لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ عالمگیر بھائی کو راجہ بنائیں گے مگر وزیر اعظم کی رائے بیٹے ہی کو راجہ بنانے کی تھی اس نے اس بچہ کو عالم گیر کے روبرو پیش کرنے کی رائے قائم کی کہ شاید اس کو دیکھ کر عالمگیر رحم کھا کر اس کے لئے گدی تجویز کردیں۔ اس لئے ساتھ لے چلا اور تمام راستہ سکھاتا ہوا لایا کہ بادشاہ فلاں بات پوچھیں تو یوں کہنا اور اگر یہ دریافت کریں تو یوں جواب دینا۔ جب قلعہ کے دروازہ پر پہنچے لڑکے نے کہا کہ ان باتوں کے علاوہ اگر اور کچھ پوچھا تو کیا کہوں گا؟ وزیر اس سوال سے دنگ رہ گیا اور کہا صاحب زادے جس خدا نے یہ سوال تجھے سکھلایا ہے ان باتوں کے جواب بھی وہی خدا سکھادے گا۔ غرض عالمگیر کو اطلاع ہوئی وہ حویلی میں تھے لڑکے کو بوجہ خوردسال ہونے کے اندر بلالیا، اس وقت لنگی باندھے حوض کے کنارے پر غسل کے لئے کھڑے تھے لڑکے کے دونوں ہاتھ پکڑ کر حوض کے مقابل کردیا اور کہا چھوڑدوں لڑکا قہقہہ مار کر ہنسا اور کہنے لگا کہ آپ مجھ کو ڈوبنے سے کیا ڈراتے ہیں۔ میں کیسے ڈوب سکتا ہوں آپ کی تو وہ شان ہے کہ کسی کی اگر انگلی بھی پکڑ لیں تو وہ ڈوب نہیں سکتا اور میرے تو دونوں ہاتھ آپ کے ہاتھوں میں ہیں میں کیسے ڈوب سکتا ہوں۔ عالمگیر اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور اسی کو راجہ بنادیا اور بالغ ہونے تک وزیر کو سرپرست مقرر کردیا۔
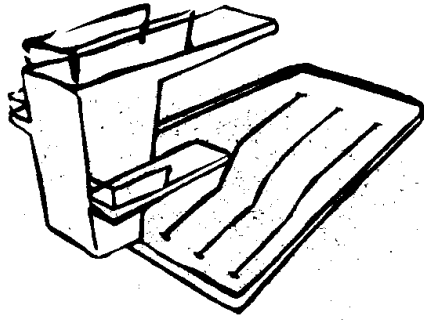
آدھے دن کی بادشاہی

۹٤٦ ہجری میں بھوج پور کے مقام پر جب شہنشاہ ہمایوں کو شیر شاہ کے مقابلے میں شکست ہوگئی تو ہمایوں کے شکست خوردہ لشکری جان بچانے کی خاطر دریائے گنگا میں کود گئے۔ برسات کا موسم تھا دریا میں طغیانی آئی ہوئی تھی۔ ہزاروں فوجی ڈوب کر ہلاک ہوگئے۔ ہمایوں بھی گھوڑے سمیت دریا میں کود پڑا مگر چونکہ جہاں سے کودا تھا کنارا اونچا تھا۔ گھوڑے سے پھسل کر دریا میں غوطے کھانے لگا۔ اتفاقاً ''نظام سقہ'' کی نظر ہمایوں پر پڑ گئی جو اس وقت پانی بھرنے آیا ہوا تھا۔ اس نے جھٹ سے مشک میں پھونک مار کر ہوا بھری اور دریا میں کود گیا اور ڈوبتے ہوئے شہنشاہ کو سنبھال لیا۔ ہمایوں نے اس سے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس کے جواب میں اس شخص نے کہا کہ ''میرا نام نظام سقہ ہے اور میں شاہی نمک خوار ہوں۔''

ہمایوں بولا ''شگون مبارک ہے' تم مجھے دریا پار پہنچا دو' نظام سقہ نے مشک کے سہارے سے ہمایوں کو پار پہنچا دیا اور دریا پار کرنے پر ہمایوں شہنشاہ نے پوچھا اب تمھیں کیا انعام دیا جائے جو تیری بڑی سے بڑی تمنا ہو اس کا اظہار کر۔ نظام سقہ بولا ''ہے تو گستاخی ہی مگر میری تمنا ہے کہ میں آدھا دن تخت نشین رہ کر حکومت کروں۔ شہنشاہ ہمایوں نے کہا ''ہمارا وعدہ ہے کہ ہم تمھاری یہ تمنا پوری کریں گے آگرہ پہنچ کر یاد دلانا۔ شہنشاہ ہمایوں نے آگرہ پہنچ کر آدھے دن کے لئے نظام سقہ کو باقاعدہ طور سے تخت نشین کر دیا۔ تمام امرائے سلطنت نے اسے سلامی دی اور دستور شاہی کے مطابق اس کی خدمت میں نذریں پیش کیں۔ نظام سقہ نے دربار منعقد کیا اور بادشاہ کی حیثیت سے احکام جاری کئے چمڑے کے روپے اور اشرفیاں تیار کرا کران پر سونے چاندی سے اپنا نام کندہ کرایا۔

نظام سقہ آدھا دن گزرنے کے بعد تخت حکومت سے دستبردار ہوگیا۔ شہنشاہ ہمایوں نے نظام سقہ کے جاری کردہ سکہ کو قانونی سکہ قرار دے دیا اور ایک مدت تک شاہی سکہ کے ساتھ ساتھ نظام سقہ کا سکہ بھی چلتا رہا۔ (تاریخ فرشتہ)

ذہانت

ایک نصرانی ضحاک بن مزاحم کے پاس آتا جاتا تھا۔انہوں نے اس سے ایک دن کہا کہ تو اسلام کیوں نہیں لاتا اس نے کہا اسکی یہ وجہ ہے کہ مجھے شراب بہت پسند ہے اور میں اسکونہیں چھوڑ سکتا۔انہوں نے کہا اسلام لے آ اور پیتا رہ۔ یہ اسلام لے آیا پھر اس سے ضحاک نے کہا اب تو مسلمان ہو چکا ہے اگر تو نے شراب پی تو ہم تجھ پر حد جاری کر دیں گے اور اگر اسلام سے پھرا تو تجھے قتل کر دیں گے۔

زیور کا شوق

ایک حکایت مشہور ہے کہ کسی بنئے نے اپنی بیوی سے کہا کہ مجھے ذرا باٹ اٹھا کر دے دے، اس نے کہا ہونہہ بھلا مجھ سے اتنا بھاری باٹ اٹھے گا۔اس نے یہ کیا کہ سنار سے کہ کر ایک سل کے اوپر سونا چڑھوایا اور گھر میں لایا کہ لے میں نے تیرے واسطے نئی قسم کا زیور بنوایا ہے جیسے ہی وہ زیور عورت کے سامنے آیا بے ساختہ گلے میں ڈال لیا پھر تو بنئے نے اس کی خوب مرمت کی کہ کل تو تجھ سے باٹ بھی نہ اٹھتا تھا اور آج سل کو گلے میں بلا تکلف ڈالے پھرنے لگی ہے۔

بندر کا خیال

جاحظ نے بیان کیا کہ ایک شخص ڈاڑھ کے درد کو جھاڑنے کے سلسلہ میں لوگوں کو دھوکہ دیا کرتا تھا تاکہ اس سے کچھ اینٹھ لے اور جس کو جھاڑا کرتا تھا اس سے یہ کہ دیا کرتا تھا کہ خبردار آج کی رات تمہارے دل میں بندر کا خطرہ بھی نہ آنے پائے۔اب وہ بیمار تمام رات درد میں گزارتا اور صبح کو اس کے پاس آتا تو یہ کہا کرتا تھا کہ غالباً تمہیں بندر کا دھیان آ گیا ہوگا وہ کہتا کہ ہاں آیا تھا تو یہ کہ دیتا تھا کہ اسی وجہ سے تو جھاڑنے نفع نہیں دیا۔

شیکسپئر اوران کی محبوبہ

شیکسپئر کی محبوبہ میریا نے کسی اور سے شادی کر لی۔شیکسپئر کو بہت قلق ہوا۔بیس پچیس سالوں کے بعد جب میریا بوڑھی ہوگئی تو اتفاق سے دونوں کی ملاقات ایک محفل میں ہوگئی۔

اس نے پوچھا:''میرے حسن کی تعریف میں تم اشعار کب لکھو گے؟''شیکسپئر نے جواب دیا: ''جب تم پھر سے کنواری اور جوان ہو جاؤ گی۔''

ایک کیمیا گری سیکھنے والے کی حکایت

ایک ظریف سیاح شاہ صاحب کی نسبت ایک خان صاحب کو خیال ہو گیا کہ یہ کیمیا جانتے ہیں اور بات شروع ہوئی۔ خان صاحب! السلام علیکم! شاہ صاحب وعلیکم السلام۔ خان صاحب میں نے سنا ہے آپ کیمیا جانتے ہیں۔ شاہ صاحب ہاں جانتے ہیں۔ پھر تو خان صاحب کو اور بھی اعتقاد زیادہ بڑھا اور منت کرنے لگے۔ شاہ صاحب نے کہا کہ خان صاحب جس طرح ہم نے سیکھی ہے اس طرح سیکھو خدمت کرو، پاؤں دباؤ، حقے بھرو جو ہم کھلا دیں وہ کھاؤ اور جو ہم کہیں وہ کرو۔ اگر کبھی مزاج خوش ہوگا اور دل میں آ جاوے گا بتا دیں گے۔ خان صاحب راضی ہو گئے۔ رات ہوئی شاہ صاحب نے کچھ گھاس پھونس ابال کر خان صاحب کے سامنے رکھ دیا خان صاحب نے ایسا کھانا کب کھایا تھا۔ ذرا ناک چڑھانے لگے۔ شاہ صاحب نے کہا ابھی تو اول ہی منزل ہے جب خان صاحب نے یہ رنگ دیکھا تو کیمیا سے عمر بھر کے لئے توبہ کی۔

فائدہ: جب دنیا کا کوئی ہنر بھی بغیر محنت و مشقت کے ہاتھ نہیں آتا تو دین کے لئے بھی محنت و مشقت کو برداشت کرو۔ دین کی طلب کا تو یہ حال ہے کہ بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے مل جائے۔ یہ بھی گر کی بات یاد رکھو کہ جڑی بوٹیوں سے جو لوگ سونا بنانے کا دھوکہ دیتے ہیں ان کے دھوکہ میں نہیں آنا چاہئے۔ کئی لوگ کیمیا گری کے چکر میں عمر اور پیسہ کو بھی برباد کرتے ہیں۔ حاصلِ ندامت کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

تبت سنو!

مولانا ادریس کاندھلویؒ کا واقعہ ہے۔ بیچارے بڑے بھولے بھالے اور سیدھے سادھے تھے۔ ہر وقت ان کا دھیان اللہ کی طرف لگا رہتا تھا۔ اور کثرت کے ساتھ مطالعہ کرتے تھے، ایک دفعہ یہاں تشریف لائے، میرے یہاں قیام تھا۔ میں نے اپنے صاحبزادے سے کہا، حضرت حج کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں اس لئے کچھ ضروریات ہیں ذرا تم ساتھ بازار چلے جاؤ۔ جب شام کو واپس تشریف لائے تو فرمانے لگے، بھائی! میں نے دیکھا کہ جگہ جگہ سڑکوں پر بورڈ لگے ہوئے ہیں اور اس میں لکھا ہے "تبت سنو" "تبت سنو" کہیں یہ نہیں لکھا ہے کہ "قل ھو اللہ سنو" کیا بات ہے؟ میں نے کہا، حضرت! آپ سے پڑھنے میں غلطی ہوئی ہے، یہ تبت سنو نہیں ہے تبت اسنو (Tibet Snow) ہے یہ ایک کریم (Cream) کا نام ہے۔ فرمانے لگے جب ہی مجھے تعجب ہو رہا تھا کہ جگہ جگہ تبت سنو لکھا ہے لیکن قل ھو اللہ سنو کہیں نہیں ہے۔

مال کے بوجھ سے پاخانہ نکل گیا

ایک شخص روزانہ رات کو بستر پر پیشاب کردیا کرتا تھا۔اس کی بیوی کو روزانہ بستر وغیرہ سب دھونا پڑتا۔ایک دن اس نے شوہر سے کہا کہ آخر آپ روزانہ بستر میں پیشاب کیوں کردیتے ہیں؟ شوہر نے کہا میں جب سو رہا ہوتا ہوں تو شیطان خواب میں نظر آتا ہے وہ مجھ سے کہتا ہے کہ یہاں پیشاب کردو میں کردیتا ہوں، بیوی کہنے لگی کہ ارے! جب وہ روزانہ آپ کو خواب میں نظر آتا ہے تو آپ اس سے کہیں کہ ہمیں کوئی خزانہ لاکردے۔شوہر کہنے لگا کہ بہت اچھا آج رات کو میں اس سے کہوں گا۔اب بیوی کا تو خوشی کے مارے کچھ نہ پوچھئے کیا حال تھا، بس مال ملنے کی خوشی میں مست تھی کہ اب دیکھئے کیسی سونے کی چوڑیاں اور زیور اور کپڑے بنواؤں گی۔ساری رات انہیں خیالات میں گزرگئی صبح جب اٹھی تو دیکھا بستر میں شوہر کا پاخانہ نکلا ہوا تھا، پوچھا کہ یہ کیا قصہ ہوگیا اب تک تو پیشاب ہی کرتے تھے آج پاخانہ بھی کردیا، شوہر کہنے لگا کہ ہوا یوں کہ جب شیطان میرے پاس آیا اور میں نے اس سے خزانے کے بارے میں بات کی تو وہ کہنے لگا کہ یہ تو کوئی مشکل کام نہیں آپ نے مجھ سے اس سے پہلے کبھی کہا ہی نہیں، خیر یہ کہہ کر اس نے مجھے خزانہ کا بہت بڑا گٹھڑ دیا میں خود اسے اٹھا کر سر پر نہیں رکھ سکتا تھا اس لئے میں نے اس سے کہا کہ اسے میرے سر پر رکھ دو۔اس نے جیسے ہی خزانے کا گٹھڑ میرے سر پر رکھا تو اس کے بوجھ سے میرا پاخانہ نکل گیا۔

دوسروں کے مال و منصب میں ترقی کو دیکھ دیکھ کر بے چین ہیں پریشان ہیں کہ اسے تو اتنی ترقی ہو رہی ہے اور ہم وہیں کے وہیں پڑے ہیں۔دنیا کے عاشق قسمت کے سوراخ کشادہ کرنے کی فکر میں رہتے ہیں خزانوں کے بوجھ سے پاخانہ نکلا جا رہا ہے، اگر اللہ کی تقدیر پر راضی رہیں اور قناعت اختیار کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے قلوب کو غنی کردیں۔

جگہ لینے کے لئے کہہ رہا ہے

دہلی کی جامع مسجد میں دو میواتی منبر کے سامنے نماز جمعہ کے لئے آکر بیٹھ گئے دوسری صف بھی پر ہوگئی اتفاق سے ان میں سے ایک کی ریح خارج ہوگئی تو پیچھے والے شخص نے اس سے کہا کہ وضو کرکے آ تیرا وضو ٹوٹ گیا تو اس دوسرے نے کہا تو بیٹھا رہ۔یہ تو جلہ لینے کے لئے کہہ رہا ہے کہ تو وضو کیلئے جائے اور یہ تیری جگہ لے لے۔اور ایسے کہہ رہا ہے جیسے یہاں سب وضو سے ہی بیٹھے ہیں۔

لندنی گندے یا ہندوستانی

کچھ طلبا لندنی حضرت کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئے ان سے گفتگو فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لندن میں دو آدمی بحث کر رہے تھے صفائی پر بحث چل رہی تھی ایک ہندوستانی تھا دوسرا لندنی۔ لندنی کہہ رہا تھا کہ ہندوستانی گندے رہتے ہیں صاف نہیں رہتے اور ہندوستانی کہہ رہا تھا کہ لندنی گندے رہتے ہیں اس پر مباحثہ چل رہا تھا ہندوستانی نے کہا کہ دیکھو بہترین صورت فیصلہ کی یہ ہے کہ تم ننگے ہو جاؤ میں بھی ننگا ہو جاتا ہوں دیکھیں کس کے بدن پر مکھی بیٹھتی ہے کیونکہ لندن کے لوگ استنجا کر کے پانی نہیں لیتے ہیں۔

تمناؤں کا مقابلہ

اصمعی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ (تفریحاً) ولید بن عبدالملک نے بدیح سے کہا آؤ تمناؤں میں مقابلہ کریں (ہم دونوں میں سے ہر ایک اپنی اپنی تمنا بیان کرے) اس میں واللہ میں تجھ پر غائب رہوں گا۔ بدیع نے کہا کہ آپ مجھ پر ہرگز غالب نہ آسکیں گے۔ ولید نے کہا میں غالب ہو کر رہوں گا اس نے کہا دیکھا جائے گا۔ ولید نے کہا تو جس تمنا کا اظہار کرے گا میں اس سے دوگنی کا اظہار کروں گا تو اپنی تمنا کو سامنے لا۔ بدیح نے کہا بہت اچھا تو میری تمنا یہ ہے کہ مجھے ستر قسم کا عذاب دیا جائے اور مجھ پر اللہ ہزاروں لعنت بھیجے۔ ولید نے کہا کمبخت تیرا برا ہو بس تو ہی غالب رہا۔

لالچی مالک

سعید بن العاص کا مولیٰ (آزاد کردہ غلام) بیمار ہو گیا اور اس کی کوئی خدمت کرنے والا اور خبر گیری کرنے والا موجود نہ تھا اس نے سعید کو بلا کر کہا کہ میرا کوئی وارث آپ کے سوا نہیں ہے اور یہاں تیس ہزار درہم مدفون ہیں جب میں مر جاؤں تو ان کو تم نکال لینا۔ سعید نے اس کے پاس سے باہر نکل کر کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنے مولیٰ کے ساتھ برا معاملہ کیا اور اس کی خبر گیری میں نہبت کوتاہی کی۔ پھر تو خوب اچھی طرح خبر گیری کی اور مستقلاً ایک شخص کو اس کی خدمت پر متعین کر دیا۔ پھر جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس پر تین سو درہم کا کفن ڈالا اور اس کے جنازے کیساتھ موجود بھی رہے جب فارغ ہو کر گھر لوٹ کر آئے تو سارا گھر کھود ڈالا مگر وہاں کچھ بھی نہ ملا (کیونکہ یہ تو مرنے والے نے اپنی خدمت کرانے کی ترکیب کی تھی) اور جس سے کفن خریدا تھا وہ کفن کی قیمت مانگنے آیا تو اس سے (جھنجھلاہٹ میں) کہا کہ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ اس کی قبر کھود کر اس کا کفن کھینچ لاؤں۔

دلچسپ حکایت

حضرت ابن وائل فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک دوست کے ہمراہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کے لئے گیا تو انہوں نے ہمارے سامنے جو کی روٹی اور جو کا نمکین دلیا پیش کیا۔ میرے دوست نے کہا کہ اگر اس دلیا کے ساتھ پودینہ بھی ہوتا تو یہ اور زیادہ لذیذ ہوتا۔ یہ سن کر حضرت سلمان فارسی گھر سے نکلے اور اپنا لوٹا رہن رکھ کر پودینہ خرید لائے۔ جب ہم کھانا کھا چکے تو میرے دوست نے کہا: خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں اپنی روزی پر قانع بنادیا (یعنی ہم کو قناعت عطا کی) یہ سن کر حضرت سلمان فارسی نے فرمایا: اگر تم اس روزی (یعنی جو دلیا تمہارے سامنے پیش کیا) پر قانع ہوتے تو میرا لوٹا گروی نہ ہوتا۔ (پودینہ لانے کی وجہ سے مجھے اپنا لوٹا گروی رکھنا پڑا)

ابو نواس اور اصطلاحی الفاظ

عربی کے مشہور شاعر ابونواس کے پاس ایک مرتبہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا: ''ابونواس میں پورے عرب کا سفر کرنا چاہتا ہوں۔ تم مجھے ایک رقعہ لکھ کر دیدو جسے عرب کے امیروں کو دکھلاؤں تا کہ وہ میری مدد کریں''

ابونواس نے رقعہ لکھا اور اسے بند کر کے اس کے حوالے کر دیا۔ وہ چلا گیا۔ تھوڑی دور جا کر اس نے لفافہ کھولا اور پڑھا تو اس میں لکھا تھا: ''یہ شخص مکار ہے۔ میرے نام سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا ہے، لہٰذا کوئی اس کی امداد نہ کرے۔''

رقعہ پڑھتے ہی اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور وہ واپس ابونواس کے پاس آیا اور غصہ سے یوں مخاطب ہوا: ''ابونواس! یہ کیا فریب کاری ہے؟'' ابونواس نے جواب دیا: ''گھبراتے کیوں ہو، ہماری سوسائٹی کے اصطلاحی الفاظ ہیں، جس کی امداد مقصود ہوتی ہے اسے ہم اسی قسم کے الفاظ لکھ کر دیتے ہیں'' یہ سنتے ہی اس نے کہا: ''ابونواس! تم بڑے بے ایمان اور دغا باز ہو۔''

ابونواس نے کہا: ''بھائی! مجھے میرے احسان کے بدلے میں تم گالیاں کیوں دیتے ہو؟'' اس نے برجستہ کہا: ''گھبراتے کیوں ہو؟ یہ میری سوسائٹی کے اصطلاحی الفاظ ہیں جو شکریہ کے ہم معنی ہیں۔''

(بحوالہ ''ادیبوں کے لطیفے'' مرتبہ کے ایل، نارنگ ساقی: ص ۱۸۸۔۸۹)

ڈم ڈم مفت است

ایران سے ایک شخص ہندوستان کی سیر وتفریح کے لئے آیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک دوکان پر مٹھائیاں اور حلوے وغیرہ خوب بنا سجا کر رکھے ہوئے ہیں دوکان دار سے پوچھا کہ آپ انہیں کھاتے کیوں نہیں؟ اتنی عمدہ مٹھائی ایسے ہی پڑی ہوئی ہے۔ دوکاندار نے کہا کہ یہ تو دوسروں کے کھانے کے لئے ہے اگر میں خود کھاؤں گا تو نقصان ہوجائے گا۔ ایرانی کہنے لگا کہ اچھا پھر تو یہ مٹھائی ہمارے لئے ہوئی۔ دوکان دار نے کہا جی ہاں آپ کے لئے ہے۔ چنانچہ وہ ایرانی مٹھائی کھانے لگا، جب خوب سیر ہوکر اس نے ہاتھ روک لیا تو دوکان دار نے پیسے مانگے ایرانی کہنے لگا کہ تم نے ہی تو کہا تھا کہ یہ مٹھائی تمہارے لئے ہے اگر میں کھاؤں گا تو نقصان ہوجائے گا۔ بالآخر دوکان دار نے اسے پکڑ کر تھانے دار کے سپرد کردیا۔ تھانے دار نے سوچا کہ بیرون ملک سے آیا ہے اسے حوالات میں بند کرنا اور زیادہ سزا دینا مناسب نہیں تھوڑی سی تذلیل کرکے چھوڑ دیا جائے۔ تھانیدار نے اس کا منہ کالا کرکے گدھے پر سوار کردیا اور پیچھے بچوں کی فوج لگادی کہ وہ اسے خوب چھیڑیں اور ذلیل کریں۔ پیچھے ڈگڈگی بجاتے اور جلوس نکالتے چلے جائیں، چنانچہ بچوں نے خوب جوتے لگائے اور خوب جلوس نکالا۔ جب وہ اپنے وطن پہنچا تو دوست احباب جمع ہوگئے تو پوچھنے لگے کہ بتاؤ ہندوستان کیسا ملک ہے؟ تو کیا فرماتے ہیں۔

”ہندوستان خوب ملک است، حلوا خوردن مفت است، غازہ مفت است، سواری خرم فت است، فوج طفلاں مفت است ڈم ڈم مفت است، ہندوستان خوب ملک است“

ہندوستان بہت اچھا ملک ہے، حلوا مفت، غازہ ”میک اپ کا پاؤڈر“ مفت، گدھے کی سواری مفت، لونڈوں کی فوج مفت، نقارہ مفت، ہندوستان خوب ملک ہے۔“

وہ ایرانی انتہائی ذلت کی حالت کو سمجھتا ہے کہ وہ بہت اونچے مقام پر ہے۔ ہندوستان والوں نے اس کی بہت عزت کی بڑا اکرام کیا۔

اس پر قیاس کرلیں کہ آج کے مسلمان کو اگر کسی نے ذرا سی بات کہہ دی تو فوراً بگڑ جاتا ہے کہ آپ مجھے جانتے نہیں میں کون ہوں؟ حالانکہ انتہائی ذلت میں ہے لیکن اسے کبر کی بناء پر اتنا غصہ آتا ہے کہ شاید گدھے کو بھی اتنا غصہ نہ آتا ہوگا، پھر غضب یہ کہ لوگ اس قسم کے مہلک امراض کی طرف متوجہ نہیں!

حکایت

ایک حکایت ہے کہ ایک جلد ساز تھے جو شخص کتاب یا قرآن جلد بندھوانے لاتا تھا وہ اس میں کچھ اصلاح ضرور کر دیا کرتے تھے۔ ایک شخص قرآن شریف کی جلد بندھوانے کے لئے ان کے پاس لائے اور کہا کہ اس کی جلد باندھ دو۔ مگر شرط یہ ہے کہ کچھ اصلاح نہ دینا! کہنے لگا کہ اب تو میں نے توبہ کر لی ہے۔ جب جلد تیار ہوگئی تو اس شخص نے پوچھا کہ اس میں کچھ اصلاح تو نہیں دی۔ کہنے لگے کہ توبہ توبہ! میں کیا اصلاح دیتا مگر دو تین جگہ تو صریح غلطی تھی اس کو صحیح کر دیا۔ ایک جگہ تو یہ تھا عصیٰ آدم تو یہ صریح غلطی ہے۔ عصا تو موسیٰ کا تھا میں نے اس جگہ بجائے آدم کے موسیٰ بنا دیا ہے اور ایک مقام پر خر موسیٰ تو خر عیسیٰ کا تھا وہاں عیسیٰ بنا دیا ہے اور ایک جگہ..... ''ولقد نادانا نوح'' تھا تو نوح تو دانا تھے میں نے وہاں نا کاٹ کر اسطرح لکھدیا ہے ''ولقد دانا نوح'' اور ایک مشترک اور عام غلطی تھی وہ یہ کہ جگہ جگہ فرعون۔ قارون۔ ہامان۔ ابلیس کا نام تھا تو ایسے کفار ملعونوں کا قرآن میں کیا کام تھا۔ وہاں میں نے اپنا اور تمہارا نام لکھ دیا ہے۔ کہا خدا تیرا ناس کرے تو نے میرا قرآن شریف ہی کھو دیا۔ (اشرف المواعظ وعظ حصہ الاتفاق: ص ۱۳۲۔ س ۱۲)

مفت کا مہر

ایک عورت ایک تانگہ میں سوار ہوئی اور راستہ میں کوچوان سے کہا کہ میاں تمہیں بیس روپے دوں گی اگر تم کچہری میں جا کر یہ کہہ دو کہ میں نے اس عورت کو طلاق دے دی اس میں تمہارا نقصان کچھ نہیں مفت میں بیس روپے کما لو گے تانگہ والا کے یہ بات سمجھ میں آ گئی اور اس نے عدالت میں جا کر یہ کہہ دیا کہ میں اس عورت کو طلاق دیتا ہوں یہ کہہ کر جب وہ چلنے لگا تو عورت نے عدالت سے کہا جب اس نے مجھے طلاق دے ہی دی تو میرا مہر تو اس سے دلوا دیجئے اب تانگے والے حضرت گھبرائے عدالت کو یقین دلانا چاہا کہ یہ تو میری بیوی ہی نہیں ہے بہت کچھ منتیں کیں لیکن عدالت میں پہلے ہی اقراری ملزم ثابت ہو چکے تھے نتیجہ یہ کہ گھوڑا تانگہ نیلام ہوا اور عورت کو مہر کے بدلے رقم دلوائی گئی۔
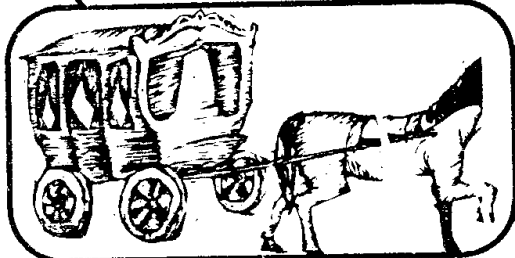
شیر شاہ سوری اور ان کی سواری

مولوی محمد حسین آزاد اپنی تالیف دربار اکبری میں یوں رقمطراز ہیں:

شیر شاہ کو ترقی کی منزلیں طے کرنے میں اتنا عرصہ لگا کہ تاج شاہی سر تک پہنچتے ہوئے بڑھاپا آ گیا، سر سفید، ڈاڑھی بگلا، منہ پر جھریاں، آنکھیں عینک کی محتاج، جب لباس پہنتا اور زیور شاہی سجاتا تو آئینہ سامنے دھرا ہوتا تھا اور کہتا تھا کہ عید تو آئی لیکن بوقت شام۔

دلی کی خدا مغفرت کرے ہر بادشاہ کو یہی شوق رہا ہے کہ اس شہر میں شان وشکوہ کا جلوس دکھائے۔ لہٰذا شیر شاہ سوری نے بھی دہلی آمد پر جشن کیا۔ شام کے وقت مصاحبوں کے ساتھ جریدہ سوار ہوا اور بازار میں نکلا۔ سب کو دیکھا اور خود کو دکھایا۔

اتفاق سے دو بوڑھیاں، اشراف زادی، فلک کی ماری، دن بھر چرغہ کاتا کرتی تھیں اور شام کو جا کر سوت بیچ لایا کرتی تھیں۔ اس وقت وہ بھی برقعہ اوڑھ کر نکلی ہوئی تھیں...... سواری کی آمد آمد سن کر کنارے کھڑی ہوگئیں کہ نئے بادشاہ کو دیکھیں...... شیر شاہ گھوڑے پر سوار، باگ ڈھیلی چھوڑے آہستہ آہستہ چلے جا رہے تھے...... ایک بڑھیا نے دوسری سے کہا: ''بوا! تم نے دیکھا؟'' دوسری بولی: ''ہاں! بوا! دیکھا''...... پہلی بولی: ''دلہن کو دلہا ملا لیکن بوڑھا...... شیر شاہ قریب پہنچ چکا تھا اس نے سن لیا اور جھٹ سینہ ابھارا اور باگ کھینچ کر گھوڑے کو گدگدایا۔ گھوڑا خدا جانے عربی تھا یا کاٹھیاواڑی اچھلنے لگا...... جس پر دوسری بوڑھیا بولی: ''اے بوا! وہ تو بڈھا بھی ہے اور مسخرا بھی۔''

گاندھی جی اور گول میز کانفرنس

گاندھی جی جب گول میز کانفرنس کے سلسلے میں لندن پہنچے تو ایک برطانوی اخبار کے نمایندے نے بطور طنز ان سے سوال کیا:

''ہندوستانیوں نے آپ کو اپنی نمایندگی کے لئے کیوں منتخب کیا؟ کیا آپ سے بہتر نمایندہ انہیں نہیں مل سکتا تھا؟''

گاندھی جی نے اپنے مخصوص انداز میں جواب دیا: ''ہوسکتا ہے کہ وہ سمجھتے ہوں کہ مجھ جیسا کم عقل آدمی ہی برطانیہ کے لئے کافی ہے۔'' (بحوالہ ''ادیبوں کے لطیفے'' مرتبہ کے ایل نارنگ ساقی: ص ٤٥)

گاندھی جی اور سروجنی نائیڈو

گاندھی جی کی سالگرہ کے موقع پر ان کے ماتھے پر ٹیکہ لگاتے ہوئے سروجنی نائیڈو نے خوش مذاقی سے یہ فقرہ کسا: ''آج تو گاندھی جی آپ دولھا لگ رہے ہیں''...... باپو بھلا کہاں چوکنے والے تھے، انہوں نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا: ''کیوں نہیں! دولہن جو ساتھ میں ہے۔'' (بحوالہ ''ادیبوں کے لطیفے'' مرتبہ کے ایل، نارنگ ساقی: ص ٤٦)

طفیلی نصیحت

عبیداللہ محمد بن عمران الربانی سے منقول ہے انہوں نے بیان کیا کہ طفیلی العرائس جس کی طرف منسوب کر کے طفیلی کہا جاتا ہے نے اپنی اس بیماری کے زمانے میں جس میں اس کا انتقال ہوا اپنے بیٹے عبدالحمید بن طفیل کو وصیت کی جس میں اس سے کہتا ہے کہ جب تو کسی شادی کی محفل میں کھانے کے لئے پہنچے تو اس طرح ادھر ادھر مت دیکھنا جیسے کوئی شک کی حالت میں دیکھتا ہے (کہ لوگ کھانے دیں گے یا نہیں) اور بے تکلف بیٹھنے کی جگہ پر جا بیٹھو۔ اگر شادی میں ہجوم زیادہ ہو تو (انتظام امور میں دخیل بن جاؤ کسی کو) حکم کرو (کسی بات کا اور کسی کو) منع کرو۔ نہ لڑکی والوں کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرو اور نہ لڑکے والوں کی آنکھ سے آنکھ ملاؤ تاکہ ہر ایک بجائے خود یہ خیال کرے کہ یہ دوسری جماعت والوں میں سے ہے اور اگر دربان تندمزاج اور بدلحاظ ہو تو اس سے خود بات شروع کرو۔ کسی کام کے کرنے کی ہدایت کرو اور کسی سے منع کرو اس طرح کہ گفتگو میں کھرا پن نہ ہو اور گفتگو کا ایسا ڈھب اختیار کرو جو خیر خواہی اور راہنمائی کے درمیان ہو۔

محروم العقل

مشہور اموی حکمران مروان بن الحکم کے ایک بیٹے کا نام معاویہ تھا، مروان کا یہ بیٹا تھوڑے سے موٹے دماغ کا تھا، ایک مرتبہ دمشق میں ایک جگہ کھڑا اپنے بھائی عبدالملک کا انتظار کر رہا تھا، قریب میں ایک گدھا رہٹ یا چکی گھما رہا تھا، گدھے کے گلے میں گھنٹی تھی، ابن مروان نے گدھے کے مالک سے کہا "آپ نے اس کے گلے میں گھنٹی کیوں باندھ رکھی ہے؟" مالک نے کہا "دراصل کبھی مجھ پر نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے، ایسی حالت میں جب گھنٹی کی آواز سنائی نہیں دیتی تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ گدھا کھڑا ہے چکی نہیں گھما رہا، میں آواز دیتا ہوں تو وہ چلنا شروع کر دیتا ہے" ابن مروان نے کہا "اگر گدھا ایک جگہ کھڑا ہو کر صرف اپنا سر دائیں بائیں ہلانے لگے، تب گھنٹی کی آواز تو آئے گی جب کہ وہ چل نہیں رہا ہوگا، اس کا آپ کے پاس کیا حل ہے؟"...... مالک کہنے لگا "یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے جب گدھے کے سر میں آپ کی عقل ہو جبکہ میرا گدھا اس عقل سے محروم ہے۔" (البیان والتبیین: ج:۲، ص:۱۳۶)
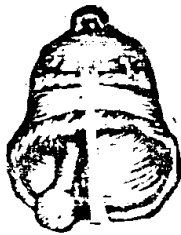
حضرت گنگوہیؒ کے یہاں سی آئی ڈی کا قیام

ارشاد فرمایا کہ حضرت گنگوہیؒ کے یہاں ایک شخص کئی روز مہمان رہا واپسی کے وقت کہنے لگا کہ صاف بات یہ ہے کہ میں حکومت کا سی آئی ڈی ہوں یہ تحقیق کرنے آیا تھا کہ آپ کا ذریعہ آمدنی کیا ہے حضرت نے دریافت فرمایا کہ حکومت کو اسکی کیا غرض کہنے لگا کہ حکومت کو یہ علم ہوا ہے کہ آپ کا تعلق چور اور ڈاکوؤں سے ہے اور انہی سے آپکی آمدنی ہے حضرت نے معلوم کیا کہ تمہیں کیا تحقیق ہوئی اس نے کہا چور اور ڈاکوؤں سے تو آپ کا تعلق ہے نہیں بلکہ آپ سے تو جس چور یا ڈاکو کا تعلق ہو جاتا ہے وہ چوری ڈکیتی چھوڑ دیتا ہے پھر حضرت نے فرمایا کہ اچھا ذریعہ آمدنی کیا معلوم ہوا کہنے لگا جو لوگ آپ کے پاس آتے ہیں وہی آپ کو دیجاتے ہیں اور آپ اولا تو ہر شخص کا قبول نہیں کرتے اور جس کا قبول کرتے ہیں تو بہت کم قبول کرتے ہیں کثیر مقدار قبول نہیں کرتے تھوڑی دیر بعد اس نے دریافت کیا کہ یہ لوگ آپ کو کیوں دے جاتے ہیں حضرت خاموش رہے تھوڑی دیر بعد اس نے جیب سے نکال کر حضرت دو روپے دیئے حضرت نے مسکرا کر فرمایا تم کیوں دے رہے ہو کہنے لگا میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کو دو روپیہ دوں اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ مجھے بھی معلوم نہیں کیوں دیتے ہیں بس اسی کا کام ہے وہی چلاتا ہے۔

تجویز

تحریک خلافت اور ترک موالات کے سلسلے میں مولانا محمد علی جوہر بیجاپور کی جیل میں قید کئے گئے۔ ایک روز جیل کا معاینہ کرنے وہاں کا انگریز کلکٹر آیا، اس نے مولانا کا کمرہ دیکھ کر ان سے کہا۔

"یہ جگہ نہایت عمدہ ہے، آپ یقیناً آرام سے ہوں گے۔"

مولانا کو معلوم تھا کہ کلکٹر کی رہائش ایک قدیمی محل میں ہے انہوں نے سنجیدگی سے جواب دیا "اگر آپ کا یہ خیال ہے تو پھر آیئے ہم دونوں اپنی اپنی جگہوں کا تبادلہ کر لیتے ہیں۔

حضرت نانوتویؒ اور استحضار نیت

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اکابرین میں سے تھے۔

ایک مرتبہ وہ کسی بچے کو غلطی پر سزا دینے لگے۔ اسے دو چار تھپڑ لگائے۔ جب بچے کو تھپڑ لگے اور اسے درد ہوا تو رو کر کہنے لگا، حضرت! مجھے اللہ کے لئے معاف کر دیں۔

حضرتؒ نے فرمایا، اے خدا کے بندے! میں تجھے اللہ کے لئے ہی تو مار رہا ہوں۔

معلوم ہوا کہ ان کا غصہ کے وقت بھی کسی کو مارنا اللہ کی رضا کے لئے ہوا کرتا تھا۔

اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں لباس عطا فرما دیا تو نماز پڑھو گے؟

الاصمعی کہتے ہیں: شدید سردی کا موسم تھا، میں سفر میں تھا، کہ قبائل عرب کے ایک چھوٹے سے قبیلے سے میرا گزر ہوا تو میں نے کچھ لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، ان کے نزدیک باریک لباس میں ملبوس، ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہوا تھا، میں اس کے پاس بیٹھ گیا اور کہا: ہمیں کچھ سنائیے تو وہ کہنے لگا:

یا اللہ! سردی شدید ہو چلی ہے!
اور آپ میری حالت بخوبی جانتے ہیں!
اگر کسی دن مجھے ہونا ہے جہنم رسید!
تو پھر آج کی ٹھنڈ میں تو جہنم لگتی ہے مفید!

مجھے اس کی فصاحت پر بڑا تعجب ہوا اور میں نے اس سے کہا: آپ کو اپنے بڑھاپے کے باوجود نماز چھوڑتے ہوئے شرم نہیں آتی؟

تو وہ کہنے لگا:

کیا خدا کو ہے گوارہ میرا بے لباس نماز پڑھنا!
جبکہ اوروں کو اس نے عطا کئے ہر موسم کے لباس!
دیدے گر وہ مجھے ایک قمیض اور ایک جبہ!
پڑھوں گا نماز جب تک کھو جاؤں نے قبر میں!
اور اگر کچھ نہ ملا مجھے اس ایک عبا کے سوا!
پھٹی ہوئی ہے جو، تو سردی پر نہیں کر سکتا صبر میں!
قسم سے نماز نہ پڑھوں گا جب تک ہوں بے لباس!
عشاء کی نہ مغرب کی نہ ہی وتر کی!
علاوہ گرم دن کے نہ پڑھوں گا فجر بھی!
گھٹا جو چھا گئی تو گئی پھر ظہر اور عصر بھی!
قسم سے نہیں پڑھوں گا مغرب کی میں نماز!
نہ اس کے بعد والی اور نہ ہی فجر کی نماز!

الاصمعی کہتے ہیں: تو میں نے اس سے کہا: اے میرے عرب بھائی! اگر اللہ تعالیٰ تمہیں لباس عطا کردیں تو کیا تم نماز پڑھو گے؟ تو وہ بولا: ہاں، قسم ہے مجھے رب کعبہ کی، الاصمعی کہتے ہیں: تو میں نے اسے اپنے پاس موجود ایک اضافی لباس دیدیا، اس نے وہ لے کر پہن لیا اور پانی سامنے ہوتے ہوئے بھی تیمم کرنے لگا، تو میں نے اس سے کہا: ارے بھائی پانی کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں، تو وہ بولا:

یہ میں تم سے بہتر جانتا ہوں پھر وہ بیٹھ کر نماز پڑھنے لگا، تو میں نے کہا: ارے بھائی، کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی قدرت رکھنے کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھنا صحیح نہیں، تو وہ بولا: نہیں صحیح ہے، میں اللہ تعالیٰ سے معذرت کرلوں گا، پھر اللہ اکبر کہہ کر بولا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اور پھر نماز میں کہنے لگا:

معذرت ہے کہ پڑھتا ہوں بیٹھ کر نماز!
وضو کئے بغیر قبلہ رو ہو کر!
پانی کی ٹھنڈک مجھ سے برداشت ہی نہیں!
اور پیر میرے قاصر ہیں، اٹھانے سے گھٹنوں کا وزن!
طالب ہوں مغفرت کا سردی کا جب تک ہے موسم!
قضا اس کی پڑھوں گا ہو گا جو گرمی کا موسم!
گر نہیں کیا میں نے ایسا تو فیصلہ ہے آپ پر!
جو چاہیں وہ کریں اس بوڑھے کے ساتھ پھر!

شیطان کو جوتوں کے ساتھ پٹائی کرنے کی حکایت

ایک شخص جب حج کو گیا تو کنکریاں مارتے وقت ایک لمبا جوتا لے کر ان تین پتھروں میں سے ایک پتھر کو خوب پیٹ رہا تھا اور شیطان کو کہہ رہا تھا کہ کم بخت فلاں دن تو نے مجھ سے یہ گناہ کرایا تھا اور فلاں رات کو تو نے مجھے زنا میں مبتلا کیا تھا اور چوری کرائی تھی۔ (مواعظ)

فائدہ: کئی شخص اپنی کم علمی کی وجہ سے ہر گناہ کی ذمہ داری شیطان ہی پر ڈالتے ہیں حالانکہ تمام گناہ شیطان ہی نہیں کراتا نفس بھی اس میں برابر کا شریک ہے۔

برناڈ شا اور ایک افسانہ نویس

مفکر و ادیب جارج برناڈ شا کے پاس ایک افسانہ نویس اپنا افسانہ لے کر گیا: ''میرا یہ افسانہ پڑھ کر آپ اپنی رائے دیں۔ میں یہ کسی رسالے میں چھپوانا چاہتا ہوں۔ میں نے ایسے کئی افسانے لکھ کر الماری میں رکھے ہوئے ہیں''...... برناڈ شا نے افسانہ پڑھا اور مسودہ افسانہ نویس کو لوٹاتے ہوئے کہا: ''اسے بھی دوسرے افسانوں کے ساتھ الماری میں رکھ دو۔''

(بحوالہ ماہنامہ ''ہما'' دہلی، نومبر ۱۹۹۸ء ص ۳۴۱)

جیکولین کنیڈی اور ایک سیلز مین

جیکولین کینیڈی جن دنوں امریکا کی خاتون اول تھیں کچھ خریداری کے لئے ایک روز جنرل اسٹور میں گئیں..... سیلز مین نے انہیں حیرت سے دیکھا اور بولا: ''خاتون آپ کی شکل صدر محترم کی بیوی سے کس قدر ملتی ہے۔''

جیکولین نے سادگی سے جواب دیا: ''آپ نے درست فرمایا صدر محترم بھی مجھے اپنی بیوی ہی سمجھتے ہیں۔''

(بحوالہ ماہنامہ ''جاسوسی ڈائجسٹ'' کراچی: دسمبر ۱۹۹۱ء ص ۵۵)

واقعۂ عبرت

ایک دفعہ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے لئے پھولوں کی سیج بنائی گئی۔ نوکرانی نے سوچا چلو سیج تو بن گئی دیکھیں کیسی بنی ہے؟ وہ لیٹی اور اسے نیند آ گئی۔ بادشاہ ابراہیم بن ادھمؒ نے دیکھا تو ناراض ہوئے اور اسے مارا۔ پہلے تو وہ روئی اور پھر ہنسی۔ پوچھا کیوں روئی تھی اور کیوں ہنسی تھی؟ کہا کہ روئی اس لئے تھی کہ مار پڑی تھی اور ہنسی یہ سوچ کر کہ میں تو تھوڑی دیر سوئی تو اتنی مار پڑی۔ جو ہر روز سوتا ہے اسے کتنی مار پڑے گی؟

بڑھاپے کے ثمرات

کہتے ہیں ایک بوڑھا آدمی حکیم کے پاس جا کر کہنے لگا کہ میری آنکھوں میں کمزوری ہے، حکیم نے کہا بڑھاپے سے ہے، کہا میرا دماغ خالی سا ہوگیا ہے حکیم نے کہا بڑھاپے سے، کہا میرے ہاتھ پاؤں میں درد رہتا ہے حکیم نے کہا یہ بھی بڑھاپے سے، بڈھے نے جھلا کر حکیم کے ایک دھول رسید کی نامعقول تو نے بڑھاپے کے سوا حکمت میں کچھ اور بھی پڑھا ہے!

حکیم نے ہنس کر کہا کہ میں آپ کے غصہ کا برا نہیں مانتا یہ غصہ بھی بڑھاپے ہی سے ہے۔

غالب کے شگوفے

ایک بزرگ نے مرزا غالب کو خط لکھا۔ تحریر بہت خراب تھی۔ مرزا سے نہ پڑھی گئی۔ اس کے جواب میں ان بزرگ کو لکھا:

''آپ کا خط ملا، اس کو چوما، آنکھوں سے لگایا، آنکھیں پھوٹیں جو ایک لفظ بھی پڑھا ہو، تعویذ بنا کر تکیے کے نیچے رکھ لیا ہے۔ آپ کا عقیدت مند ہوں۔ مرزا غالب۔

(فیصل الرحمٰن۔ ملتان)

کنجوس

یہ کنجوس لوگ کہاں قابو میں آتے ہیں، ایک دمڑی ہمیں دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے، ہمیں ایک کپ چائے پلا دیں تو ان کا دل جل جاتا ہے۔ ان کا تو وہ حال ہے کہ کوئی بخیل شہد سے روٹی کھا رہا تھا، ایک دوست آ گیا، روٹی تو فوراً چھپا دی اور شہد اس لئے چھوڑ دیا کہ خالی شہد کون کھائے گا۔ اس کے بعد دوست کو بلایا اور کہا شہد حاضر ہے، اس نے بے دریغ کھانا شروع کر دیا جب بخیل نے دیکھا کہ یہ سب ہی کھا جائے گا تو کہا واللہ یا اخی انہ یحرق القلب، یعنی واللہ! اے بھائی یہ شہد تو دل کو جلاتا ہے۔ دوست نے کہا: صدقت ولکن قلبک یعنی تم نے سچ کہا لیکن تیرے قلب کو جلاتا ہے۔

بالشت کا فرق

ہماری فارسی کی نصابی کتاب میں ہے کہ ایک غریب شخص اپنے امیر دوست کے پاس بے تکلفی سے قریب ہو کر بیٹھ گیا یہاں تک کہ دونوں میں صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہ گیا، مالدار نے بڑی حقارت سے کہا تجھ میں اور گدھے میں کیا فرق ہے؟ وہ بھی دلیر آدمی تھا اسے اپنے مالدار دوست کی طوطا چشمی پر بڑا غصہ آیا، اس نے کہا ''صرف ایک بالشت کا فرق ہے''۔

حکایت

ایک ڈوم نے سنا تھا کہ چاند دیکھ کر روزہ فرض ہو جاتا ہے اس نے کہا کہ ہم چاند ہی نہ دیکھیں گے جو روزہ فرض ہو جس روز چاند رات ہوئی گھر میں چھپ کر بیٹھ گیا کھانا پینا بول و براز سب گھر میں ہی کرتا۔ کئی روز بعد بیوی نے ملامت کی کہ کمبخت کیا آفت و نحوست ہے کہ گھر میں موتنے ہگنے بھی لگا ہے جا باہر نکل۔ ڈرتے ڈرتے آنکھیں بند کر کے منہ کو ہاتھ اور کپڑے سے ڈھانک کر باہر نکلا کہ کہیں چاند پر نظر نہ پڑ جائے اور جنگل میں جا کر رفع حاجت کی اور طہارت کے لئے ایک تالاب پر آیا اور ڈرتے ڈرتے اپنی نگاہ نیچے کر کے آنکھیں کھولیں تو پانی میں چاند کا عکس نظر آیا تو آپ فرماتے ہیں کہ ''بڑ جا آنکھوں ماں۔ کردے روجہ پھرج'' (یعنی آنکھوں میں گھس اور روزہ فرض کر دے)
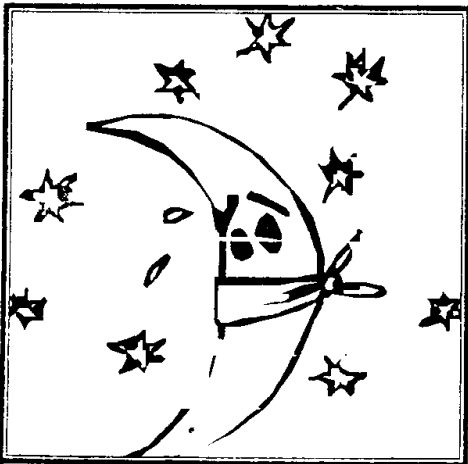
تو صاحبو! جیسے یہ ڈوم حماقت میں مبتلا تھا کہ روزہ کی فرقیت سے ڈرتا تھا حالانکہ روزہ اس پر فرض ہو چکا تھا۔ ایسے ہی بعض حضرات جو اصلاح کے نام سے ڈرتے ہیں اور اس لئے موت کو یاد نہیں کرتے حالانکہ اصلاح بھی فرض ہو چکی اور اس کے لئے موت کی یاد بھی فرض ہو چکی ہے کہ یہ اس کا اچھا علاج ہے۔

(وعظ ایضاً: ص ۵۷۔ ص ۱۶)

ایک نواب کا بیجا اسراف

ارشاد فرمایا کہ ایک نواب صاحب نے ملازم رکھا صرف اس کام کے لئے کہ وہ ان کو روزانہ سوتے وقت ایک پاؤ دودھ گرم کر کے پلایا کرے اس نے اس میں نہایت خیانت کی ایک چھٹانک دودھ خود پی لیتا اور بقیہ میں اتنا ہی پانی ملا کر مقدار پوری کر دیتا نواب صاحب نے محسوس کرلیا اس لئے صرف اسکی نگرانی کے لئے ایک اور ملازم رکھا یہ اس سے مل گیا اور کہا آج سے ایک چھٹانک تیرا بھی سہی نواب صاحب کو اب پہلے سے بھی پتلا دودھ ملنے لگا آخر احساس ہوگیا تیسرا ملازم رکھا صرف ان دونوں کی نگرانی کے لئے یہ دونوں اس سے مل گئے اور ایک چھٹانک اس کا بھی تجویز کرلیا اب نواب صاحب کو ایک چھٹانک دودھ اور تین چھٹانک پانی ملنے لگا انہوں نے ایک ملازم اور بڑھایا جوان تینوں کی نگرانی کیا کرے اس نے ان تینوں سے پوچھا کہو بھائی کیا بات ہے انھوں نے بتایا کہ یہ بات ہے اسنے کہا کہ اچھا میں انتظام کرتا ہوں دودھ کو تو گرم کرنے کے لئے چولہے پر رکھدیا اور خود نواب صاحب کے پاس بیٹھ کر کہانیاں سنانی شروع کر دی یہاں تک کہ نواب صاحب سو گئے تو دودھ ان کی مونچھوں پر لگا دیا۔ صبح کو جب نواب صاحب اٹھے تو اس کو ڈانٹ کر کہا تو نے ہمیں رات دودھ نہیں پلایا اس نے عرض کیا سرکار سو گئے تھے۔ جگا کر پلایا ہے۔ دیکھیں بالائی ابھی تک مونچھوں پر لگی ہوئی ہے۔ آئینہ دکھایا۔ نواب صاحب نے دیکھ کر دونوں مونچھوں کو تاؤ دیا اور کہا کہ دودھ تو بس رات پیا ہے ویسے تو روزانہ یہ لوگ پانی ہی پلاتے تھے۔

اکبر بادشاہ کے دربار کا ایک نوٹنکی

شہنشاہ اکبر کے زمانہ کا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ اس کے یہاں ہمیشہ ایسے ناٹک اور ڈرامے ہوتے رہتے تھے، ایک مرتبہ کسی نے کہدیا کہ آیئے صاحب! مجلس نبوت بنائیں، پوچھا کہ کس طرح بنائیں؟ کہنے لگا کہ ہم میں سے ایک کو نبی بنا کر باقی کسی کو ابوبکر، کسی کو عمر، کسی کو عثمان اور کسی کو علی بنالیں مجلس نبوت بن جائے گی! تو لوگوں نے اکبر سے کہا کہ صاحب! آپ تو نبی اور یہ جتنے آپ کے آس پاس بیٹھے ہوئے ہیں یہ سب ابوبکر وعمر اور عثمان وعلی ہیں، بے چارہ ملا دو پیازہ وہیں کہیں کونے میں بیٹھا ہوا تھا، کسی نے کہا، ارے یار! تم کہاں تھے؟ یہاں تو مجلس نبوت بھی بن گئی اور تم آئے نہیں؟ کہنے لگا، اچھا! مجلس نبوت بن گئی؟ انہوں نے کہا ہاں! بن گئی۔ ملا دو پیازہ نے کہا، پھر بتاؤ اس نبی کا ابوجہل کہاں ہے؟ انہوں نے کہا، ارے! ابوجہل کا یہاں کیا کام؟ کہنے لگے کہ کسی نبی کی نبوت اس وقت تک پوری نہیں ہوتی جب تک کہ اس کا کوئی ابوجہل نہ ہو، یہ ابوبکر وعمر وعثمان وعلی تو بن گئے لیکن ابوجہل کہاں ہے؟ انہوں نے کہا، اس سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ کہنے لگے: میرا کوئی مطلب نہیں، مجھے کوئی عہدہ نہیں چاہئے بس میں اسی نبی کا ابوجہل ہوں اور کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ میں اس نبی کا ابوجہل ہوں، یہ نبی جھوٹا اور لعنۃ اللہ علی الکذبین اس نبی پر اللہ کی لعنت ہو اور اس کے ساتھیوں پر بھی اللہ کی لعنت ہو۔

انوکھا حیلہ

شعبی سے مروی ہے کہ عمرو بن معدیکرب ایک دن ایک قبیلہ میں پہنچے جس سے ان کی عداوت تھی تو انہوں نے دیکھا کہ ایک گھوڑا بندھا ہوا ہے اور نیزہ زمین میں گڑا ہوا ہے اور اس کا مالک ایک گڑھے میں قضاء حاجت میں مشغول ہے انہوں نے اس کو للکارا کہ، اپنے ہتھیار سنبھال میں تجھے قتل کرونگا۔ اس نے پوچھا کہ تو کون ہے انہوں نے جواب دیا کہ میں عمرو بن معدیکرب ہوں اس نے کہا اے ابوثور! تو میرے ساتھ انصاف نہیں کرر ہا ہے (یہ کہاں کی بہادری ہے) کہ تو گھوڑے کی پشت پر سوار ہے اور میں کنویں کے اندر۔ مردانگی یہ ہے کہ تو مجھ سے یہ عہد کرے کہ مجھے تو اس وقت تک قتل نہیں کرے گا جب تک میں اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر سوار نہ ہو جاؤں اور اپنے ہتھیار نہ سنبھال لوں۔ عمرو بن معدیکرب کہتے ہیں کہ میں نے اس کو یہ قول دیدیا کہ میں اس کو اس وقت تک قتل نہیں کروں گا جب تک گھوڑے پر سوار نہ ہو جائے اور اپنے ہتھیار نہ سنبھال لے تو وہ اس جگہ سے نکلا جس میں قضاء حاجت کے لئے بیٹھا تھا اور اپنی تلوار کو نیام میں کر کے بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ کیا بات ہے اس نے کہا کہ نہ میں گھوڑے پر سوار ہونگا اور نہ تجھ سے قتال کرونگا۔ اگر تو عہد توڑنا چاہتا ہے تو تو جان (اور تمام عمر عہد شکنی کے داغ کو منہ پر لگائے پھرنا) اس کے بعد مجھے اس شخص کو چھوڑنا اور واپس آنا پڑا۔ میں نے اس سے بڑا حیلہ باز نہیں دیکھا۔

امام ابو حنیفہؒ کی ذھانت

ایک عورت غالباً حضرت امام ابوحنیفہؒ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ حضرت! جب میں اپنے شوہر سے کہتی ہوں کہ آٹا ختم ہو گیا، دال ختم ہوگئی تو وہ ناراض ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی اتنا ناراض ہو جاتا ہے کہ مجھے خطرہ ہونے لگتا ہے کہ یہ طلاق دے بیٹھے گا۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب چیزیں انتہائی سستی تھیں، خود میں نے اپنے زمانہ میں دیکھا ہے کہ ایک روپے کے بیس بچیس سیر گیہوں آتے تھے اور ایک روپے کا دو سیر خالص گھی آتا تھا۔ تو جب اس زمانہ میں عورتوں کی فرمائش پر مردوں کو غصہ آتا تھا تو آجکل پتہ نہیں کیا ہوتا ہوگا۔ اس لئے کہ آجکل کی گرانی تو ایسی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی قہر آرہا ہے۔

بہر حال! اس عورت نے حضرت امام ابوحنیفہ سے کہا کہ حضرت! میری مشکل حل کیجئے! امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا، تم ایسا کرو کہ جب کبھی تمہارا آٹا ختم ہو جایا کرے تو تم اپنے شوہر سے نہ کہنا! بلکہ تم یہ کرنا کہ خالی بوری لے جا کر صحن میں ڈال دینا۔ چنانچہ اس عورت نے یہی کیا، جب آٹا ختم ہو گیا تو بوری لے جا کر صحن میں ڈال دی۔ شوہر نے جب دیکھا کہ آٹے کی خالی بوری صحن پڑی ہوئی ہے تو وہ ہنسنے لگا اور کہنے لگا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تو امام ابوحنیفہ کے پاس گئی ہے اور انہوں نے ہی یہ تدبیر بتائی ہے۔

دشمن سے دوستی

• کسی برہمن کے گھر میں ایک سانپ بھی رہتا تھا۔ایک دن اس نے برہمن کے نوجوان بیٹے کوڈس لیا۔ برہمن نے سانپ کا پیچھا کیا، سانپ ہاتھ نہ آیا، برہمن کا نوجوان بیٹا مر گیا۔ برہمن بہت رویا، دھویا اور اس کا بڑا سوگ منایا، کریا کرم کیا اور تقدیر پر شاکر ہوکر بیٹھ رہا، اس بات کو پندرہ سال گزر گئے۔ایک دن اچانک برہمن کی نظر پھر اسی سانپ پر پڑی، سانپ نے بھی برہمن کو دیکھ لیا اور جان، بچانے کی خاطر بھاگا۔اس بار برہمن نے اس کا پیچھا نہیں کیا بلکہ دور ہی سے آواز دی ''او بھائی ناگ دیو! مجھے بھی اسی گھر میں رہنا ہے اور تم بھی اسی گھر کے کسی بل میں رہتے ہو، بیٹا مر چکا اور اب تو اس راکھ کا بھی پتا نہیں۔ تمہیں مار دینے سے دوبارہ زندہ ہونے سے رہا، کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ ہم دونوں دوستوں کی طرح مل جل کر رہیں......!'' سانپ نے پلٹ کر برہمن کو دیکھا اور دور ہی سے عرض کیا ''نہیں بھائی! ہم دونوں ایک ساتھ دوستوں کی طرح نہیں رہ سکتے۔ جب تک تیرے دل میں جوان بیٹے کی موت کا داغ اور میرے دل میں احساس جرم باقی ہے دونوں کے ایک ساتھ رہنے اور دوستی کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

چمار کی کھیر

ارشاد فرمایا کہ ایک چمار کہیں گیا تھا وہاں اس کو کسی نے کھیر کھلائی اس نے پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے کیسے پکتی ہے اس کا نام کیا ہے۔تو اس کو کہا کہ یہ کھیر ہے اس طرح سے پکاتے ہیں تو کہا اچھی بات ہے۔اپنے گھر آ کر کہا کہ کھیر پکاؤ ان کو مشقت معلوم ہوئی کبھی پکائی ہی نہیں تھی تو اس نے ایک ترکیب کی کہ چاول کچے کھا لئے اور اوپر سے دودھ پی لیا پھر کرتا اٹھا کر لنگی کھول کر چولہے کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو گیا اور کہا کہ اس آگ کی گرمی سے کھیر پک جائے گی پیٹ میں کچے چاول تھے۔اس لئے پیٹ میں درد شروع ہو گیا بڑی دقت پیش آئی۔ گیا حکیم صاحب کے پاس حکیم صاحب نے پیٹ کو دیکھ کر کہا کہ کیا کھایا تھا کیا پتھر کھا لیا تھا۔(حکیم صاحب نے پیٹ دبا دبا کر کہا) اس نے کہا کھیر کھائی تھی حکیم صاحب نے کہا کہ کھیر تو نرم غذا ہوتی ہے یہ کیا بات ہے پیٹ سخت ہو رہا ہے اس نے کہا کہ کھیر ہے تو نرم غذا باقی پکائی تھی کسی اور ترکیب سے۔

کنویں میں خطبہ

متوکل نے ایک دن اپنے مصاحبین سے کہا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ مسلمان عثمانؓ سے کیوں ناراض ہو گئے تھے انہوں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا چند چیزیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب ابوبکر خلیفہ ہوئے تو ابوبکر منبر شریف پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہوئے پھر عمر جب خلیفہ ہوئے تو ابوبکر کے مقام سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہوئے لیکن عثمان جب خلیفہ ہوئے تو منبر کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ عباد نے کہا اے امیر المومنین! آپ پر عثمانؓ کے احسان سے بڑا بھی وہی کرتے کہ عمر سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہوتے اور ہر بعد میں ہونے والا خلیفہ پہلے سے ایک سیڑھی نیچے اترتا رہتا تو پھر آپ کو جلولا کے کنوئیں میں اتر کر ہم کو خطبہ دینا پڑتا۔ اس نے متوکل اور سب حاضرین ہنسنے لگے۔ (جلولا ایک مقام کا نام ہے جہاں ایک گہرا کنواں مشہور تھا)

آپ نیچے آجائیے

ارشاد فرمایا کہ ایک رضا خانی صاحب نے وعظ کہنے کیلئے خطبہ پڑھا۔ ادھر سے کھڑے ہو کر ایک آدمی نے کہہ دیا کہ آپ نیچے آ جائیے ہم آپ کی تقریر سننا نہیں چاہتے تو کہا کہ محترم کیا بات ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ نے مجھے محترم کہا ہے میں دیوبندی ہوں جو شخص دیوبندی کو محترم کہتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے لہٰذا آپ اپنے اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کی رو سے کافر ہو گئے۔ آپ نیچے آ جائیے۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ مولانا کیا بات ہے تو انہوں نے کہا کہ آپ نے مجھے مولانا کہا میں دیوبندی ہوں اور دیوبندی کو مولانا کہنا حرام ہے۔ آپ ڈبل کافر ہو گئے۔ آپ نیچے آ جائیے۔ جو شخص بدعت کا کام کرے اسکو بدعتی کہتے ہیں اور جو حرام کام کرے اسکو کیا کہتے ہیں وہ آپ جانیں۔

اندھے کی بیوی کے نخرے

ایک عورت کی عمر بہت زیادہ ہو چکی تھی۔ انتہائی بدصورت اور بے ہنگم شکل کی وجہ سے اس کا رشتہ کہیں نہیں ہو رہا تھا۔ خدوخال کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ اس کی الٹی آنکھ اور چہرے پر بڑا سا گوشت ابھرا ہوا تھا۔ لہٰذا اس بے چاری کو پہلی ہی نظر میں لوگ دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔

رشتہ داروں نے کافی بھاگ دوڑ کر کے کہیں سے ایک اندھے شخص کو تلاش کیا تاکہ اس کی بدصورتی پر پردہ پڑا رہ جائے۔ اس عورت کے رشتہ داروں نے اندھے شخص سے کہا:

''ایک بہت خوب صورت اور مال دار لڑکی ہے۔ اگر تم چاہو تو ہم تمھارا رشتہ اس کے پاس بھیجیں!''

اور اس طرح بالآخر یہ شادی ہوگئی۔

شادی کے بعد یہ عورت اپنے اندھے شوہر کے آگے ناز نخرے کرنے لگی اور احسان جتاتے ہوئے اس سے بولی:

''میرے بہت سے رشتے آئے لیکن میں نے کہیں شادی نہیں کی۔ معلوم نہیں تو نے مجھ پر کون سا ایسا جادو کر دیا یا دعا کی کہ جس کی وجہ سے تیرا رشتہ آتے ہیں میری زبان بند ہوگئی اور میں تجھے نہیں ٹھکرا سکی۔

اندھا کچھ دیر تک اپنی بیوی کے نخرے برداشت کرتا رہا اور پھر اس کی قوتِ برداشت نے جواب دے دیا۔

پھر اس نے اپنی بیوی سے کہا:

''اے عورت! تو کب تک مجھ پر احسان جتلاتی رہے گی اگر تو اتنی ہی خوبصورت ہوتی تو بھلا آنکھیں رکھنے والے تجھے میرے لئے کیوں چھوڑتے؟''

ایک عورت کے دو خاوند کی مزاحیہ حکایت

ایک صاحب نے اپنی لڑکی کا دو جگہ نکاح کیا اور ہر ایک سے یہ ٹھہرایا کہ چھ ماہ ہمارے گھر رہا کرے گی اور چھ ماہ آپ کے گھر رہا کرے گی۔ ایک عرصے کے بعد عقد اس طرح حل ہوا کہ ایک شوہر نے ایک دولائی بہت نفیس اس بے حیا عورت کو بنا دی تھی وہ چادر اس کے شوہر ثانی کو پسند آ گئی اس نے مانگ لی اور اس کو اوڑھ کر مجلس میں گئے اتفاقاً دونوں شخص وہاں جمع ہو گئے۔ شوہر اول نے چادر پہچانی مگر دل میں خیال کرتے تھے کہ ممکن ہے کہ اس نے بازار سے ایسا ہی کپڑا خریدا ہو بالآخر دل نہ مانا ایک تدبیر سے ان سے معلوم کیا کہ حضرت آپ نے کہاں سے یہ چھینٹ خریدی ہے مجھے بہت پسند ہے اگر آپ پتہ دیں تو میں بھی منگالوں۔ صاحب ثانی نے کہا کہ مجھے سسرال سے ملی ہے۔ اس پر انہوں نے کہا مجھے ان کا پتہ دیجئے گا جب پتہ معلوم ہوا تو اور بھی حیران ہوئے کہ یہ تو میرے سسرال کا ہی پتہ ہے پھر سوچا کہ ممکن ہے ان کی دوسری دختر منسوب ہو بالآخر ان سے کہا کہ تکلیف کر کے مکان دکھا دیجئے گا۔ جب وہاں پہنچے تو وہی سسرال ہے خسر صاحب کو آواز دی جب وہ باہر تشریف لائے تو ان کا رنگ دونوں کو دیکھ کر متغیر ہو گیا۔ پھر تو اول شخص نے ان کے پٹھے پکڑ کر مرمت شروع کر دی۔ دوسرے صاحب سخت حیران تھے۔ اس پر شخص اول نے کہا آپ گھبرائیں نہیں آپ بھی ایسا ہی کریں گے اور فارغ ہو کر قصہ کہا تو صاحب ثانی نے بھی مرمت کی۔

فائدہ: دو شیخ سے تعلیم لینے والے کا یہی حال ہوتا ہے لوگ بہت سارے مصلحین سے تعلق کر لیتے ہیں پھر نہ ادھر کے رہتے ہیں نہ ادھر کے رہتے ہیں ان کے یہاں کی تعلیم ان سے چھپاتے ہیں اور ان کے یہاں کی تعلیم ان سے چھپاتے ہیں اسی چکر میں ساری عمر گزر جاتی ہے۔ (مزید المجید: ص ٤٤)

ایک ملاح کی مزاحیہ حکایت

ایک ملاح سے کسی نے پوچھا کہ تمہارا باپ کہاں مرا؟ کہا: دریا میں۔ اور ماں کہاں مری؟ کہا: دریا میں۔ پھر کہا کہ تمہارے دادا کہاں مرے کہا دریا میں، کہا تم بڑے بے وقوف ہو کہ پھر بھی دریا نہیں چھوڑتے ملاح نے پوچھا کہ حضرت آپ کے والد صاحب کہاں مرے کہا گھر میں، کہا دادا کہاں مرے وہ بھی گھر میں مرے اس نے کہا کہ آپ بھی بڑے بے وقوف ہیں کہ پھر اسی گھر میں رہتے ہیں۔

پنچائت کا فیصلہ

میوات میں ایک شخص نے ایک عورت کو کنویں میں دھکا دیدیا وہ تھی حاملہ۔ اس کا حمل ساقط ہو گیا۔ اس پر پنچائت ہوئی وہاں کے لوگ سید ھے سادے ہوتے ہیں پنچائت نے بہت غور و خوض کے بعد فیصلہ کیا کہ تو نے اس عورت پر ظلم کیا تو ظالم ہے۔ اب تیری سزا یہ ہے کہ اس عورت کو اپنے یہاں لے جا اور جیسی تھی ویسی ہی بنا کر واپس لا۔ (حد ہے اس جہالت کی)

جہانگیر کی شطرنج اور کنیزیں

شہزادہ سلیم بعد میں نورالدین محمد جہانگیر کے نام سے تخت پر بیٹھا۔ اسے شطرنج کا شوق تھا۔ ایک دفعہ اس نے ایک راجپوت راجہ سے شرط لگائی کہ اگر وہ بازی ہار گیا تو اپنی پسند کنیز (جہاں بیگم، حیات بیگم اور دل آرام بیگم) میں سے ایک کو راجپوت راجہ کو دے دیگا۔ جوں جوں بازی چلتی رہی سلیم کو احساس ہوگیا کہ وہ بڑی مشکل میں پڑ گیا ہے۔ پردے کے پیچھے بیٹھی ہوئی ان تینوں کنیزوں سے مشورہ کرنا خلاف قانون تھا۔ مگر راپنے آپ راجپوت راجہ سے بات کرتے ہوئے اس نے کنیزوں تک صورت حال پہنچادی اور اس امید میں تھا کہ شاید کوئی کنیز کسی اشارے سے اس کی مشکل کا حل بتادے۔

جہاں بیگم کو حل تو کوئی نہیں سوجھا مگر اس نے ڈر سے کہ سلیم بازی ہارنے پر اس کو ہی راجپوت راجہ کے حوالے نہ کردے۔ یہ شعر پڑھا:

''تو بادشاہ جہانی، ''جہاں'' زدست مدہ
کہ بادشاہ جہاں رابکار آید''

(تو جہاں کا بادشاہ ہے، اپنے ہاتھ سے جہاں کو مت کھو۔ کیونکہ! جہاں کے بادشاہ کو جہاں ہی کام آتا ہے)

پھر شہزادہ سلیم حیات بیگم کی طرف سے کسی اشارہ کی امید کرنے لگا۔ مگر اس نے بھی شعر پڑھا:

''جہاں خوش است ولیکن ''حیات'' می باید
اگر ''حیات'' نہ باشد، جہاں چہ کار آید''

(جہاں تو ٹھیک ہے لیکن اس سے لطف اندوز ہونے کے لئے حیات چاہئے اگر حیات نہ ہوگی تو جہاں کس کام کا؟)

سلیم کو اپنی ان دونوں کنیزوں سے اپنے مسئلہ کا حل نہیں ملا وہ آخر میں دلآرا سے کسی حل کی امید کرنے لگا۔ دل آرا نے اس کے مسئلے کا حل ڈھونڈ ھ نکالا۔

گھوڑے سے اتار کر گدھے پر سوار کرنا پسند نہیں

۱۹۴۰ء کا واقعہ ہے۔ حضرت مولانا حسب معمول لکھنؤ میں جناب ڈاکٹر عبدالعلی صاحب کے مکان پر قیام فرماتے۔ آپ کی تشریف آوری کی اطلاع پا کر احقر اور میرے دو رفیق وہم سبق حکیم مولوی خلیق احمد صاحب مالک مشتاق دواخانہ مراد آباد اور حکیم مولوی فضل الرحمٰن صاحب بچھرایونی بغرض ملاقات خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ امتحان کا زمانہ تھا۔ زیادہ محنت کرنے کی وجہ سے میرا دماغ غیر معمولی تکان محسوس کر رہا تھا۔ مصافحہ وسلام کے بعد ہم لوگ مجلس میں بیٹھ گئے۔ کچھ دیر کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت! میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیر دیجئے چنانچہ مشفقانہ انداز سے میرے سر پر اپنا دست مبارک رکھ دیا جس سے مجھ کو جو اطمینان وسرور حاصل ہوا۔ اس کا اندازہ حضرت کے دیوانے ہی لگا سکتے ہیں۔ بعد ازاں حضرت نے ہم لوگوں سے دریافت فرمایا کہ آپ لوگ لکھنؤ کس سلسلے میں آئے ہوئے ہیں۔ میرے ساتھی حکیم مولوی خلیق احمد صاحب مراد آبادی نے بعجلت عرض کیا کہ حضرت ہم تینوں تکمیل الطب کالج میں پڑھنے آئے ہیں۔ یہ سن کر حضرت نے قدرے سکوت فرمانے کے بعد کہا کہ درس نظامی سے فراغت کے بعد میرے خسر صاحب نے والد صاحب پر زور دیا کہ وہ مجھے طب کی تعلیم دلائیں لیکن والد صاحب نے انہیں تحریر فرمایا کہ میں اپنے لڑکے کو گھوڑے کی سواری سے اتار کر گدھے پر بٹھانا پسند نہیں کرتا۔ یہ نصیحت آمیز جملہ سن کر ہم سب شرمندگی کے ساتھ مسکرائے لیکن فوراً ہی مجلس میں کوئی دوسری بات شروع ہوگئی۔

القاعدہ

ایک امریکی: (عراقی بچے سے) کیا تم القاعدہ میں ہو۔
بچہ: نہیں! میں نے قاعدہ ختم کرلیا ہے، اب ناظرہ پڑھتا ہوں۔ (سعید الرحمٰن

حضرت امام حسنؓ کی تحقیق مزاح

حضرت امام حسنؓ نے جبکہ آپ کی عمر مبارک ابھی بارہ برس کی تھی۔ ایک دن اپنے والد محترم حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ ابا جان! آپ کے دل میں کس کی محبت ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری۔ حضرت حسنؓ نے پھر پوچھا بھائی حسینؓ کی بھی؟ آپ نے فرمایا ان کی بھی۔ پھر پوچھا کہ نانا جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی؟ حضرت علیؓ نے کہا ہاں ان کی بھی۔ پھر حسنؓ بولے! امی جان (حضرت فاطمہؓ) کی؟ آپ نے فرمایا ہاں ان کی بھی۔ پھر پوچھا۔ اللہ تعالیٰ کی؟ حضرت علیؓ نے کہا: ہاں اللہ تعالیٰ کی بھی۔ تب حضرت امام حسنؓ کہنے لگے۔ ابا جان: آپ کا دل ہے یا مسافر خانہ؟ دل میں تو صرف ایک کی محبت ہو سکتی ہے۔ نہ کہ ہزاروں کی۔ حضرت علیؓ نے یہ سن کر ان کو چھاتی سے لگا لیا اور فرمایا بیٹا تم سچ کہتے ہو۔ محبت تو ایک ہی کی رہے گی۔ باقی ساری محبتیں اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع ہوں۔ تو یہ ساری محبتیں اسی ایک ذات ہی کی محبت شمار ہوں گی۔

ان مردوں میں روح کیسے پھونکتا

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب نے جامعہ عربیہ ہتورا کے ایک جلسہ میں تقریر کی کہ زور سے قرآن پڑھنا حق اللہ ہے۔ پس اگر زور سے پڑھنے سے کسی کی نیند میں خلل آئے تو زور سے نہ پڑھے کیونکہ اس میں حق العبد ضائع ہوتا ہے۔ ان کے بعد میرا نمبر تھا تقریر کا۔ اکثر لوگ سوئے ہوئے تھے۔ میں نے کہا کہ میں تقریر آہستہ کروں گا ورنہ سونے والوں کی نیند میں خلل ہوگا جیسا کہ ابھی مولانا نے فرمایا ہے۔ کچھ لوگ جاگ رہے تھے یہ سن کر وہ زور سے ہنسے تو سارے مجمع کی آنکھ کھل گئی کہ کیا ہوا۔ میں نے کہا آخر ان مردوں میں روح کیسے پھونکتا۔ اب سب اٹھ گئے۔

جودھابائی کی نور جہاں پر چوٹ

ایک بار نور جہاں نے رانی جودھابائی پر طنز کر کے نہایت حقارت آمیز لہجہ میں جہانگیر سے کہا کہ ''حضور! یہ گنوار عورت ہمیشہ رنگین اور شوخ کپڑے پہنے رہتی ہے۔ ہم نے سفید پوشاک جو شریفوں کا پہناوا ہے کبھی رانی کے جسم پر نہیں دیکھی'' ...... جودھابائی نے فوراً جواب دیا: ''بہن! سہاگن تو رنگین ہی کپڑے پہنتی ہیں۔ بیشک بیوائیں سفید پوشی اختیار کر سکتی ہیں۔''

نور جہاں اس بھرپور چوٹ پر جز بز ہوگئی۔ کیونکہ وہ بہرحال شیر افگن کی بیوہ بھی تھی۔

(بحوالہ ''مخدرات'' مولفہ سید ظہور الحسن: ۲/۱۲،۱۳)

ملا نصیر الدین

ملا نصیر الدین کوئی فرضی کردار نہیں، یہ ترکی کا جیتا جاگتا کردار تھا۔ اس کی حاضر جوابی اور پرانے طنز و مزاح کی باتوں میں بڑی عقلمندی اور دانائی موجود ہے، ایک بار ملا کو کسی کام سے عدالت میں جانا پڑا، منصف کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ رشوت کے بغیر کسی کا کام نہیں کرتا۔ ملا رشوت سے بچنا چاہتے تھے، نہایت چالاکی سے یہ پتا چلایا کہ منصف کو کھانے پینے کی کونسی چیز پسند ہے، معلوم ہوا کہ شہد۔

ملا نے کوشش کر کے کہیں سے تھوڑا سا شہد فراہم کیا اور ایک خالی پیپے کو مٹی سے بھر کر اس کی اوپر کی سطح کو چار انگل خالی رہنے دیا اور اس سطح پر شہد کی تہہ جمادی گویا اب بظاہر پورا پیپا شہد سے بھرا ہوا تھا، ملا اس پیپے کو لے کر منصف کے پاس پہنچ گئے اور نہایت ادب سے نذرانہ رشوت پیش کر دیا، منصف نے اس نذرانے کو شکریے کے ساتھ قبول کر کے گھر بھیج دیا اور ملا کا کام کر کے کاغذات ان کے حوالے کر دیئے، ملا اپنے گھر چلے گئے۔

جب منصف گھر پہنچا اور نہایت اشتیاق کے ساتھ شہد نکالنے لگا تو ملا کا فریب کھل گیا منصف دل ہی دل میں کھول اٹھا لیکن جوش سے کام نہیں لیا اور اپنے نوکر کو حکم دیا ''اسی وقت ملا کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ منصف نے تمہیں جو سند کے کاغذات دیئے ہیں ان میں ایک اشتباہ رہ گیا ہے، انہیں دیدو تا کہ اشتباہ دور کیا جاسکے۔''

جب ملازم نے ملا کو یہ عرض کیا تو وہ ہنس کر بولا۔ ''میاں! اپنے صاحب سے ہمارا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ اشتباہ سند میں نہیں۔ شہد میں تھی۔''

سیاح عورت کی ہوشیاری

ایک سیاح عورت لکھنؤ میں ایک بڑے بزاز کی دکان پر آئی اور کپڑا دیکھنے کے لئے نکلوایا اور اس کپڑے کو اپنی گاڑی پر رکھوالیا اور بزاز سے کہا کہ تم بھی گاڑی پر بیٹھ کر ہمارے ساتھ چلو ہم یہ کپڑا اپنے صاحب کو دکھلائیں گے وہ تم کو دام دے دیں گے وہ بے چارہ گاڑی پر بیٹھ کر ساتھ چل دیا وہ عورت پہلے شفاخانہ میں سول سرجن سے کہہ آئی تھی کہ ہمارے ایک ملازم کو جنون ہو گیا ہے اور وہ حالت جنون میں یہ کہا کرتا ہے کہ دام لاؤ۔ دام لاؤ۔ میں اس کو لاتی ہوں آپ اس کا علاج کریں چنانچہ وہ عورت اس بزاز کو لے کر اب شفاخانہ پہنچی اور سول سرجن سے کچھ انگریزی میں بات چیت کر کے اپنی گاڑی میں بیٹھی اور چل دی۔ بزاز بے چارہ یہ سمجھا کہ اس نے ڈاکٹر سے داموں کی بابت کہہ دیا ہوگا۔

وہ تھوڑی دیر تو چپ بیٹھا رہا کہ اب دے دیں گے۔ جب زیادہ دیر ہوئی تو خود بے چارے نے کہا کہ "دام لاؤ" سول سرجن نے کہا کہ اچھا اچھا ٹھہرو اس کو دورہ جنون شروع ہو گیا چنانچہ اس نے اس بے چارے بزاز کو زبردستی پاگل خانہ بھجوا دیا۔ گھر پر عزیز واقارب نے یہ خیال کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت اس کو اپنے ساتھ لے کر کہیں چل دی اسی وجہ سے واپس نہیں ہوا کچھ عرصہ بعد اتفاقاً کسی ضرورت سے اس بزاز کے محلّہ کا یا کوئی اور جاننے والا پاگل خانہ گیا تو اس بزاز نے اس کو اپنا سارا قصہ سنایا اور یہ کہا کہ میرے عزیز واقارب سے کہہ دینا کہ جلد مجھے آ کر اس مصیبت سے چھڑا دیں۔ تب اس شخص نے جا کر بزاز کے گھر کہا اور اس کے عزیز واقارب سول سرجن کے پاس گئے اور کہا کہ صاحب وہ شخص پاگل نہیں ہے بلکہ اس عورت نے چالاکی سے کپڑا اڑایا۔ تب اس بے چارے بزاز کی پاگل خانہ سے رہائی ہوئی۔

اپنے دوست کو بیرنگ خط بھیجنا بے مروتی ہے

ایک شاعر کے پاس کسی نے بیرنگ خط بھیجا اور ایک آنہ محصول دلوایا۔ انہوں نے ایک پارسل محصول بھیجنے کو تیار کیا اس میں ایک بڑا پتھر رکھا اور اس کو بیرنگ روانہ کیا اور لکھا کہ آپ کے خط سے اس قدر بوجھ ہلکا ہوا جیسے کہ یہ پتھر۔ چنانچہ ملاحظہ کے لئے مرسل ہے۔

فائدہ: مومن کو زبان کے علاوہ قلم سے بھی کسی کو دکھ نہ دینا چاہئے۔

کارِ سگاں

ایک انگریز مزاحیہ ادیب نے ایک تقریر کے دوران کہا: ''میرے بچپن کا زمانہ مفلسی کا زمانہ تھا، ہم لوگ اس قدر غریب تھے کہ اپنے گھر کی حفاظت کیلئے ایک کتا بھی نہیں رکھ سکتے تھے، چنانچہ رات کے وقت جب کوئی آہٹ سنائی دیتی تو ہمیں خود ہی بھونکنا پڑتا تھا۔''

(شبر علی چنگیزی۔لاہور)

فتویٰ نہیں ھدیہ

ایک شخص خلیفہ ہارون رشید سے ملا اور کہا میں حج کرنا چاہتا ہوں، ہارون نے کہا، راستہ سامنے ہے، چلے جاؤ۔ اس نے کہا میں غریب ہوں، اس نے کہا یہ تو کوئی عجیب بات نہیں۔ اس نے کہا میرے پاس پیسے نہیں، ہارون نے کہا تم پر حج فرض ہی نہیں۔ اس نے برجستہ کہا میں فتویٰ نہیں، ہدیہ لینے آیا ہوں۔ (ساجد ظفر۔ملتان)

قبلہ اور جامع مسجد

اکبر الہ آبادی کو کسی صاحب نے خط لکھا اور خط کے آغاز میں ان کو ''قبلہ'' لکھ کر مخاطب کیا۔ اکبر نے جواب میں لکھا۔ آپ نے مجھے ''قبلہ'' لکھا ہے جو مسلمانوں کیلئے سب سے زیادہ قابل احترام جگہ ہے، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آپ کو کیا لکھوں یہی لکھ سکتا ہوں وعلیکم السلام یا جامع مسجد'' (گلدستہ ظرافت)

نئے سال کا نیا لطیفہ

کسی بزرگ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں غیر مسلم انگریز کے بارے میں فرمایا "اولئک کالانعام بل ھم اضل" یعنی یہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں اس لئے ان کا نیا سال بھی جانوری (جنوری) سے شروع ہوتا ہے اور مسلمان اللہ تعالیٰ کے نزدیک محترم ہیں اس لئے ان کا نیا سال بھی محترم (محرم) سے شروع ہوتا ہے۔

ناشکرا پن

مشہور ہے کہ جب عورت ناراض ہو جاتی ہے یا اسے ذرا سی تکلیف پیش آتی ہے تو کپڑوں کی طرف اشارہ کر کے کہتی ہے اس گھر میں کیا ہے سوائے چند چیتھڑوں کے، برتنوں کی طرف اشارہ کر کے کہتی ہے یہاں کیا ہے سوائے چند ٹھیکروں کے جوتیوں اور چپلوں کی طرف ہاتھ ہلا کر کہتی ہے یہاں کیا ہے سوائے چند لیتڑوں کے۔

پہلے شوہر کی قبر

ایک شخص نے دیکھا کہ ملا نصیر الدین ایک قبر کے پاس بیٹھے زار و قطار رو رہے ہیں...... پوچھا: ''کیا یہ آپ کے بیٹے کی قبر ہے؟...... کہا: ''نہیں''...... والد یا والدہ کی ہے؟'' کہا: ''نہیں'' تو پھر کس کی ہے؟''...... ملا نے روتے ہوئے کہا: ''یہ میری بیوی کے پہلے شوہر کی قبر ہے۔ بدبخت خود تو مرگیا اور اپنی بلا میرے گلے ڈال گیا۔''

(بحوالہ ماہنامہ ''چہار رنگ'' دہلی، اکتوبر ۱۹۹۳ء، ص ۲۲۴)

درد والا باقی رہ گیا

ارشاد فرمایا کہ حافظ محمد یعقوب صاحبؒ حضرت گنگوہیؒ کے نواسے سہارنپور تشریف لائے۔ حاجی مقبول احمد صاحب جو حضرت سہارنپوری کے سالے تھے، کے دانت میں درد تھا انہوں نے ان صاحب سے دانت نکالنے کیلئے کہا اور کہا کہ میں کتنا ہی روؤں، چلاؤں، منع کروں مگر تم نہ سننا دانت نکال ہی دینا، چنانچہ انہوں نے دانت نکالنا شروع کیا، یہ بہت روئے چلائے اور کہا کہ یہ دانت نہیں دوسرا ہے، مگر حافظ صاحب نے ایک نہ سنی ان کا دانت نکال ہی دیا مگر غلط فہمی سے صحیح سالم دانت نکل گیا درد والا باقی رہ گیا اور درد بھی جوں کا توں دوبارہ پھر درد والا نکالا۔

ترتیب سے نکلنا چاہئے

ایک دفعہ مہا سبھائی لیڈر ڈاکٹر مونجے نے بمبئی میں تقریر کرتے ہوئے کہا ''نکال دوان مسلوں (مسلمانوں) کو ہندوستان سے'' حضرت امیر شریعتؒ نے لکھنؤ میں اس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''ہندوستان کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لو۔ آپ بھی ہماری طرح اس ملک میں نو وارد ہیں یہ اور بات ہے کہ آپ اس ملک میں پہلے آ کر آباد ہو گئے اور ہم بعد میں آئے۔ اگر نکلنا ہی ہے تو پھر اس ترتیب سے نکلو جس ترتیب سے آئے ہو۔ پہلے تم نکلو بعد میں ہم رخت سفر باندھیں گے۔ ہنس کر فرمایا:

جب لالہ بوریا بستر باندھ کر ساحل سمندر پر پہنچ جائیں گے تو انہیں دیں گے سمندر میں دھکا اور خود واپس لوٹ آئیں گے۔

(یادگاری بخاری: ص ٦٦)

خلیفہ ہارون رشید اور نبوت کا ایک دعویدار

ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس کو لوگ خلیفہ ہارون رشید کے پاس لے گئے..... ہارون رشید نے اندازے سے معلوم کرلیا کہ اس نے بھوک اور بے چینی کی حالت میں ایسا کیا ہے۔ خلیفہ نے ملازم سے کہا: ''اسے باورچی خانہ میں لے جاؤ اور اس کا دل جو غذا پسند کرے اسے دو''..... چند روز کے بعد خلیفہ نے اس کو بلایا اور پوچھا کہ ابھی کوئی وحی نازل ہوئی؟''.....اس شخص نے کہا ''یہی وحی نازل ہوئی کہ جہاں تک ممکن ہو سکے خلیفہ کے باورچی خانہ سے باہر نہ جاؤ'' اس بات پر خلیفہ بہت ہنسا اور اس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ (بحوالہ انتخابات از ''لطاف فارسی'')

خلیفہ ہارون رشید اور خوف خدا

عباسی خلیفہ ہارون رشید کے سامنے ایک باغی کو ہتھکڑیوں میں پیش کیا گیا۔ یہ ایک خطرناک شخص تھا۔ ہارون فیصلہ کر چکا تھا کہ اسے قتل کرا دے گا...... قتل کا حکم صادر کرنے سے پہلے ہارون نے غضبناک آواز میں باغی سے پوچھا: ''تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟'' ...... ''وہی سلوک جو خدا آپ کے ساتھ کرے گا۔

ایک چپ سو سکھ

امام ابو یوسفؒ کی محفل میں ایک شخص آتا تھا۔ وہ ہمیشہ صرف سنتا تھا خود کبھی نہیں بولتا تھا۔ ایک بار امام ابو یوسفؒ نے کہا: تم ہمیشہ چپ رہتے ہو۔ کبھی تو بولا کرو۔ وہ کچھ جھجک کے بولا۔ بہت بہتر! ایک مسئلہ پوچھتا ہوں۔ بتائیے کہ روزے دار کو افطار کس وقت کرنا چاہیے؟ امام ابو یوسفؒ نے جواب دیا: جب سورج غروب ہو جائے۔ اس نے پھر دریافت کیا: اگر سورج آدھی رات تک نہ ڈوبے تو؟ امام ابو یوسفؒ مسکرائے اور بولے: ''تمہارا چپ رہنا ہی بہتر ہے۔''

دندان شکن جواب

ایک شخص نے شاہ اسماعیل شہید سے کہا، ڈاڑھی رکھنا خلاف فطرت ہے کیونکہ بوقت ولادت منہ پر ڈاڑھی نہیں ہوتی، شاہ صاحب نے فوراً فرمایا، دانت بھی نکلوا دو، یہ بھی خلاف فطرت ہے۔ کیونکہ ولادت کے وقت دانت بھی نہیں ہوتے۔ (محمد رضوان عزیز)

جھوٹی قسم

ایک شخص دودھ فروخت کرتا تھا اور قسم کھاتا تھا کہ دودھ میں پانی نہیں ملایا۔ ایک پڑوسی شخص نے جھوٹ بولنے پر اعتراض کیا تو کہا دیکھو میں نے دودھ میں پانی نہیں ملایا میں نے تو پانی میں دودھ ملایا ہے یعنی پہلے پانی برتن میں بھر دیا اور اوپر دودھ ڈال دیا۔ (کلمۃ الحق: ص ۱۷۹)

خود اعتمادی

ایک مرتبہ جبکہ بچپن میں عبداللہ بن زبیرؓ دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے وہاں حضرت عمرؓ کا گزر ہوا تو سب بچے بھاگ گئے اور یہ کھڑے رہے حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے، اپنے دوستوں کے ساتھ تو نہیں بھاگا تو انہوں نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین میں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا کہ بھاگتا اور راستہ میں کوئی تنگی نہیں تھی کہ آپ کے لئے مجھے گنجائش نکالنے کی ضرورت ہوتی۔

دھوکہ

ایک دلالہ نے ایک مرد سے کہا کہ میرے پاس ایک ایسی عورت ہے گویا وہ نرگس کی طاق ہے۔ اس نے نکاح کر لیا جب دیکھا تو بدصورت بڑھیا نکلی۔ اس شخص نے دلالہ سے کہا کہ تو نے ہم سے جھوٹ بولا اور دھوکہ دیا اس نے کہا نہیں خدا کی قسم میں نے ایسا نہیں کیا میں نے اس کو نرگس کی طاق سے تشبیہ دی تھی کیونکہ اس کے بال سفید اور چہرہ زرد اور پنڈلیاں سبز ہیں۔ (اور یہ سب تینوں نرگس میں موجود ہیں)۔

حسن تدبیر

منصور کے متعلق اسماعیل بن محمد سے منقول ہے کہ ابن ہرمہ شاعر نے ابوجعفر (منصور) کو ایک قصیدہ سنایا۔ منصور نے کہا اپنی حاجت مانگو۔ اس نے کہا آپ اپنے مدینہ کے عامل کو یہ لکھ دیجئے کہ جب وہ مجھے نشہ میں پائے تو مجھ پر حد جاری نہ کرے۔ تو منصور نے کہا یہ تو حد ہے جو اللہ کا بنایا ہوا قانون ہے اس کو باطل کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ ابن ہرمہ نے کہا کہ میری حاجت اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ منصور نے کہا اچھا ہم اپنے مدینہ کے عامل کو یہ لکھے دیتے ہیں کہ جو کوئی ابن ہرمہ کو پکڑ کر لائے اور وہ نشہ میں ہو تو ابن ہرمہ کو اسی درے مارو اور جو اس کو پکڑ کر لائے اس کو سو۔ راوی کہتا ہے کہ پولیس والے ابن ہرمہ کو جب وہ نشہ میں ہوتا تھا دیکھتے ہوئے گزر جاتے تھے اور کہتے تھے کہ اسی کوڑوں کے بدلے سو کوڑے کون خریدے گا وہ گزر جاتے اور اس کو چھوڑ جاتے تھے۔

غیر شرعی رسومات

قصبہ کیرانہ کے رہنے والے ایک حکیم صاحب فرماتے تھے کہ میرے پاس ایک گوجر آیا اس کا باپ بیمار ہو رہا تھا کہنے لگا کہ حکیم صاحب جس طرح ہو سکے اب کی مرتبہ اس کو اچھا ہی کر دیجئے کیونکہ قحط بہت ہو رہا ہے اگر بڈھا مر گیا تو مرنے کا ایسا غم نہیں کر سکوں گا کیونکہ چاول بہت مہنگے ہیں۔ میں رسموں میں آنے والے لوگوں کو کس طرح کھلاؤں گا۔

جُرم کا اقرار

ایک بار اسٹالن کا قلم گم ہوگیا۔ چنانچہ پولیس کو اس واقعے کی اطلاع دی گئی اور پولیس نے اس سلسلے میں تحقیقات شروع کردی۔ واقعہ کے دو روز بعد اسٹالن کا قلم ان کی میز کی دراز سے مل گیا۔ اسی وقت ٹیلی فون پر پولیس کو اطلاع دی گئی ...... وہاں سے جواب آیا: ''لیکن جناب! اس سلسلے میں پانچ گرفتار شدہ آدمی اب تک اپنے جرم کا اقرار کر چکے ہیں۔''

(بحوالہ ''عمران ڈائجسٹ'' کراچی: مئی ۱۹۹۷ء، ص ۱۶۳)

ابلیس اور فرعون

ایک بار ابلیس فرعون کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ تو خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اس نے کہا ہاں۔ کہا کس دلیل سے۔ اس نے کہا ہزاروں جادوگروں کی وجہ سے۔ اس نے کہا اچھا انہیں میرے سامنے جمع کر، اس نے ان سب کو جمع کیا۔ انہوں نے اپنے جادو پھینکے، شیطان نے جو ایک پھونک ماری تو ان کا سارا جادو ھباءً منثورا ہو کر اڑ گیا پھر دوبارہ جو اس نے پھونک ماری تو ان کے جادو سے بھی زیادہ اثر دکھلایا اور فرعون سے کہا کہ بتا ان کا جادو زیادہ زور کا ہے یا میرا؟ اس نے کہا ان کا نہیں بلکہ تیرا۔ تب فرعون سے کہنے لگا باوجود یہ کہ میری یہ حالت ہے لیکن خدا نے مجھے اپنا بندہ بنانا بھی پسند نہیں کیا۔ پھر باوجود تیرے عاجز ہونے کے تجھے اپنا شریک بنانا کیسے پسند کرے گا۔

امریکی اداکارہ ڈورس ڈے اور اس کا کم سن عاشق

امریکی اداکارہ ڈورس ڈے جب جوان تھی تو وہ ایک بیکری میں ملازمت کرتی تھی...... ایک روز ایک دس سالہ بچہ اس کی دکان پر آیا اور ایک پیسٹری خریدنے کے بعد وہیں کھڑے ہو کر کھانے لگا۔ پیسٹری کھانے کے بعد اسے غالباً دوسری پیسٹری کی طلب ہوئی لیکن اس کی جیب خالی تھی...... وہ کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے ڈورس ڈے سے کہا: ''آپ مجھ سے شادی کرسکتی ہیں؟''...... لیکن ابھی تو تم کم سن ہو' ڈورس ڈے نے مسکرا کر کہا...... ''میرا مطلب ہے جب میں بڑا ہو جاؤں گا''...... ''یقیناً! جب تم بڑے ہو جاؤ گے تو میں تم سے شادی کرلوں گی''...... لڑکا چند لمحوں تک سر جھکائے کھڑا رہا پھر اس نے نگاہ اٹھا کر ڈورس ڈے کی طرف دیکھا اور کہا: ''کیا آپ اپنے ہونے والے شوہر کو ایک پیسٹری نہیں دے سکتیں؟''

(بحوالہ ماہنامہ ''ہما'' دہلی: مارچ ۱۹۹۸ء ص ۵۱)

عالمگیر کا جوتا

گاندھی جی اور مولانا جوہر ایک جلسے میں شرکت کے لئے پونا میں اکٹھے ہوئے۔ گاندھی جی کی عادت تھی کہ صبح سیر کو نکل جاتے، ایک روز مولانا بھی ساتھ ہو لئے، پونا میں ایک کنواں تھا، گاندھی جی نے اس کے اندر جھانکتے ہوئے کہا۔

''یہ کنواں شیوا جی کے نام سے موسوم ہے اور اس پانی میں مجھے آج بھی ان کی صورت نظر آتی ہے۔''

مولانا جوہر نے جھک کر اندر جھانکا، کچھ دیر سنجیدگی سے دیکھتے رہے اور پھر بولے ''آپ واقعی ٹھیک کہتے ہیں، شیوا جی کی صورت مجھے بھی نظر آتی ہے، لیکن ذرا غور سے دیکھیں، ٹھیک ان کے سر کے قریب مجھے عالمگیر کا پھٹا ہوا جوتا بھی دکھائی دے رہا ہے، کیا وہ آپ کو نظر نہیں آتا۔''

شریر بچوں کی حکایت

ایک مرتبہ حضرت میاں جی (یہ بزرگ بچوں کو کلام پاک کی تعلیم دیا کرتے تھے) کے پاس بتاشے آئے۔ ان کو خیال ہوا کہ کھلے رکھوں گا تو لڑکے کھا جائیں گے اس لئے بدھنے (یعنی لوٹا) میں بھر کر اس کا منہ آٹے سے بند کر دیا ایک وقت جو میاں جی کہیں گئے تو لڑکوں نے مشورہ کر کے بدھنے (لوٹا) کی ٹونٹی میں سے پانی بھرا اور خوب شربت بنا کر پیا۔

فائدہ: جس طرح بچوں میں دو خصلتیں ہوتی ہیں شریر پن اور بھولا پن۔ اس طرح نفس شریر بھی ہے اور بھولا بھی اس کو بہلا پھسلا کر جو چاہو اس سے کام لے سکتے ہو۔ جیسے کسی بزرگ کا واقعہ ہے کہ ان کے نفس کو حلوہ بہت مرغوب تھا تو اپنے نفس سے کہتے کہ دس رکعت پڑھ پھر حلوا کھا لینا دس رکعت پڑھ کر پھر حلوا کھلا دیتے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ نفس کو خوب کھلاؤ پلاؤ اور پھر اس سے خوب کام لو۔

انتقام

قدمائے عرب کسی سے انتقام لینے میں ناکام رہنا بہت بڑی بدنصیبی سمجھتے تھے۔امراءالقیس عربی زبان کا اعلیٰ شاعر تھا۔ قبیلہ بنی اسد نے اس کے باپ کو قتل کر دیا۔اس نے بنی اسد سے انتقام لینے کی ٹھانی اور شگون کے لئے ایک بت کی جھولی میں تین تیر ڈالے۔تینوں تیروں پر الگ الگ لفظ کھدے ہوئے تھے۔''اقدام، تاخیر اور ترک۔'' امراءالقیس نے آنکھیں بند کر کے بت کی جھولی سے پہلا تیر نکالا۔اس پر ترک کا لفظ کندہ تھا۔امراءالقیس نے وہ تیر بت کی جھولی میں پھینک کے دوبارہ آنکھیں بند کیں اور دوسرا تیر نکالا۔اتفاق سے وہی تیر پھر نکل آیا اس پر ''ترک'' لکھا ہوا تھا۔امراءالقیس نے بے چینی سے یہ عمل تیسری بار کیا۔تیسری بار بھی ''ترک'' ہی نکلا۔امراءالقیس جھنجھلا گیا۔اس نے تیر کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بت کے منہ پر دے مارا ''بدبخت'' اگر میرے باپ کے بجائے تیرا باپ قتل ہوا ہوتا تو تو مجھے انتقام لینے سے نہ روکتا۔

استاد کی تنبیہ

شرف الدین شیخ سعدی بغداد میں دارالعلوم نظامیہ میں زیر تعلیم تھے تو دیگر طلباء ان کی خوش بیانی اور حسن تقریر سے حسد کرنے لگے......ایک دن تنگ آکر شیخ نے اپنے استاد ابن جوزی سے شکایت کی تو استاد نے فرمایا: ''تم بھی اپنی عاقبت خراب کر رہے ہو۔حاسد طلباء حسد و جلن سے اور تم اپنی بدگوئی اور غیبت سے۔''

ذھانت کی عجیب مزاحیہ حکایت

ایک دفعہ حضرت مولانا نونوتویؒ کی خدمت میں ایک شخص شکر لے کر حاضر ہوئے حاضرین میں وہ تقسیم ہوگئی۔پھر انہوں نے بیعت کے لئے عرض کیا۔حضرت نے انکار فرمایا۔انہوں نے عرض کیا کہ اگر بیعت نہیں کرتے تو میری شکر واپس کر دو مولانا نے فرمایا کہ بھائی ان کی شکر لا کر دے دو انہوں نے کہا میں تو وہی شکر لوں گا۔مولانا نے فرمایا بھائی وہ تو صرف ہوگئی۔عرض کیا کہ تو مجھے بیعت کر لیجئے یا شکر میری وہی واپس کر دیجئے۔آخر حضرت مولانا نے مجبور ہو کر بیعت کر لیا۔(احسن العزیز: ص۔۱۳۸)

فائدہ: ذہانت بھی عجب ہے کہ جس سے ناممکن کام بھی ممکن ہو جاتا ہے۔

امام ابوؒ حنیفہؒ اور ایک اعرابی

یحییٰ بن جعفرؒ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے مجھے اپنا ایک واقعہ سنایا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ بیابان میں مجھے پانی کی شدید ضرورت لاحق ہوئی میرے پاس ایک اعرابی آیا اس کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ میں نے اس سے پانی مانگا اس نے انکار کیا اور کہا کہ پانچ درہم میں دوں گا۔ میں نے پانچ درہم دیکر وہ مشکیزہ لے لیا۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ ''ستو کی طرف کچھ رغبت ہے؟'' اس نے کہا کہ ''لاؤ'' میں نے اسکو ستو دیدیا جو روغن زیتون سے چرب کیا گیا تھا وہ خوب پیٹ بھر کر کھا گیا اب اسکو پیاس لگی تو اس نے کہا کہ ایک پیالہ پانی دیدیجئے۔ میں نے کہا کہ پانچ درہم میں ملے گا اس سے کم میں نہیں اور اس طرح اسکو وہ پانچ درہم دینے پڑے۔ (لطائف سلیمہ ترجمہ اور کتاب الاذکیاء ابن جوزی: ص ۱۱۰)

کتے کے لئے رات بھر عبادت

ایک شخص کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ ایک رات اس نے یہ سوچا کہ میں مسجد میں جا کر رات بھر عبادت کروں۔ چنانچہ وہ مسجد کے ایک گوشے میں عبادت کرنے لگا۔ مسجد کی ایک جانب سے اسے ذرا آہٹ محسوس ہوئی۔

وہ سوچنے لگا: یقیناً کوئی دوسرا شخص بھی خشوع وخضوع کے ساتھ رات بھر عبادت کرنے یہاں آیا ہے۔ یہ تو بہت ہی اچھا ہوا۔ کل صبح جب وہ مجھے دیکھے گا تو لوگوں کو یہ بتائے گا کہ میں بھی پوری پوری رات جاگ کر عبادت کرتا ہوں۔

اس خیال کے آتے ہی اس کے اندر خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اور عبادت کرتا رہا۔ جب صبح کا اجالا پھیلا تو اس نے دیکھا کہ مسجد کے دوسرے گوشے میں ایک کتا ہے جو سردی سے بچنے کے لئے یہاں آ گیا ہے۔

حلال کو حلال میں ملا کر کھا رہا ہوں

ایک دفعہ شاہ جیؒ مولانا محمد علی جالندھری اور دیگر احباب دستر خوان بیٹھے ناشتہ کرر ہے تھے۔ مولانا محمد علی صاحب نے سویاں چائے میں ڈال کر کھانا شروع کر دیں۔ شاہ جیؒ نے دیکھا تو مسکرا کر فرمایا: یہ آرائیں کچھ بھی بن جائیں مگر انہیں کھانے کا سلیقہ نہ آیا۔ مولانا نے ہنس کر فرمایا شاہ جیؒ حلال میں حلال ملا کر کھا رہا ہوں بھلا آپ کو کیوں کراہت آ رہی ہے؟ شاہ جیؒ خاموش رہے۔ چند منٹ گذرے اور دیکھا کہ اب بقایا کچھ تھوڑا حصہ کھانے کا رہ گیا ہے۔ تو چپکے سے ان کی چائے اور سویوں میں سادہ پانی انڈیل دیا اور ہنس کر فرمایا لو میں نے تیسرا حلال بھی شامل کر دیا اب اور مزے سے کھاؤ۔ سب ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئے۔

ایک بے نمازی گنوار کی حکایت

ایک گنوار سے کسی مولوی نے کہا کہ اگر تو چالیس دن نماز پڑھ لے تو تجھ کو میں بھینس دوں گا۔ گنوار نے کہا بہت اچھا جب چالیس دن گزر گئے تو گنوار آیا اور کہا مولوی صاحب میں نے چالیس دن نماز پڑھ لی بھینس دلوائیے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے تو بھینس دینے کو صرف اس واسطے کہا تھا کہ تجھ کو نماز کی عادت ہو جائے گنوار نے کہا کہ تو جاؤ ہم نے بھی بے وضو ہی ٹرخائی تھی۔

فائدہ: پس ثابت ہوا کہ عمل کا اثر اسی وقت ہوتا ہے جب دل سے اخلاص نیت کے ساتھ کیا جائے اسی طرح اگر کوئی شخص کسی بزرگ کی خدمت میں سو برس بھی رہے اور اپنی اصلاح کی نیت نہ ہو تو خود بخود اصلاح نہیں ہو سکتی۔

ایک درہم میں دس خیار

ایک واقعہ لکھا ہے، ایک اللہ والے درویش تھے، ان کے ذہن میں دنیا کی کوئی بات ہی نہیں آتی تھی، ایک مرتبہ وہ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک ککڑی بیچنے والے نے آواز لگائی ''ایک درہم میں دس خیار'' خیار کے معنی ککڑی کے بھی آتے ہیں اور خیار ''خیر'' کی جمع بھی ہے جس کے معنی نیکی کے آتے ہیں۔ جیسے ہی یہ آواز ان کے کان میں آئی فوراً ان کے ذہن میں یہ آیا کہ یہ سودا تو بڑا سستا ہے۔ ایک درہم میں دس نیکیاں مل رہی ہیں، پیسہ لیکر دوڑے، باہر جا کر دیکھا تو ٹھیلے پر ککڑیاں رکھی ہوئی تھی لاحول پڑھے اور کہنے لگے میں تو یہ سمجھ کر آیا تھا کہ ایک درہم میں دس نیکیاں مل رہی ہیں، ایسے بھولے بھالے ہوتے ہیں اللہ والے!

غلط فہمی

فارسی کے عظیم شاعر اور عالم حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی کے پاس ایک نام نہاد شاعر آیا جو ہر وقت اونگی بونگی مارتا رہتا تھا۔ مولانا جامی محض اخلاقاً اس کی فضول گفتگو سنتے تھے۔

ایک دن وہ شاعر بولا کہ ایک دفعہ میرے پاس حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا تو حضرت مولانا جامی نے جواب دیا تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے حضرت خضر تمہارے منہ پر تھوکنے لگے تھے تم نے منہ کھول دیا اس لئے تھوک منہ میں جا گرا۔ یہ جواب سن کر وہ شاعر کان دبا کر بھاگ گیا۔

منحوس کون

فارس کے ایک بادشاہ کی سواری کے سامنے ایک کانا آ گیا بادشاہ نے اس کو قید کر لیا جب واپسی ہوگئی تو اس کو رہا کر دیا گیا اور اس سے بادشاہ نے کہا تیرے سامنے آ جانے سے ہم کو برا شگون محسوس ہوا تھا اس نے کہا کہ (اگر شگون میں کچھ صداقت ہے تو) تو آپ مجھ سے زیادہ منحوس (ٹھہرتے) ہیں کیونکہ آپ اپنے محل سے باہر آئے اور میں آپ کے سامنے آیا تو آپ کو (کسی شر کا سامنا نہیں ہوا بلکہ) خیر ہی رہی اور میں اپنے گھر سے نکلا تو آپ میرے سامنے آئے تو آپ نے مجھے قید ڈال دیا (اور آپ کا دیکھنا میرے لئے شر بن گیا۔)

دنیا چند روزہ ھے

قاضی ابوبکر بڑے قیمتی اور اعلیٰ کپڑے پہنتے تھے ایک دن ایک یہودی جس نے گندے کپڑے پہن رکھے تھے قاضی ابوبکر سے بولا حضور پاک ﷺ کی حدیث ہے کہ یہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہے میں انتہائی خستہ حال ہوں اور آپ بے حد خوشحال ہیں یہودی کا جواب سن کر قاضی ابوبکر نے بڑا علمی اور مدبرانہ جواب دیا کہ جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس دنیا میں عطا کی ہیں وہ جنت کے مقابلے میں بڑی ہی حقیر ہوں گی اور جو سزا اللہ تعالیٰ تم کو جہنم میں دے گا وہ اس دنیا کے عذاب سے بہت حقیر ہوگی۔

عجیب انداز دعا

حضرت شیخ جنید بغدادی سے روایت ہے کہ میرے شیخ حضرت سری سقطیؒ فرماتے تھے کہ میں ایک مرتبہ طوس میں اسہال کی بیماری میں مبتلا ہوگیا۔ کچھ لوگ میرے پاس عیادت کیلئے آئے اور ایسے بیٹھ گئے کہ اٹھنے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔ مجھے ان لوگوں کے بیٹھنے سے تکلیف ہو رہی تھی کیونکہ بیماری کے سبب مجھے بار بار رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ ان لوگوں نے مجھ سے کہا کہ آپ اللہ سے دعا کیجئے۔ میں نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ

''اے اللہ! ہمیں عیادت (بیمار پرسی) کے آداب سکھا دیجئے۔''

غلط فہمی

محمد بن احمد ترمذی نے لکھا ہے کہ میں زجاج کے ہاں اس کی والدہ کے انتقال پر تعزیت کے لئے گیا وہاں بہت سے رئیس اور ماہر کاتبین آئے ہوئے تھے اتنے میں ابن جصاص وہاں آیا اور ہنستا ہوا داخل ہوا اور کہنے لگا خدا کی قسم ابواسحاق بہت خوشی ہو رہی ہے۔ یہ سنکر زجاج اور تمام حاضرین سناٹے میں آ گئے۔ اسے کہا گیا کہ ارے تمہیں کیسے خوشی ہو رہی ہے اس (انتقال) سے تو اسے اور ہمیں غم پہنچا ہے کہنے لگا تیرا ستیاناس مجھے تو یہ پتہ چلا تھا کہ یہ (زجاج) مرگیا اور بعد میں مجھے صحیح بات معلوم ہوئی کہ یہ نہیں بلکہ اس کی ماں کا انتقال ہوا ہے۔ اس لئے مجھے زجاج کے زندہ ہونے سے خوشی ہوئی ہے۔ یہ سن کر سب لوگ ہنسنے لگے۔

قادیانی اور ہندو

ایک مرزائی نے ایک ہندو کو مسلمان خیال کرتے ہوئے مرزائیت کی تبلیغ کی، جھوٹے مرزا کے بارے میں اسے بتاتا رہا کہ وہ نبی تھا۔ آخر بات ختم کر کے اس نے پوچھا:

''اب آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے۔''

ہندو پہلے تو ہنسا پھر بولا:

''ہم تو ابھی تک سچے نبی پر ایمان نہیں لائے، تم جھوٹے نبی کو منوانے چلے ہو۔''

(محمد ابراہیم۔ عید گاہ بہاول نگر)

جھوٹ کا پہاڑا

ارشاد: دارالافتاء میں حضرت مہتمم صاحب (قاری محمد طیب صاحب) تشریف لائے ان کو جھوٹ کا پہاڑا سنایا گیا جو انہوں نے بہت پسند کیا اور لکھ کر گھر لے گئے کہ وہاں سناؤں گا۔

وہ یہ ہے، جھوٹ اکم جھوٹ، جھوٹ دونی مبالغہ، جھوٹ تیا بہانہ، جھوٹ چوک دھوکا، جھوٹ پنجے سفید جھوٹ، جھوٹ چھک تہمت، جھوٹ ستے بہتان، جھوٹ اٹھے غدر، جھوٹ نم نفاق، جھوٹ دھام کفر۔

آپ کو کیا پسند ہے؟

لاہور کے دوران قیام بعد نماز عصر حضرت امیر شریعت کی قیام گاہ ہر محفل لگتی جس میں علماء، فضلاء کے علاوہ شعراء ادیب، صحافی اور کاروباری حضرات کا ہجوم بھی رہتا۔ اسی طرح کی ایک مجلس میں مولانا ابوالحسنات نے سوال کیا:

شاہ جی! ''آپ کو میٹھا زیادہ پسند ہے یا نمک؟''

امیر شریعتؒ! ''جو چیز میرے رب کو پسند ہو۔''

مولانا ابوالحسنات! ''رب کو تو پھر میٹھا زیادہ پسند ہے۔''

امیر شریعت! ''اگر میٹھا پسند ہوتا تو پہاڑ نمک کے نہ بنائے ہوتے۔''

اس پر تمام مجلس میں قہقہہ بلند ہوا۔

(حیات امیر شریعت: ص ۵۱۵)

حجاج بن یوسف اور ایک سائل

ایک شخص نے حجاج بن یوسف سے سرراہ کوئی چیز مانگی حجاج نے اس کو کچھ نہ دیا...... پھر وہ شخص اس جگہ کی بجائے دوسری جگہ کھڑا ہو گیا اور دوبارہ اس سے سوال کیا ...... حجاج نے کہا: ''اے بے وقوف! اس وقت فلاں مقام پر مجھ سے تو نے مانگا میں نے تجھے کچھ نہ دیا پھر تو نے کیوں سوال کیا؟'' سائل نے جواب دیا: وہ مقام جہاں میں نے پہلے آپ سے مانگا تھا وہاں پر کچھ نہ ملا تو میں اس طرف سے اس مقام پر آیا ہوں کہ شاید برکت رکھتا ہو'...... حجاج بہت ہنسا اور اسے بہت سی چیزیں عطا کیں۔

(بحوالہ انتخابات از ''لطائف فارسی'')

مولانا احمد سعیدؒ کی خوش مزاجی

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعیدؒ دہلوی ایک دن ایک انگریز صاحب بہادر سے ملنے گئے۔ صاحب نے بڑا انتظار کرایا...... مولانا اپنے احباب سے باتیں کرتے اور انتظار فرماتے رہے اور جب ملاقات ہوئی تو بے ساختہ یہ شعر پڑھا:

ان ہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات انکی
ان ہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات انکی

(بحوالہ ''دلی والے'' مرتبہ ڈاکٹر صلاح الدین: ۱/۴۷)

مستقبل کے ٹکڑے

ارشاد: ایک مشاعرہ میں کوئی شاعر شعر پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے اشعار میں لفظ مستقبل آیا، وہ تھے ہکلے اس لئے لفظ مستقبل رک رک کر اس طرح کہا مس، تق، بل، دوسرے شاعر کھڑے ہوئے اور اس پر تبصرہ کرتے ہوئے شعر کہا۔

پہلے اس نے مس کہا، پھر تق کہا پھر بل کہا
اس طرح ظالم نے مستقبل کے ٹکڑے کر دیئے

انوکھا تخلص

ایک مرتبہ مولانا محمد علی جوہر سے کسی نے سوال کیا: ''آپ تین بھائی ہیں اور تینوں شاعر ہیں۔ آپ کا تخلص تو جوہر ہے۔ آپ کے دوسرے بھائی ذوالفقار علی کا تخلص گوہر ہے۔ لیکن مولانا شوکت علی کا تخلص کیا ہے؟''

مولانا محمد علی نے برجستہ جواب دیا: ''شوہر''

مولانا کا یہ جواب اس لحاظ سے بڑا معنی آفریں تھا کہ مولانا شوکت علی چار بیویوں کے شوہر بھی تھے۔

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ کی بذلہ سنجی

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلوی بے حد ملنسار اور خلیق ہونے کے علاوہ بڑی باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے۔ جنگ آزادی میں متعدد بار کافی عرصہ کے لئے جیل بھی گئے۔

ایک بار جیل میں مولانا نے ایک چوہا مار کر ڈوری میں باندھا اور اسے دروازے سے ساتھ لٹکا دیا۔۔۔ جب جیلر آیا تو مولانا نے ازراہ مذاق کہا: ''جیلر صاحب! یہ دیکھئے میں نے چوہا مارا ہے فرمائے مجھے کتنے دن کی معافی ملے گی؟'' ۔۔۔ جیلر نے کہا: ''آپ تو عدم تشدد کے حامی ہیں۔ آپ نے تشدد کیوں کیا؟'' مولانا نے برجستہ کہا: ''وہ کون سا سرکاری ملازم تھا۔''

مولانا کے اس جملے پر جیلر کو بھی بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

(بحوالہ ''دلی والے'' مرتبہ ڈاکٹر صلاح الدین: ۱ / ۵۲)۔

باورچی اور بخیل مالک کی مزاحیہ حکایت

ایک باروچی کی حکایت ہے انہوں نے ایک بخیل کے یہاں باورچی کی ملازمت کی اور یہ خیال کیا کہ کچھ نہ کچھ تو چھوڑ ہی دیا کرے گا۔ جب میاں کے سامنے کھانا لاکر رکھا تو اپنا بھی تخمینہ کرلیا کہ اتنی روٹی اور اس قدر بوٹی میرے لئے بھی بچ رہیں گی اور امیر صاحب نے اپنے حصہ سے تجاوز کیا تو ملازم نے سوچا کہ دو روٹی دو بوٹی تو چھوڑ ہی دے گا جب اس سے آگے بڑھا تو فقط ایک ہڈی ہی بچی۔ جب انہوں نے ہڈی لے کر چوسنی شروع کی تو بے ساختہ باورچی کی زبان سے نکلا کہ ہائے ہڈی بھی کھا گیا۔

ذہانت

دو آدمی ایک بکری کے بارے میں جھگڑ رہے تھے ہر ایک نے اس کا ایک ایک کان پکڑ رکھا تھا۔ اس دوران میں ایک شخص آ گیا۔ دونوں نے اس سے کہا جو فیصلہ تم کردو گے وہ ہمیں منظور ہوگا۔ اس نے کہا اگر تم میرے فیصلہ پر راضی ہو تو ہر ایک یہ حلف اٹھائے کہ اگر وہ میرا فیصلہ نہ مانے گا تو اس کی بیوی پر طلاق ہے۔ تو دونوں نے ایسا حلف اٹھالیا۔ پھر اس نے کہا اس کے کان چھوڑ دو تو دونوں نے چھوڑ دیئے اب اس نے اس کا کان پکڑا اور لے کر چلتا بنا (کہ اس کا فیصلہ یہی تھا) دونوں دیکھتے رہ گئے اس سے بات کرنے پر قادر بھی نہ رہے (کہ اگر ناراضی کا اظہار کرتے ہیں تو بکری کے ساتھ بیوی بھی جائے گی۔)

چور کی ہوشیاری

ایک چور کی حکایت ہے کہ وہ کسی گھر میں چوری کرنے گیا گھر والا بہت کم عقل تھا اس کو کھٹکا جو معلوم ہوا تو اس نے روشنی کرنے کے لئے چقماق سے آگ جھاڑی چقماق نے چنگاری دی مگر چور نے یہ کیا کہ اسکے اوپر انگلی رکھ دی وہ سمجھا کہ چنگاری از خود بجھ گئی۔ پھر دوبارہ جھاڑی پھر چور نے یہی کیا غرض گھنٹے گزر گئے اور آگ ہی نہ جلی اور چراغ روشن نہ ہوا۔ آخر وہ تھک کر بیٹھ رہا کہ خدا جانے آج چقماق کیسی آگ دیتا ہے کہ جلتی ہی نہیں بس چور نے خوب فراغت کے ساتھ اپنا کام کیا مال لے کر بھاگ گیا۔

حضرت تھانوی سے سوال خلافت

حضرت تھانویؒ کی خدمت میں ایک شخص نے دو روپیہ کا ہدیہ پیش کیا اور عرض کیا کہ مجھے بھی خلافت دیدی ہوتی حضرت نے فرمایا خلافت اتنی سستی ہے؟ دو روپیہ میں تو کسی بھی نہیں آتی خلافت کیا ملے گی۔

انکسار

حافظ محمد ضامن شہیدؒ کے پاس جب کوئی آتا تو فرماتے کہ دیکھ بھائی اگر تجھے کوئی مسئلہ پوچھنا ہے تو وہ (مولانا شیخ محمد کی طرف اشارہ کرکے) بیٹھے ہیں مولوی صاحب ان سے پوچھ لے اور اگر تجھے مرید ہونا ہے تو وہ (حضرت حاجی صاحبؒ کی طرف اشارہ کرکے) بیٹھے ہیں حاجی صاحب ان سے مرید ہو جا اور اگر حقہ پینا ہے تو یاروں کے پاس بیٹھ جا۔

(ارواحِ ثلاثہ: ص۱۸۷)

[illegible] سے علاج

ایک امریکی اداکارہ بحری جہاز میں سفر کر رہی تھی۔ اس نے اپنے قریب عرشے پر ایک شخص کو دیکھا جو زکام میں مبتلا تھا اور بار بار چھینک رہا تھا..... اداکارہ نے پوچھا: ''جناب کیا آپ کو زیادہ تکلیف ہے؟'' ..... اس شخص نے اثبات میں سر ہلا دیا اداکارہ نے مسکرا کر کہا: ''مجھے زکام کا علاج آتا ہے آپ اپنے کمرے میں جائیں۔ گرم چائے میں لیموں کا رس ملا کر پئیں۔ اسپرین کی دو ٹکیا کھائیں اور بہت سے کمبل اوڑھ کر سو جائیں۔ پسینہ آنے کے بعد زکام جاتا رہے گا۔ مجھے اس بات کا تجربہ ہے۔ میں ہالی ووڈ کی اداکارہ ہلی برہوں'' ''شکریہ خاتون'' اس شخص نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: ''میرا نام ڈاکٹر میو ہے اور میں نیویارک سرکاری ہسپتال میں انچارج ہوں۔''

سنگسار

ایک مولوی صاحب کے جوش ملیح آبادی سے بہت اچھے تعلقات تھے کئی روز کی غیر حاضری کے بعد ملنے آئے تو جوش صاحب نے پوچھا جناب اتنے دن کہاں رہے تو مولوی صاحب بولے کیا بتاؤں جوش صاحب پہلے ایک گردے میں پتھری تھی اس کا آپریشن کرایا تو اب دوسرے گردے میں پتھری ہوگئی ہے۔

مولوی صاحب کی بات سنکر جوش صاحب بولے میں سمجھ گیا اللہ تعالیٰ آپکو اندر سے سنگسار کر رہے ہیں۔

مسولینی اور اس کے احترام کا ایک واقعہ

ایک بار مسولینی کہیں جا رہا تھا۔ راستے میں ایک چھوٹے سے قصبے میں اس کی کار خراب ہوگئی اور اسے رکنا پڑا۔ اس نے کار وہیں چھوڑی اور سینما ہال میں داخل ہوگیا۔ فلم کے اختتام پر مسولینی کی تصویر دکھائی گئی اور وہاں کے تمام لوگ احتراماً کھڑے ہوگئے..... مسولینی بیٹھا رہا..... سینما ہال کا مالک بھاگا بھاگا آیا اور مسولینی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا: ''ہمارے احساسات مسولینی کے بارے میں آپ جیسے ہی ہیں لیکن بہتری اسی میں ہے کہ چاہے منافقت کے ساتھ ہی سہی لیکن کھڑے آپ بھی ہو جائیں۔'' (بحوالہ ماہنامہ ''تلاش'' دہلی)
(اگست ۱۹۹۸ء ص ۷۵)

ایک مولوی اور سائنسدان کا واقعہ

ایک بڑے سائنسدان تھے۔ انہوں نے ایک مولانا صاحب سے پوچھا کہ ذرا یہ تو بتائیے کہ آسمان پر کتنے ستارے ہیں؟ انہوں نے کہا بھائی، ہمارے مولوی صاحب (استاذ) نے تو ہم کو یہ نہیں بتایا، انہوں نے کہا۔ آپ کیسے رہبر قوم ہیں؟ آپ کو یہ بھی نہیں معلوم ہے؟ مولانا نے کہا، بھائی مجھے تو نہیں معلوم ہے۔ اچھا ذرا مہربانی کر کے آپ مجھے یہ بتا دیجئے کہ سمندر میں کتنی مچھلیاں ہیں؟ انہوں نے کہا، یہ تو ہم کو بھی ہمارے پروفیسر نے نہیں بتایا ہے۔ مولانا نے کہا ابھی تو زمین کا ہی راستہ آپ سے طے نہیں ہوا تو عرش کی باتیں آپ کہاں سے کرتے ہیں؟

ایک قاری کے شاگرد کی مزاحیہ حکایت

ایک قاری صاحب نے اپنے شاگردوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ہر بات قرأت سے کیا کرو ایک دفعہ حقہ پیتے ہوئے قاری صاحب کے عمامہ پر چنگاری گر پڑی شاگرد نے قاری صاحب کے سامنے کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ کو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم قرأت کے ساتھ پڑھ کر نہایت ترتیل سے کہا جناب قاری صاحب جناب قاری صاحب آپ کے عمامہ شریف پر آگ کی ایک چنگاری گر پڑی ہے اور ہر جگہ خوب مد کھینچتا اتنی دیر میں عمامہ کئی انگل جل گیا۔

بہترین سوار بہترین سواری

ایک بار نواسہ رسول ﷺ نے اونٹ پر سواری کی خواہش کی۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں تمہاری سواری بن جاؤں تو کیسا رہے۔نواسہ رسول ﷺ نے عرض کیا بہت اچھا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے امام حسینؓ کو اپنی کمر پر سوار فرمالیا اور ادھر ادھر چلنے لگے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے دیکھا تو کہا ''کیا خوب سواری ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا، سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔''

خوابی صحابی

ایک طالب علم نے دریافت کرتے ہوئے عرض کیا کہ:

حضرت! جن لوگوں نے ایمان کی حالت میں رسول اکرم ﷺ کو دیکھا وہ تو صحابہ ہیں لیکن اگر کسی نے بحالت ایمان خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی تو کیا وہ بھی صحابی ہے؟

حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا:

جی ہاں! وہ خوابی صحابی ہے۔

اصل سے بہتر نقل

شہر میں اعلان کیا گیا کہ ''نقالی کا مقابلہ منعقد ہو رہا ہے اور پہلا انعام اس شخص کو دیا جائے گا جو چارلی چپلن کی ہو بہو نقل اتارے گا!'' مشہور اداکار چارلی چپلن کو شرارت سوجھی اور اس مقابلے میں شرکت کے لئے خود بھی پہنچ گیا۔

نقالی کا مقابلہ شروع ہوا۔ چارلی چپلن نے بھی اداکاری کی اور جب نتائج کا اعلان ہوا تو پتہ چلا چارلی چپلن مقابلہ ہار چکا ہے اور انعام ایک دوسرا شخص لے گیا۔

مرد و عورت کا امتیاز

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے فرماتے تھے کہ جب سے لوگوں نے داڑھی منڈانا شروع کردی۔تو چھوٹے بچوں کو مشکل پیش آگئی۔اگر وہ چھوٹا بچہ رات کو باپ کے پاس سو جائے اور رات کو آنکھ کھلے تو وہ ہاتھ پھیر کے دیکھتا ہے کہ میں اماں کے پاس ہوں یا ابا کے پاس ہوں۔اسے کچھ پتہ نہیں چلتا، وہ تو کہتا ہے کہ دونوں کی شکل ایک ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ ماں کے پاس ہے یا باپ کے پاس ہے؟

ایک کاہل آدمی راستے کے کنارے پڑا ہوا تھا۔ سامنے سے ایک گھوڑا سوار جا رہا تھا اس نے پکارا کہ بھائی گھوڑا سوار۔ ذرا ایک بات سن لے، دیکھ یہ بیر میرے سینے پر پڑا ہے اس کو اٹھا کر میرے منہ میں رکھ دے۔ اس نے رکھ دیا تو یہ کاہل کہنے لگا بھائی کام تو اپنے ہی ہاتھ کا ٹھیک رہے۔ اب اس نے داہنے کلے میں رکھ دیا۔ بائیں کلے میں کس طرح پہنچاؤں۔ دوسرا بھی ایک کاہل پڑا ہوا تھا اس نے کہا کہ اسکی بات ہرگز نہ مانئے۔ اس کے منہ میں ہرگز نہ رکھئے۔ یہ بہت کاہل ہے۔ کتا آیا تھا آ کر ٹانگ اٹھا کر میرے منہ میں پیشاب کرتا رہا میں نے اس سے بہتیرا کہا کہ ہش کر دے اس نے ہش تک نہیں کی۔

اصل قیمت

تیمور لنگ، احمد الشاعر الرومی کو بکثرت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ ایک دن تیمور ان کے ساتھ حمام میں گیا اور ان سے کہا کہ میرے ساتھ حمام میں جو لوگ ہیں ان کی قیمت لگاؤ۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ فلاں کی قیمت ایک ہزار درہم ہے، فلاں کی اتنی، فلاں کی اتنی۔ تیمور نے کہا: اچھا میری قیمت بھی لگاؤ: انہوں نے جواب دیا (۸۰) درہم، تیمور نے کہا کہ اس قیمت کی تو میری ازار ہی ہے۔ انہوں نے کہا میں نے ازار ہی کی وجہ سے تو یہ قیمت لگائی ہے ورنہ تم تو ایک درہم کے برابر بھی نہیں۔ تیمور بہت ہنسا اور اتنا خوش ہوا کہ حمام میں جو بکثرت سونے اور چاندی کا سامان تھا انہیں بخش دیا۔

شیخ سعدیؒ نے بادشاہوں کی فطرت بیان کرتے ہوئے کتنی اچھی بات کہی ہے کہ ''گاہے بسلامے برنجند و گاہے بدشنامے خلعت دہند'' (کبھی سلام سے رنجیدہ ہو جاتے ہیں اور کبھی گالی پر جوڑا دیتے ہیں)

بنیہ کی ذہانت کی عجیب حکایت

ایک ہیجڑا زنانے کپڑے پہن کر بنئے کی دکان پر آیا اور آ کر مرمرے کھانے لگا۔ اب بنیہ سوچنے لگا کہ اس کو منع کرنے کے لئے مؤنث کا صیغہ بولوں یا مذکر۔ بہت دیر کے بعد مذکر و مؤنث دونوں کے صیغوں کو ملا کر اس طرح بولا کہ بہت دیر سے کھا رہی ہے کھا رہا ہے۔ نہیں مانتی نہیں مانتا بی بی کے ایک تھپڑ ماروں گا۔ میاں کی پگڑی وہاں جا کر گرے گی۔ (حسن العزیز: ص ۱۹۷)

بوڑھے آدمی پر رحمت خداوندی

حضرت یحییٰ بن اکثم بخاری علیہ الرحمۃ کے شیخ ہیں۔ انتقال کے بعد جب ان کی پیشی ہوئی تو حق تعالیٰ نے سوال فرمایا کہ ارے بدحال بوڑھے تم نے فلاں دن یہ کیا فلاں دن یہ کیا یہ خاموش تھے کوئی جواب نہ دیا پھر سوال ہوا کہ جواب کیوں نہیں دیتا۔ عرض کیا کہ اے اللہ کیا جواب دوں۔ یہ واقعات سب صحیح ہیں مگر ایک بات سوچ رہا ہوں۔ سوال ہوا کیا سوچ رہا ہے۔ عرض کیا کہ یہاں کا تو یہ حال سنا نہ تھا۔ ارشاد ہوا۔ کیا سنا تھا؟ عرض کیا کہ اے اللہ! میں نے ایک حدیث میں پڑھا تھا۔

ان اللہ یستحی من ذی الشیبۃ المسلم

یعنی اللہ تعالیٰ بوڑھے مسلمان سے شرماتے ہیں۔ اور میں معاملہ اس کے برعکس دیکھ رہا ہوں۔ فرمایا کہ تم نے صحیح سنا اور صحیح پڑھا جاؤ آج صرف بوڑھے ہونے کی وجہ سے تم پر رحمت کی جاتی ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں

نادر خاں سے جب پہلی مرتبہ ملاقات ہوئی تو وہ کابل جاتے ہوئے لاہور میں ٹھہر گئے۔ وہ میری صورت دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ مجھ سے کہنے لگے: آپ اقبال ہیں؟ میں تو سمجھتا تھا کہ آپ لمبی ڈاڑھی والے بزرگ ہوں گے۔ میں نے کہا: آپ سے زیادہ مجھے حیرانی ہے۔ آپ تو جرنیل ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ آپ دیوہیکل ہوں گے۔ مگر آپ میں جرنیلی کی کوئی علامت ہی نہیں۔ اس قدر دبلے پتلے۔

لاجواب دلیل

امام رازیؒ کو کسی جگہ راستہ میں شیطان مل گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ پھر ایک کھیت والے کو دیکھا کہ کندھے پر پھالی لئے اپنے کھیت میں جا رہا تھا۔ امام رازی نے شیطان سے پوچھا کہ بتا میرا ایمان قوی ہے یا اس پھالی والے کا ایمان قوی۔ شیطان نے کہا کہ اس کھیت والے کا ایمان قوی ہے۔ تیرے ایمان کو تو میں دلیلوں سے چٹکیوں میں اڑا دوں گا۔ امام رازی نے کہا کہ میرا ایمان تحقیقی ہے اور اس کا ایمان تقلیدی ہے۔ تحقیقی ایمان قوی ہوتا ہے تقلیدی ایمان سے۔ شیطان نے کہا کہ اچھی بات ہے ابھی آزما لیتے ہیں، اس کھیت والے کو بلایا۔ اس سے پوچھا کہ خدا کتنے ہیں، اس نے کہا کہ ایک۔ شیطان نے کہا کہ اگر میں نے دو ثابت کر دیئے تو کھیت والے نے (اپنی پھالی اس کی طرف اٹھا کر) کہا کہ ثابت کر کے دکھا میں تیرا پیٹ پھاڑ دوں گا۔ شیطان وہاں سے بھاگا کہ اس دلیل کا کوئی کیا جواب دے۔

مارک ٹوئن اور ایک حجام

مارک ٹوئن ایک مرتبہ تقریر کرنے ایک چھوٹے سے شہر میں گیا وہاں شیو کرانے کی غرض سے وہ ایک سیلون میں داخل ہوا ..... باربر نے استرا تیز کرتے ہوئے کہا: ''پردیسی معلوم ہوتے ہو'' ..... ''ہاں'' مارک ٹوئن نے بتایا: ''آج ہی اس شہر میں آیا ہوں'' ..... تم خوش قسمت ہو کہ آج یہاں پہنچے'' باربر نے کہا: ''آج ہمارے یہاں مارک ٹوئن تقریر کرنے آرہے ہیں'' ..... مجھے معلوم ہے۔ مارک ٹوئن نے اثبات میں سر ہلایا ..... ''اچھا موقع ملا ہے تمہیں۔ کیا تم نے ٹکٹ خرید لیا ہے؟'' باربر نے پوچھا ..... ''ابھی نہیں۔'' مارک ٹوئن نے جواب دیا ..... '' پھر تو بہت مشکل ہے۔ تمہیں ہال میں کھڑا ہونا پڑے گا'' ..... مارک ٹوئن بولا: ''میری قسمت ہی ایسی ہے جب اس کمبخت کی تقریر کے سلسلے میں گیا مجھے کھڑا ہی رہنا پڑا۔''

(بحوالہ ''عمران ڈائجسٹ'' کراچی: مئی ۱۹۹۷ء ص ۱۲۵)

بد بخت کا انتخاب

مشہور صوفی حضرت ابو سعید ابوالخیر ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے۔ ایک کمینہ شخص پیچھے سے آیا اور ایک دوھتڑ کمر پر لگا دیا۔ شیخ نے اپنا سر پیچھے کو موڑا اور اس کمینے کو دیکھا۔ کمینے نے کہا: اے شیخ میری طرف کیا دیکھتا ہے؟ کیا تم نے خود نہیں کہا کہ انسان کو جو کوئی بھلائی یا برائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے پہنچتی ہے حضرت ابو سعید ابو الخیر فرمانے لگے: ہاں! ایسا ہی ہے لیکن میں تو یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس کام کے لئے کس بد بخت کا انتخاب ہوا ہے؟

دوری کا فیض

پہلی اہل قلم کانفرنس کے موقع پر چائے کے وقت گپ شپ لگاتے ہوئے جنرل ضیاء الحق نے سید ضمیر جعفری سے کلام سنانے کی فرمائش کی ..... سید ضمیر صاحب نے بتعمیل ارشاد میں چند اشعار سنا دیئے جو صدر سمیت سب نے پسند کئے ..... ابوالاثر حفیظ جالندھری مرحوم بھی پاس ہی کھڑے تھے۔ انہوں نے ضمیر صاحب سے کہا: ''ضمیر تم میرے ماتحت کام کیا کرتے تھے اس وقت بس یوں ہی سے ہوتے تھے۔ اب تو اچھے اشعار کہنے لگے ہو'' ..... اس پر ضمیر صاحب نے مؤدب لہجہ میں کہا ''حفیظ صاحب یہ سب آپ سے دوری کا فیض ہے۔''

(بحوالہ ماہنامہ ''نیا'' نئی دہلی جنوری ۱۹۹۶ء، ص ۹۳)

سرعبدالقادر اور طرز تناول

لندن میں پنڈت نہرو کے اعزاز میں دعوت کا اہتمام کیا گیا تھا اس میں اور دوسرے معززین کے ساتھ ڈیوک آف ونڈسر اور سرعبدالقادر بھی مدعو تھے...... ڈیوک آف ونڈسر نے چھری اور کانٹے سے کھانا کھاتے ہوئے سرعبدالقادر پر چوٹ کی: ''سرعبدالقادر کیا تمہارے مسلمان اب بھی ہاتھوں سے کھانا کھاتے ہیں؟'' ...... جی ہاں جناب!'' سرعبدالقادر نے جواب دیا: ''بالکل اسی طرح جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھایا کرتے تھے۔''

ڈیوک آف ونڈسر جھینپ کر خاموش ہو گئے۔

(بحوالہ ماہنامہ ''جدید الف لیلیٰ'' دہلی: مارچ ۱۹۹۷، ص ۶۱)

سب ایک ہو جائینگے

فرمایا کہ میں سہارنپور سے گنگوہ جا رہا تھا۔ بس میں ایک ہندو نوجوان لڑکے نے کہا کہ مسلمان کتنی جماعتوں میں بٹ گئے۔ کوئی مسلم لیگ، کوئی جمعیت علماء کوئی انکے علاوہ، ہم نے انکے ٹکڑے کر دیئے۔ میں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ماں کی گود میں سے اٹھ کر آئے ہو۔ دیکھو ہاتھ میں پانچ انگلی سب الگ الگ ہیں لیکن جب نوالہ بنانے کا نمبر آتا ہے تو سب ایک جگہ جمع ہو جاتی ہیں۔ ایسے ہی مسلمان اگرچہ متفرق ہیں مگر جب تمھیں کھانے کا نمبر آئیگا تو سب ایک ہو جائیں گے۔

ایک شخص ایک گھر میں اجرت پر کام کر رہا تھا اور چھت کی کڑیاں بہت جھکی ہوئی تھیں جب مالک مکان آیا اور اس نے اجرت کا مطالبہ کیا تو مالک نے کہا کہ ان کڑیوں کو ٹھیک کر و یہ جھکی ہوئی ہیں تو اس کاریگر نے جواب دیا کہ اس میں آپ کے لئے کوئی اندیشہ کی بات نہیں (یہ ٹھیک ہیں جھکی ہوئی اس لئے ہیں کہ رکوع کی طرح جھک کر) یہ اللہ کی تسبیح پڑھ رہی ہیں۔ مالک مکان نے کہا مجھے یہ ڈر ہے کہ ان پر جذبہ اخلاص غالب ہو جائے تو یہ سجدہ میں نہ جا پڑیں۔

تو ہی ہے

ایک جاہل شاعر نے مولانا جامی کے اس شعر پر اعتراض کیا۔

بس کہ درجان نگار وچشم بیدارم توئی!
ہر کہ پیدامی شود از دور پندارم توئی!

ترجمہ: ''یعنی تو میرے دل اور آنکھوں میں اس طرح سمایا ہوا ہے کہ دور سے ہر آنے والے کو میں سمجھتا ہوں کہ تو ہی ہے۔''

وہ جاہل شاعر کہنے لگا: جناب اگر دور سے گدھا آتا دکھائی دے... تو پھر آپ کیا سمجھیں گے؟ مولانا جامیؒ نے اس جاہل کی طرف اشارہ کر کے کہا ''میں سمجھوں گا کہ تو ہی ہے۔''

بخل پر اجماع

ایک شخص گھر بار سے فارغ تھے، اہل وعیال نہ تھے، تھے بڑے بخیل۔

ایک بار کوئی آدمی آیا اور ان سے کہنے لگا!

لوگوں نے ایک بات پر اجماع کیا ہے آپ مجھے ایک درہم دے دیں تاکہ وہ اجماع ختم ہو۔

کہنے لگے ''وہ اجماع ہے کس چیز پر''؟

آنے والے نے کہا ''آپ کے بخیل ہونے پر'' یہ سن کر وہ صاحب ہنسنے لگے لیکن ایک درہم پھر بھی نہیں دیا۔

یاد

ایک دوست نے دوسرے دوست سے پوچھا یار کوئی ایسا طریقہ بتاؤ کہ لوگ مجھے ہمیشہ یاد رکھیں۔ دوسرے دوست نے جواب دیا۔ قرض لے لو تم ہمیشہ یاد رکھے جاؤ گے۔

پردہ

شعبیؒ کے بارے میں مجاہدؒ سے منقول ہے کہ شعبی حمام میں داخل ہوئے تو داؤد کو بغیر پاجامہ کے دیکھا تو اپنی دونوں آنکھیں بند کرلیں۔ داؤد نے کہا اسے ابوعمرو کب سے اندھے ہوگئے ہو۔ شعبی نے جواب دیا کہ جب سے خدا نے تیرا پردہ چاک کردیا۔

دھوکہ

جناب آشفتہ لکھنوی کے دروازے پر کسی خوش آواز فقیر نے صدا لگائی اور کوئی شعر پڑھا۔

آشفتہ صاحب کے خورد سالہ بھانجے نے اس سے کہا۔

''ٹھہرو! میں ماموں جان کو مطلع کرتا ہوں۔''

اندر جا کر آشفتہ صاحب سے کہا ''کوئی صاحب آپ کو باہر بلاتے ہیں۔''

آشفتہ صاحب نے کہا ''نام تو پوچھا ہوتا۔''

''کوئی شاعر ہے، آپ کے دھوکے میں اس نے مجھے غزل سنانی شروع کردی۔''

ہنر اپنا اپنا

ابن محمد نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص راستے میں کسی باندی سے ملا۔ باندی سے پوچھا ''تیرے ہاتھ میں کوئی ہنر ہے؟'' کہا نہیں بلکہ ٹانگ میں ہے۔

(یعنی میں رقاصہ ہوں)

حکایت

ایک بادشاہ کے کئی لڑکے تھے ان میں سے ایک شہزادہ پست قد اور معمولی شکل وصورت کا تھا اور اس کے دوسرے بھائی قد آور اور وجیہہ تھے ایک دفعہ بادشاہ نے اپنے کمزور فرزند کو نفرت اور حقارت سے دیکھا شہزادہ اپنی خداداد فراست سے باپ کے رویے کے سبب سمجھ گیا۔ اس نے کہا کہ ابا جان! چھوٹے قد والا عقل مند بلند قامت احمق سے بہتر ہے جو چیز قد وقامت میں چھوٹی ہے ہو سکتا ہے کہ وہ قیمت میں زیادہ ہو جیسا کہ: الشاة نظيفة و الفيل جيفة. (بکری حلال ہے اور ہاتھی حرام)۔

باپ ہنس پڑا اور سلطنت کے امراء وزراء نے اس خیال کو پسند کیا البتہ اس کے بھائی اس بات پر بہت رنجیدہ ہوئے۔

اس واقعہ کے چند روز بعد ایک طاقتور دشمن نے بادشاہ پر چڑھائی کر دی جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اور لڑائی کیلئے پر تلو لے تو سب سے پہلا جو شخص میدان رزم میں آیا وہ وہی پست قد شہزادہ تھا، اس وقت وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من
آن منم گر درمیان خاک و خوں بینی سرے
کانکہ جنگ آرد بخوں خویش بازی می کند
روز میدان وانکہ بگریز د بخوں لشکرے

(میں وہ نہیں ہوں کہ لڑائی کے دن تو مجھے بھاگتے ہوئے دیکھے، میں تو وہ ہوں کہ تو جس کے سر کو خاک اور خون میں لتھڑا ہوا پائے گا، جو شخص جنگ لاتا ہے وہ اپنے خون سے کھیلتا ہے اور جو میدان سے بھاگتا ہے وہ اپنی فوج کے خون سے کھیلتا ہے۔)

یہ شہزادہ دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑا اور اس کے کئی بہادروں کو مار گرایا جب باپ کے پاس واپس آیا تو زمین بوس ہو کر کہا کہ آپ نے جب تک میرے ہنر کو اچھی طرح سے نہ دیکھا مجھے حقیر جانا۔ سچ تو یہ ہے کہ دبلا پتلا سبک رفتار گھوڑا لڑائی کے دن کام آتا ہے نہ کہ موٹا تازہ بیل۔ کہتے ہیں کہ دشمن کی فوج بہت زیادہ تھی اس کے مقابلے میں بادشاہ کی فوج تھوڑی تھی ایک گروہ اپنی کم تعداد دیکھ کر جی چھوڑ بیٹا اور اس نے بھاگنے کا ارادہ کیا، بہادر شہزادہ ان کے تیور بھانپ گیا اور اس نے للکار کر کہا "اے بہادرو ہمت سے کام لو اور عورتوں کا لباس مت پہنو"

شہزادے کے جوش دلانے پر سواروں کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے مرنے مارنے کا تہیہ کر کے دشمن پر بڑے زور کا حملہ کیا۔ دشمن اس ہولناک یلغار کا مقابلہ نہ کر سکا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ بادشاہ نے فرط مسرت سے شہزادے کے سر آنکھوں کو چوما گلے سے لگایا اور اس کے بعد اس پر بے حد مہربان ہو گیا یہاں تک کہ اسے اپنا ولی عہد مقرر کر دیا۔ اس کے بھائیوں کو حسد پیدا ہو گیا اور موقع پا کر اس کے کھانے میں زہر ملا دیا۔ شہزادے کی بہن نے کھڑکی سے ان کی یہ حرکت دیکھ لی شہزادے نے جوں ہی زہر آلود کھانے کا لقمہ اٹھایا اس نے زور سے دروازے کھٹکھٹایا، شہزادہ متنبہ ہو گیا اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا "یہ مشکل ہے کہ اہل ہنر مر جائیں اور بے ہنر ان کی جگہ لے لیں۔

کس نیاید بزیر سایہ بوم   در ہما از جہاں شود معدوم

(اگر ہما دنیا سے معدوم ہو جائے تو پھر بھی کوئی شخص الو کے سائے تلے نہیں آئے گا۔)

بادشاہ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو اس نے حاسد بھائیوں کو طلب کیا اور انہیں مناسب سزا دی پھر ہر ایک کے لئے آس پاس کے علاقوں میں سے ان کی مرضی کے مطابق حصہ مقرر کر دیا تاکہ فساد کی جڑ کٹ جائے اور جھگڑے کا احتمال نہ رہے کیونکہ داناؤں کا قول ہے کہ "دہ درویش در گلیمے بخسپند و دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند"، یعنی دس درویش ایک گدڑی میں سو سکتے ہیں لیکن دو بادشاہ ایک ملک میں نہیں سما سکتے۔"

مولانا ارسلان بن اختر کی تالیفات